یا اللہ جل جلالہٗ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)

اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فتح الباب لسد أبواب الإرتياب

تصنیف

شیخ القرآن والحدیث

علامہ ومولانا

محمد روشن صدیقی

حسینی کوکاروی

نور اللہ مرقدہٗ

تعلیق وترتیب

فخر المتاخرین

العالم العارف باللہ

مفسر کلام اللہ تعالیٰ وخادم

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ

السید احمد علی شاہ

الحنفی الترمذی الماتریدی

السیفی

النقشبندی الجشتی القادری السھروردی

ناشر

جامعہ امام ربانی

مجدد الف ثانی رحمہ

اللہ تعالیٰ فقیر کالونی

اورنگی ٹاؤن

نمبر ۱۰ کراچی غربی

نام کتاب: فتح الباب لسد أبواب الإرتیاب

تصنیف و تالیف: شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ ومولانا محمد روشن صدیقی حسینی کوکاروی نور اللہ مرقدہٗ
سابق صدر مدرس گورنمنٹ دارالعلوم اسلامیہ، سیدو شریف، سوات، خیبر پختونخواہ

تعلیق وترتیب: پیر طریقت آفتاب شریعت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ
ترمذی سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: مئی ۲۰۲۴ء بمطابق ذوالقعدہ ۱۴۴۵ھ

طباعت ثانی:

کمپوزر: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

ناشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فہرست

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

سبب تالیف

جب حضرت علامہ حلوانی صاحب رحمہ اللہ سے مسئلہ اشارہ حالت تشہد میں اختلاف کا بنیاد پڑھکر روز بروز ترقی کرتے ہوئے مذہب احناف کو تار تار کرکے علماء کرام احناف کے ہاں ان میں کئی آراء منظر عام پر آئیں۔

نورالانوار میں ہے کہ:

الساکۃ عن الحق شیطان اخرس۔

حق کے بیان کرنے سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔[1]

ایضاً: وروی ان عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کان امیر أعلی سریۃ و أصبتہ جنابۃ فتیمم و صلی بھم الفجر۔ و علم النبی ﷺ علی ذلک و لم یأمرہ بالاعادۃ و ھذا استصواب منہ ﷺ لان السکوت عن الحق حرام قال ﷺ: الساکۃ عن الحق شیطان اخرس: المستصفی للامام عبداللہ بن احمد النسفی کتاب الصلوٰۃ۔

(ایضاً قال) لان السکوت عن الحق حرام بقولہ علیہ السلام: الساکۃ عن الحق شیطان اخرس.

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک سریہ پر امیر تھے ان پر غسل لازم ہوگیا تو انہوں نے تیمم کرکے نماز فجر پڑھی اور رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہوا لیکن آپ ﷺ نے ان کو نماز کے اعادہ کا حکم نہ فرمایا کیونکہ آپ ﷺ ان کو حق پر سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ حق سے خاموشی حرام ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حق کے بیان سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔[2]

لہٰذا اس گناہ سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کیلئے میں نے اپنے علم کے مطابق اس مسئلہ کو پورا پورا حق دینے والوں کا ظاہر کرنا لازمی سمجھا اور اس کو بیان کرنے کیلئے قلم اٹھایا۔

واسئل اللہ التوفیق و ماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم و علیہ التکلان۔

---

[1] (نورالانوار ص ۲۱۹)

[2] (نورالانوار ج اص ۵۰۸، صحیح مسلم ج ا ص ۵۰ باب الحث علی اکرام الجار، سنگین فتنہ ص ۹۱۸، اصول تکفیر ص ۱۷۱ بحوالہ تفیر الکاشف ج۵ ص ۳۲، تلویح ص ۵۲۳، تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۴، الرسالۃ القشیریۃ ج ا ص ۱۵۰، شرح النووی علی صحیح مسلم ج ا ص ۵۰، شذرات الذھب ج۳ ص ۳۲۴ دار الکتب العلمیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

حضرت علامہ محدث عظیم الشان مفسر قرآن عظیم شیخناوشیخ المشائخ غوث الثقلین محبوب سبحانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیزاور محی السنۃ ممیت البدعت ننگ اسلاف لوالسنۃ کاعلم بردار فخرالاولیاء پیرپیران صاحب کمالات ظاہریہ وباطنیہ مقتدائے اولیائے نقشبندیہ رئیس المجددین مجددالف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمھم اللہ تعالیٰ کے مقدسہ نامہائے مبارکہ :والحمدللہ علی ذلک :کومنسوب مسئلہ اشارہ کہ نمازمیں عدم جواز پرایک معرکۃ الآراء تحریرپیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی جعلنامسلمین الموحدین عالمین باالقرآن والسنۃ ومقلدین لامام الاعظم امام ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وعاملین بحکمہ المتین وجعلنامن المحققین التابعین للحق وحفظنامن تقلید العمیان واتباع الھواءواھل الھواءوارسل الینارسول الثقلین سیدالمرسلین وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

امابعدفیقول العبدالضعیف خادم العلم والعلماءوالاتقیاءالمولوی محمدروشن ولد قاضی عنوان الدین الصدیقی الحسینی الکوکاروی السواتی بتوفیق اللہ تعالیٰ ووفقہ اللہ تعالیٰ لمایحب ویرضیٰ:اعلم ایھاالذکی أنی فی ھذہ الایام قداحاطت بی عوائق وموانع منزلیۃ وخارجیۃ فکادت تحول بینی وبین الافکار الجمیلۃ البھجۃ التی اریدہ۔

اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ کئی سالوں سے نمازمیں قعدہ کی حالت میں مسبحہ سے غیراللہ کی نفی اوروحدانیت کے اثبات کیلئے اشارہ کرنے کے بارے میں مثبتین اورنافین کی جانب سے رسالے لکھ چکے ہیں مثبتین اسے مستحب وسنت کہتے ہیں اورنافین اسے نہ کرنابہتر ومکروہ اور حرام بتاتے ہیں۔میں نے دیکھاہے کہ مثبتین نافین پرسخت تنقید کرتے ہیں،اگرچہ مذاہب حقہ میں اس کیلئے امثال موجود ہے مثلاً علماء کرام تحریر فرماہیں کہ ہمارے احناف کے نزدیک متروک التسمیہ عمداً کھاناحرام ہے اور شوافع کے نزدیک حرام نہیں جس طرح اس مسئلے کابیان کرنے والا مجرم اور قابل عتاب نہیں،اس طرح مسئلہ اشارہ کے بیان کرنے والے کوموجب تنقید بنانادرست نہیں مگر تحقیق کرناچاہیئے کہ اصل مسئلہ کس طرح ہے۔اسلئے میں نے مجبوراًاپنی استعداد کے مطابق کچھ لکھناضروری سمجھاتاکہ اس وعیدسے بچوں کہ حضورعلیہ السلام سے نور الانوار ص۲۱۹ پر منقول ہے: الساکۃ عن الحق شیطان اخرس کہ حق بیان کرنے سے خاموش رہنے والا گونگاشیطان ہے۔

اور ناظرین کرام کی خدمت میں عرض بلب ادب یہ ہے کہ خذ ماصفا ودع ماکدر یعنی صحیح بات کو لے لیں اور غیر صحیح بات کو چھوڑ دیں۔ اور غلطی کو اس پر محمول کریں کہ مجتہد کبھی حق کو پہنچتا ہے اور کبھی غلطی کا شکار ہوتا ہے تو پھر ہم جیسے کم علم پندرھویں صدی والے اگر غلطی کا شکار ہو جائیں تو کوئی عجیب بات نہیں۔

طریقہ کار:

عَنْ مُعَاذٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ لَهُ: "كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عُرِضَ عَلَيْكَ قَضَاءٌ؟ قَالَ: أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللهِ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ قَالَ: بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ؟ قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي لَا آلُو، قَالَ: فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ" وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللهِ۔

ترمذی وابوداود ودارمی نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنا چاہا فرمایا کہ جب تمھارے سامنے کوئی معاملہ پیش آئے گا تو کس طرح فیصلہ کروگے عرض کی کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو کیا کروگے عرض کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ فیصلہ کروں گا فرمایا اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ پاؤ تو کیا کروگے عرض کی اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اجتہاد کرنے میں کمی نہ کروں گا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور یہ کہا کہ حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جس نے رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فرستادہ کو اُس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) راضی ہے۔[1]

حدیث مذکورہ کے مطابق پہلی آیات قرآنی:

۱۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿المؤمنون ۲﴾

بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

۲۔ خشوع کا اصطلاحی معنٰی: علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری المتوفیٰ ۴۶۵ھ لکھتے ہیں کہ خشوع کا معنٰی ہے حق کی اطاعت کرنا۔

محمد بن علی الترمذی نے کہا کہ خاشع وہ شخص ہے جس کی شہوت کی آگ بجھ گئی ہو اور اس کے سینے میں غضب کا دھواں ٹھنڈا ہو چکا ہو اس کے دل میں اللہ کی تعظیم کا نور روشن ہو اور اس کے اعضاء سے تواضع ظاہر ہو۔[2]

---

[1] (مشکوٰۃ ص ۳۲۴ باب العمل فی القضاء الفصل الثانی)

[2] (تبیان ج ۷ ص ۱۴۳)

علماء نے اختلاف کیا کہ خشوع افعال قلوب میں سے ہے یا افعال جوارح یعنی اعضائے ظاہری میں سے ہے اور لغت میں خشوع کے معنٰی سکون و تواضع و تذلل کے ہیں اور ابن کثیر نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خشوع رکھنے والے یعنی خوف و سکون رکھنے والے ہیں۔[1]

۳۔ نماز میں خشوع:

اصطلاح میں خشوع یہ ہے کہ دل میں بھی سکون ہو اور اندا موں میں بھی سکون ہو۔[2]

۴۔ خشوع:

بالتحقیق ان مسلمانوں نے (آخرت) میں فلاح پائی جو (تصحیح عقائد کے ساتھ صفات ذیل کے ساتھ بھی موصوف ہیں یعنی وہ) اپنی نماز میں (خواہ فرض ہو یا غیر فرض) خشوع (خضوع) کرنے والے ہیں۔

فائدہ اول: خشوع کی تحقیق ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو بھی قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے۔ اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے۔[3]

۵۔ وبإسناده عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله تَعَالَى {قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ} يَقُول قد فَازَ وَنَجَا وَسعد الموحدون بتوحيد الله أُولَئِکَ هم الوارثون الْجنَّة دون الْكفَّار وَيُقَال قد فَازَ وَنَجَا الْمُؤْمِنُونَ المصدقون بإيمَانهمْ والفلاح على وَجْهَيْن نجاح ثمَّ ذكر نعت الْمُؤمنِينَ فَقَالَ {الَّذين هُمْ فِي صَلاتِهِمْ خَاشِعُونَ} مخبتون متواضعون لَا يلتفتون يَمِينا وَلَا شمالاً وَلَا يرفعون أَيْديهم فِي الصَّلَاة۔

یعنی موحدین بتوحید اللہ تعالیٰ تحقیق کامیاب ہوئے اور نجات والے اور سعادت مند ہوئے اور جنت کے وارثین یہی لوگ ہیں کافر نہیں۔ اور کہا جاتا ہے یقیناً کہ مؤمنون تصدیق کرنے والوں نے نجات پائی۔ کامیابی دو طرح کی ہے کامیابی اور بقا۔ پھر مؤمنون کی صفت بیان کی (الَّذين هُمْ فِي صَلاتِهِمْ خَاشِعُونَ (مخبتون متواضعون کہ جانب راست وچپ کو نہیں دیکھتے اور نمازوں میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔[4]

٦۔ وقال مجاهد والزهري: الخشوع: سكون الأطراف في الصلاة۔

وعن ابن عباس: خاشعون، خائفون ساكنون۔

---

[1] (تفسیر مواہب الرحمٰن ج٦ ص٣)

[2] (معارف القرآن پشتو ج٦ ص١٠ مؤلفہ مفتی مولانا محمد شفیع)

[3] (تفسیر بیان القرآن مؤلفہ اشرف علی تھانوی)

[4] (تفسیر ابن عباس ص ٢١١-٢١٢ فاروقی ملتان)

یعنی مجاہد اورزہری فرماتے ہیں کہ خشوع نماز میں اطراف کا سکون ہی ہے اورابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خاشعون خوف کرنے والے اور سکون کرنے والے۔[1]

۷۔ جسم کا خشوع یہ ہے کہ جب وہ اس کے سامنے جائے تو سر جھک جائے اعضاءڈھیلے پڑ جائیں، نگاہ پست ہو جائے آواز دب جائے اور ہیبت زدگی کے وہ سارے آثار اس پر طاری ہو جائیں جو اس حالت میں فطرتاًطاری ہو جایا کرتے ہیں جبکہ آدمی کسی زبردست باجبروت ہستی کے حضور پیش ہو۔

نماز میں خشوع سے مراد دل اور جسم کی یہی کیفیت ہے اور یہی نماز کی اصل روح ہے۔حدیث میں آتاہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہاہے اور ساتھ داڑھی کے بالوں سے کھیلتاجاتاہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایااگر اس کے دل میں خشوع ہو تاتو اس کے جسم پر بھی خشوع طاری ہو تا۔آگے لکھتاہے حکم یہ ہے کہ نماز کا ہر فعل پوری طرح سکون اوراطمینان سے اداکیا جائے۔[2]

۸۔ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کیا کہ **الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿مومنون ۲﴾** سے مراد ہے کہ وہ ڈرنے والے اور (نماز میں) پر سکون ہوتے ہیں۔عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم نے زہری سے دریافت کیا کہ۔۔۔یعنی نماز میں خشوع سے مراد آدمی کا اپنی نماز میں پر سکون رہنا ہے۔[3]

۹۔والخشوع في الصلاة: هو حضور القلب بين يدي الله تعالى، مستحضرا لقربه، فيسكن لذلک قلبه، وتطمئن نفسه، وتسكن حركاته۔

یعنی نماز میں خشوع اللہ تعالیٰ کے سامنے دل کا حضور ہے آپ کے قرب کو حاضر ہو اس لئے اس کے دل ساکن اوراس کا نفس مطمئن ہو اوراس کے حرکات ساکن ہوں۔[4]

۱۰۔عبارۃالکرخی قولہ(ای بہ جلالین)قالہ مقاتل أو خاضعون بالقلب ساکنون بالجوارح۔

تواضع کرنے والے ہوتے ہیں اس کو مقاتل نے کہایادل میں خوف کرنے والے اور جوارح میں سکون کرنے والے ہوتے ہیں۔[5]

---

1 (الهداية إلى بلوغ النهاية في علم معاني القرآن وتفسيره، وأحكامه، وجمل من فنون علومه ج۵ ص ۴۷ أبو محمد مكي بن أبي طالب حَمّوش بن محمد بن مختار القيسي القيرواني ثم الأندلسي القرطبي المالكي (المتوفى: 437هـ) دار العلميه بيروت)

2 (تفسیر تفهیم القرآن ج۳ص ۲۶۱ مؤلفه مودودی اداره ترجمان القرآن لاهور)

3 (تفسیر درمنثور لجلال الدین السیوطی رحمه الله دار الاشاعت اردو بازار کراچی ج۶ ص ۹۶-۹۷)

4 (تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان، عبدالرحمن بن ناصر بن عبدالله السعدي (المتوفى: 1376هـ)، الناشر: دار ابن حزم بيروت ص ۵۲۰)

5 (حاشية الجمل على الجلالين ج۳ص ۱۸۳ مؤلفه سيمان الجمل رحمه الله المتوفى ۱۲۰۴ قديمى كتب خانه كراچى)

۱۱۔عن اسماء بنت ابی بکر عن أم رومان والدة عائشة قالت رانی أبو بکر الصدیق أتمیل في صلاتی فزجرنی زجرة کدت انصرف من صلاتی قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول إذا قام أحدکم في الصلاة فلیسکن أطرافه لا یتمیل تمیل الیهود فان سکون الأطراف في الصّلوة من تمام الصّلوة-12 ازالة الخفا منه رح۔

عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے کہا کہ خشوع سکون ہے اور ہیئت حسنہ ہے۔حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے نمازمیں تمایل کرتے ہوئے دیکھا تو ایسے سختی سے منع کیا اور جھڑکا کہ قریب تھا کہ میں نماز چھوڑدوں فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ جب تم نماز ادا کرتے ہو تو اپنے اندموں کو ساکن رکھو اور یہودیوں کی طرح تمایل نہ کرو اس لئے کہ نماز میں اطراف کو ساکن کرنا نماز مکمل کرنا ہے۔[1]

۱۲۔الخشوع التذلل مع خوف وسکون للجوارح, ولذا قال ابن عباس فیما رواه عنه ابن جریر وغیره خاشعون خائفون ساکنون۔

یعنی خشوع تابعداری کے ساتھ ڈرنا اور سکون جوارح واطراف ہے اسلئے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کو ابن جریر وغیرہ نے روایت کیا کہ خاشعون کا معنی ڈرنے والے اور سکون کرنے والے ہوتے ہیں۔[2]

۱۳۔لَا یرفعون أَیْدیهم فِي الصَّلَاة۔

یعنی نماز میں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے۔[3]

۱۴۔والخشوع التطامُن، وسکونُ الأعضاءِ، والوقارُ، وهذا إنَّما یظهر في الأعضاء مِمَّنْ في قلبه خوف واستکانة لأنَّه إذا خشع قلبُه خشعت جوارِحُه۔

یعنی خشوع اعضاء کا وقار اور سکون کے ساتھ تھامنا ہے یہ کیفیت ان لوگوں میں ظاہر ہوتی ہے جن کے دل میں خوف اور تابعداری ہو اسلئے کہ جب اس کے دل میں خشوع ہو تو جوارح میں خشوع ہو گا۔[4]

۱۵۔{خَاشِعُونَ} خائفون, أو خاضعون, أو ساکنون۔

یعنی ڈرنے والے یا خضوع کرنے والے یا سکون کرنے والے۔[5]

---

[1] (التفسیر المظهري المظهري، ص ۲٦۲-۲٦۳ قاضی محمد ثناء الله رحمه الله المتوفی ۱۲۲۵ حافظ کتب خانه کوئٹه)

[2] (روح المعاني في تفسیر القرآن العظیم والسبع المثاني شهاب الدین محمود بن عبد الله الحسیني الألوسي (المتوفی: 1270هـ) ص ۵ ج۱۸ المکتبه الحقانیه ملتان)

[3] (ص ۲۱۲ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس لعبد الله بن عباس - رضي الله عنهما - (المتوفی:68هـ) فاروقی کتب خانه ملتان)

[4] (ص ۱۷۴ ج ۲ الجواهر الحسان في تفسیر القرآن، أبو زید عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبي (المتوفی:875هـ) دار لکتب العلمیه-بیروت)

[5] (تفسیر القرآن (وهو اختصار لتفسیر الماوردي) أبو محمد عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام بن أبي القاسم بن الحسن السلمي الدمشقي، الملقب بسلطان العلماء (المتوفی:660هـ) دار لکتب العلمیه-بیروت)

۱۶۔حَقِيقَتُهُ السُّكُونُ: قَالَ مُجَاهِدٌ: كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِذَا قَامَ يُصَلِّي كَأَنَّهُ عُودٌ مِنَ الْخُشُوعِ۔

یعنی خشوع کی حقیقت سکون ہے مجاہد نے فرمایا کہ ابن زبیر رحمہ اللہ کا یہ حال تھا کہ جب نماز پڑھتے ہوئے کھڑے ہوتے تو خشوع کی وجہ سے لکڑی معلوم ہوتا۔[1]

۱۷۔عمرو بن دینار: لیس الخشوع الرکوع والسجود ولکنّہ السکون۔

۱۸۔خاشِعُونَ مخبتون متضرعون متحننون نحو الحق عن ظهر القلب وجميع الجوارح والأركان بلا تلعثم وعثور۔

عاجزی کرنے والے زاری کرنے والے حقیقت کی طرف مائل ہونے والے دل کی گہرائی سے اسی طرح تمام اندام اورارکان بغیر سستی وکوتاہی کے اداکرنے والے اوران کے ظواھر اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی کرنے والے ہوں اور بعض نے کہا کہ اس کے اندام ساکن ہوں۔[2]

۱۹۔وَأخرج عبد الرَّزَّاق وَعبد بن حميد وَابْن جرير وَابْن أبي حَاتِم عَن الزُّهْرِيّ {الَّذين هم فِي صلَاتهم خاشعون} قَالَ: هُوَ سُكُون الْمَرْء فِي صلَاته۔

وَأخرج ابْن جرير وان الْمُنْذر وَابْن أبي حَاتِم عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {الَّذين هم فِي صلَاتهم خاشعون} قَالَ: خائفون ساكنون۔

یعنی زھری سے منقول ہے کہ خشوع آدمی کا اپنی نماز میں سکون کرناہے۔اورابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ڈرنے والے انداموں کو ساکن کرنے والے۔[3]

۲۰۔قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: هو السكون وحسن الهيئة۔[4]

۲۱۔قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: {خَاشِعُونَ}: خَائِفُونَ سَاكِنُونَ. وَكَذَا رُوِيَ عَنْ مُجَاهِدٍ، وَالْحَسَنِ، وَقَتَادَةَ، وَالزُّهْرِيِّ۔[5]

۲۲۔الَّذِينَ هُمْ فِي صَلاتِهِمْ خاشِعُونَ أي خائفون ساكنون، والخشوع: خشوع القلب، وهو الخضوع والتذلل مع الخوف وسكون الجوارح۔

---

[1] (ج۳ص۱۲۱۳أحكام القرآن القاضي محمد بن عبد الله أبو بكر بن العربي المعافري الاشبيلي المالكي (المتوفى:543هـ))

[2] (ص۲۴۸-۲۴۹ ج۳محبوب سبحانی سیدناسیدالاولیاء عبدالقادرجیلانی رضی اللہ عنہ (المتوفی۳۱۷هـ)دارلکتب العلمیه – بیروت، ص۲۱۶ ج۴الكشف والبيان عن تفسير القرآن أحمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي، أبو إسحاق (المتوفى:427هـ)دارلکتب العلمیه-بیروت)

[3] (ج۵ص۵الدر المنثور عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911هـ)دار العلمیه-بیروت)

[4] (ج۳ص۲۵۵ معالم التنزيل في تفسير القرآن =تفسير البغوي محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي (المتوفى: 510هـ)دار العلمیه-بیروت)

[5] (ج۳ص۱۷۳تفسير القرآن العظيم (ابن كثير أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى:774هـ)دار الیقین)

یعنی خاشعون معنی ڈرنے والے سکون اندام کرنے کو کہتے ہیں خشوع اصل میں دل کا خشوع ہے اور وہ عاجزی کرنے والے زاری کرنے والے ڈرنے کے ساتھ اور اندا موں کو ساکن کرنے کو کہتے ہیں۔[1]

۲۳۔وَاخْتَلَفُوا فِي الْخُشُوعِ فَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ مِنْ أَفْعَالِ الْقُلُوبِ كَالْخَوْفِ وَالرَّهْبَةِ, وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ مِنْ أَفْعَالِ الْجَوَارِحِ كَالسُّكُونِ وَتَرْكِ الِالْتِفَاتِ, وَمِنْهُمْ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ وَهُوَ الْأَوْلَى....وَمِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالْجَوَارِحِ أَنْ يَكُونَ سَاكِنًا ...الی ان قال وَلَكِنَّ الْخُشُوعَ الَّذِي يُرَى عَلَى الْإِنْسَانِ لَيْسَ إِلَّا مَا يَتَعَلَّقُ بِالْجَوَارِحِ فَإِنَّ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْقَلْبِ لَا يُرَى...الخ۔

خشوع میں اختلاف ہے علماء میں سے ایک فریق اس کو دل کے افعال سے شمار کرتے ہیں جیسے ڈرنا اور گھبراہٹ اور دوسرا فریق سکون جوارح کے افعال میں گرادیتے ہیں جیسے سکون اور نہ دیکھنا اوران میں سے ایک جماعت خشوع کو دونوں سے بتاتے ہیں اور یہ بہتر ہے اور وہ جو انداموں میں سے ہے وہ یہ ہے کہ ساکن ہو یہاں تک کہ کہا مگر وہ خشوع جس کو انسان دیکھتا ہے صرف وہ ہے جو انداموں سے متعلق ہو اس لئے کہ دل سے تعلق رکھنے کو نہیں دیکھ سکتے ہیں۔[2]

۲۴۔حَدَّثَنِي عَلِيٌّ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: ثني مُعَاوِيَةُ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ: "{الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ} (المؤمنون: ۲) يَقُولُ: خَائِفُونَ سَاكِنُونَ۔

مذکورہ حدیث میں بیان شدہ آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: ڈرنے والے سکون کرنے والے۔[3]

۲۵۔وَرُوِيَ عَنْ إبْرَاهِيمَ وَمُجَاهِدٍ وَالزُّهْرِيِّ: "الْخُشُوعُ السُّكُونُ" قَالَ أَبُو بَكْرٍ: الْخُشُوعُ يَنْتَظِمُ هَذِهِ الْمَعَانِيَ كُلَّهَا مِنْ السُّكُونِ فِي الصَّلَاةِ وَالتَّذَلُّلِ وَتَرْكِ الِالْتِفَاتِ وَالْحَرَكَةِ وَالْخَوْفِ مِنْ اللَّهِ تَعَالَى وَقَدْ رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ فِي الصَّلَاةِ"۔

یعنی ابراہیم اور مجاہد اورزھری سے مروی ہے کہ خشوع سکون کو کہتے ہیں۔ابو بکر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خشوع ان سب معانی کو شامل ہے یعنی نماز میں سکون،عاجزی ادھر ادھر نہ دیکھنا اور حرکت نہ کرنا اور خوف کرنا اللہ تعالیٰ سے اور یقیناً رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اور حکم فرمایا کہ نماز میں سکون اختیار کرو اور نماز میں ہاتھوں کو حرکت نہ دو۔[4]

۲۶۔لا بد من الجمع بين أفعال القلب والجوارح وهو الأولى۔

---

[1] (ص ۰ ۳۳ ج ۲ التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج د وهبة بن مصطفى الزحيلي مكتبه رشيد كوئٹه)

[2] (ص ۷۷ ج ۲۳ مفاتيح الغيب = التفسير الكبير أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606هـ) مطبوعة الاميرية)

[3] (ص ۱۹۸ ج ۹ تفسیر الطبري = جامع البيان عن تأويل آي القرآن محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: 310هـ) دار الكتب العلميه بيروت)

[4] (ج ۳ ص ۳۲۹ أحكام القرآن أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (المتوفى: 370هـ) دار الكتب العلمية بيروت - لبنان)

اندا موں اور دل کے افعال کا جمع ضروری ہے اور یہ بہتر ہے۔[1]

خائفون بالقلب ساکنون بالجوارح۔

دل میں ڈرنے والے اور انداموں کو ساکن کرنے والے۔[2]

۲۷۔ تفسیر فتح القدیر میں اس طرح ہے صحیح جمع ہے اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن حاتم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ڈرنے والے اور انداموں کو ساکن کرنے والے ہو۔[3]

۲۸۔عن ابی هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم راى رجلا يعبث بلحيته في الصّلوة فقال لو خشع قلب هذا لخشعت جوارحه- رواه الحكيم الترمذي في نوادر الأصول بسند ضعيف۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نماز میں داڑھی میں عبث کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جوارح اندام بھی خاشع ہوتے۔[4]

۲۹۔واختلفوا فى الخشوع هل هو من فرائض الصلاة او من فضائلها على قولين والصحيح الاول۔

خشوع میں دو قول ہیں کہ نماز میں فرائض سے ہے یا کہ فضائل سے صحیح قول اول ہے کہ فرائض میں سے ہے۔[5]

۳۰۔وَالْخُشُوعُ مَحَلُّهُ الْقَلْبُ، فَإِذَا خَشَعَ خَشَعَتِ الْجَوَارِحُ كُلُّهَا لِخُشُوعِهِ۔

اور **يعبث بلحيته** والی حدیث کو بیان کیا۔یعنی خشوع کا مقام دل ہے جب دل خاشع ہو جائے تو سارے اندام خاشع ہو جاتے ہیں دل کے خشوع کی وجہ سے اور مظہری میں بیان کردہ حدیث کو بیان کی۔[6]

۳۱۔خاشِعُونَ أي متواضعين وقال الزهري الذين لا يرفعون أيديهم في الصلاة إلا في التكبيرة الأولى، وروي عن علي رضي الله عنه أنه قال: لخشوع في الصلاة، أن لا تلتفت في صلاتك يميناً ولا شمالاً. الخ۔

---

[1] (ص۲۶۷ ج۳لباب التأويل في معاني التنزيل علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن، المعروف بالخازن (المتوفى: 741هـ) دار المعرفة- بيروت)

[2] (ج۳ص۳۰۰تفسير النسفي (مدارک التنزيل وحقائق التأويل) أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي (المتوفى: 710هـ) دار المعرفة- بيروت)

[3] (فتح القدير ج۳ملاحظه ۵۱۰،۵۰۸،۵۰۷مؤلفه لشوكانى دار الاحياء بيروت)

[4] (ص۳۶۳ ج۶التفسير المظهري، محمد ثناء الله مكتبة الرشدية- الباكستان)

[5] (جواهر الفرقان الاخندزاده ولى محمد الحنفى (جامعه جواهر الفرقان))

[6] (ج۱۲ ص۱۰۳ الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: 671هـ))

ترجمہ: خاشعون یعنی عاجزی کرنے والے اورزہری نے فرمایاوہ لوگ جو نماز میں اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے صرف پہلی تکبیر میں اٹھاتے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نماز میں خشوع یہ ہے کہ دائیں اور بائیں طرف نہیں دیکھتے۔[1]

۳۲۔خشوع شریعت میں دل میں خوف اللہ تعالیٰ سے ہے تو اس کے آثار انداموں پر ظاہر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والوں اور بہت زیادہ ثواب دینے والوں کی صفات میں خشوع کو بھی شمار کیا ہے۔[2]

۳۳۔فيه خمسة أوجه: أحدها: خائفون, وهوقول الحسن, وقتادة. والثاني: خاضعون, وهو قول ابن عيسى. والثالث: تائبون, وهو قول إبراهيم. والرابع: أنه غض البصر, وخفض الجناح, قاله مجاهد. الخامس: هو أن ينظر إلى موضع سجوده من الأرض, ولا يجوز بصره مُصَلاَّهُ, الخ۔

ترجمہ: خاشعون میں پانچ وجوہات ہیں: ایک ہے ڈرنے والے یہ حسن اور قتادہ کا قول ہے دوسری ہے عاجزی کرنے والے یہ ابن عیسیٰ کا قول ہے تیسری ہے توبہ کرنے والے اور یہ ابراہیم کا قول ہے چوتھی ہے آنکھیں نیچے کرنے والے اور ہاتھوں کو نیچے کرنے والے اس کو مجاہد نے فرمایا پانچویں ہے سجدہ کی جگہ کو دیکھنا زمین سے اس سجدہ کی جگہ کو دیکھیں کہ اپنے مصلا سے نظر آگے نہ بڑھائے۔[3]

۳۴۔خاشعون هم الذين قاموا لله بالله بنعت الهيبة فى مشاهدة عظمة الله فى مقام المناجاة الله۔

یعنی خشوع کرنے والے وہ لوگ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ہیبت کی صفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا مشاہدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کے مقام میں کڑی ہو۔

۳۵۔اختلفوا في الخشوع فمنهم من جعله من أفعال القلوب كالخوف والرهبة, ومنهم من جعله من أفعال الجوارح كالسكون وترک الالتفات ومنهم من جمع بين الأمرين, وهو الأولى۔

---

[1] (ص ۴۰۸ ج ۲ بحر العلوم أبو الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمرقندي (المتوفى: 373هـ) بيروت)

[2] (اضواءالبیان فی ایضاح القرآن بالقرآن تالیف الشیخ محمدالامین بن محمدالمختار الجکنی الشنیطی ج۵ ص ۱۳ ۵ دارالکتب العلمیہ بیروت)

[3] (ج ۴ ص ۴۶ تفسير الماوردي = النكت والعيون أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير بالماوردي (المتوفى: 450هـ) دار الكتب العلمية-بيروت/لبنان)

یعنی خشوع کے مصداق میں اختلاف ان میں سے بعض اس کو افعال قلوب سے اور بعض نے افعال جوارح اندا موں (جسمانی ظاہری اعضاء) سے اور بعض نے دونوں سے مراد کی ہے کہ اس سے دل کا اور اندا موں دونوں کا خشوع مراد ہے اور یہ بہتر ہے۔[1]

٣٦۔خشوع :خاضعون متذللون متواضعون مرعبون مشاھدھم یلزمون أبصارھم مساجدھم وقدصح انه علیه السلام کان یصلی رافعابصره الی السماءفلمانزلت رمی بصره نحومسجده ای علی وجه الحیاءورأی رجلایعبث بلحیته فقال لو خشع قلب ھذالخشعت جوارحه وتحت الخطاخرجه ابن ابی شیبةفی مصنفه۔

خاشعون معنی زاری کرنے والے عاجزی کرنے والے تواضع کرنے والے اپنے انداموں کو مدنظر رکھنے والے اور اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر بند کرنے والے کو کہتے ہیں۔یقیناً صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں آسمان کی طرف دیکھتے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حیا کی وجہ سے اپنے سجدہ کی جگہ کو دیکھتے اور ایک آدمی کو نماز کی حالت میں داڑھی کے ساتھ عبث کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اگر اس شخص کے دل میں خشوع ہوتا تو ضرور (لازمی طور پر) اس کے جوارح ساکن ہوتے اس کو ابن شیبہ اپنی مصنف میں لائے ہیں۔[2]

٣٧۔وَالْخُشُوعُ لُغَةً الْخُضُوعُ وَالتَّذَلُّلُ، وَلِلْمُفَسِّرِينَ فِيهِ هُنَا أَقْوَالٌ: قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: هُوَ السُّكُونُ وَحُسْنُ الْهَيْئَةِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: غَضُّ الْبَصَرِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ. وَقَالَ مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ وَقَتَادَةُ: تَنْكِيسُ الرَّأْسِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: الْخَوْفُ. وَقَالَ الضَّحَّاكُ: وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ.وَعَنْ عَلِيٍّ: تَرْكُ الِالْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ.وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ: إِعْظَامُ الْمَقَامِ وَإِخْلَاصُ الْمَقَالِ وَالْيَقِينُ التَّامُّ وَجَمْعُ الِاهْتِمَامِ.وَفِي الْحَدِيثِ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُصَلِّي رَافِعًا بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ رَمَى بِبَصَرِهِ نَحْوَ مَسْجِدِهِ،وَمِنَ الْخُشُوعِ أَنْ تُسْتَعْمَلَ الْآدَابُ فَيَتَوَقَّى كَفَّ الثَّوْبِ وَالْعَبَثَ بِجَسَدِهِ وَثِيَابِهِ وَالِالْتِفَاتَ وَالتَّمَطِّيَ وَالتَّثَاؤُبَ وَالتَّغْمِيضَ وَتَغْطِيَةَ الْفَمِ وَالسَّدْلَ وَالْفَرْقَعَةَ وَالتَّشْبِيكَ وَالِاخْتِصَارَ وتقليب الحصى. وفي التَّحْرِيرِ: اخْتُلِفَ فِي الْخُشُوعِ، هَلْ هُوَ مِنْ فَرَائِضِ الصَّلَاةِ أَوْ مِنْ فَضَائِلِهَا وَمُكَمِّلَاتِهَا عَلَى قَوْلَيْنِ، وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ۔

لغوی معنی خشوع کا عاجزی اور تضرع ہے اور مفسرین کی یہاں بہت باتیں ہیں، عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے کہا کہ مراد سکون ہے اور اچھی ہیئت اور شکل ہے۔ مجاھد کہتے ہیں کہ آنکھیں بند کرنا یعنی نیچے کرنا اور ہاتھوں کو نیچے رکھنا ہے۔ مسلم بن یسار اور قتادہ نے کہا کہ سر کو نیچے کرنا ہے اور حسن کہا ہے کہ ڈر کو کہتے ہیں اور ضحاک کے ہاں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھنا چاہیئے اور ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

[1] (اللباب في علوم الكتاب ،ج ١٤ ،ص ١٦٦ ،أبو حفص سراج الدين عمر بن علي بن عادل الحنبلي الدمشقي النعماني (المتوفى: 775هـ)دار الكتب العلمية-بيروت/لبنان)

[2] (تفسیر الملاعلی القاری مسمیٰ به انوار القرآن واسرار الفرقان ص ٤٠٨-٤٠٩ ج ٣ دار الكتب بیروت)

تعظیم سے کھڑا ہونا گفتار اخلاص کے ساتھ اور مکمل اہتمام اور یقین کو خشوع کہا جاتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نماز میں الخ۔

خشوع ادب سے کام کرنا کہ لباس لپیٹنے سے پرہیز کریں اور بدن اور لباس سے عبث نہ کریں۔ ادھر ادھر نہ دیکھیں جمائی نہ کریں اور آنکھیں بند نہ کریں اور منہ کو بند نہ کریں کپڑے نہ لٹکائیں اور انگلیوں سے کڑاکے نہ نکالیں اور انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالیں اور پہلو پر ہاتھ نہ رکھیں اور کنکریوں سے نہ کھیلنے کو خشوع کہتے ہیں۔ اور تحریر میں ہے کہ خشوع میں اختلاف ہے کہ یہ نماز میں فرض ہے یا مستحب مگر صحیح اول یعنی فرض ہے۔[1]

۳۸۔ وفي المراد بالخشوع في الصلاة أربعة أقوال: أحدها: أنه النظر إلى موضع السجود. روى أبو هريرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلّم إذا صلى رفع بصره إلى السماء، فنزلت: الذين هم في صلاتهم خاشعون» فنكس رأسه. وإلى هذا المعنى ذهب مسلم بن يسار، وقتادة. والثاني: أنه ترك الالتفات في الصلاة، وأن تُلين كنفك للرجل المسلم، قاله عليّ بن أبي طالب. والثالث: أنه السكون في الصلاة، قاله مجاهد، وإبراهيم، والزهري. والرابع: أنه الخوف، قاله الحسن۔

ترجمہ: ابن جوزی نے فرمایا کہ نماز میں خشوع سے مراد چار اقوال: ایک یہ کہ سجدہ کی جگہ کو دیکھنا ہے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ فلاح والے لوگ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے سر مبارک نیچے فرمالیا۔ مسلم بن یسار اور قتادہ نے یہی معنیٰ نقل کیے ہیں۔ دوسرا یہ کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنے سے اجتناب کرنا اور مسلمان کیلئے پہلو نرم کرنے کو خشوع کہتے ہیں اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ تیسرا معنی یہ کہ خشوع نماز میں سکون کرنا ہے اس کو مجاہد نے فرمایا اور ابراہیم اور زہری نے۔ چوتھا یہ کہ خشوع ڈرنا ہے اس کو حسن نے فرمایا۔[2]

۳۸۔ {الَّذين هم فِي صلَاتهم خاشعون} أَي: خاضعون خائفون، يُقَال: الْخُشُوع خوف الْقلب، وَحَقِيقَته هُوَ الإقبال فِي الصَّلَاة على معبوده، والتذلل بَين يَدَيْهِ، وَيُقَال: هُوَ جمع الهمة، وَدفع الْعَوَارِض عَن الصَّلَاة، وتدبر مَا يجْرِي على لِسَانه من الْقِرَاءَة وَالتَّسْبِيح والتهليل وَالتَّكْبِير، وَعَن عَليّ - رَضِي الله عَنهُ - قَالَ: الْخُشُوع أَن لَا يلْتَفت عَن يَمِينه وَلَا عَن شِمَاله فِي الصَّلَاة۔

---

[1] (البحر المحيط في التفسير ص ٣٦٦، ج٦، أبو حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان أثير الدين الأندلسي (المتوفى: 745هـ) دار الكتب العلميه-بيروت)

[2] (زاد المسير في علم التفسير ج٣ص ٢٥٥ جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597هـ) دار الكتاب العربي - بيروت)

وَعَن أبي هُرَيْرَة قَالَ: كَانَ أَصْحَاب رَسُول الله يرفعون أَبْصَارهم إِلَى السَّمَاء فِي الصَّلَاة, فَلَمَّا نزل قَوْله تَعَالَى: {قد أَفْلح الْمُؤْمِنونَ الَّذين هم فِي صلَاتهم خاشعون} رموا بِأَبْصَارِهِمْ إِلَى مَوَاضِع السُّجُود, وَعَن إِبْرَاهِيم النَّخعِيّ قَالَ: هُوَ السكن فِي الصَّلَاة۔

ترجمہ: خاشعون عاجزی کرنے والے ڈرنے والے کہا جاتا ہے کہ خشوع دل میں ڈرنا ہے۔ اس کی حقیقت نماز میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہونا ہے اور تذلل اختیار کرنا ہے... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خشوع نماز میں دائیں بائیں جانب نہ دیکھنا ہے اور حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نماز میں آسمان کی طرف دیکھتے تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ قول نازل فرمایا کہ وہ مومنین کامیاب اور کامل فلاح والے ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں تو انہوں نے اپنی نظروں کو اپنے سجدوں کی جگہ پر کر دیا۔ ابراھیم نخعی سے روایت ہے کہ فرمایا خشوع سکون ہی ہے نماز میں۔[1]

۳۹۔اختلفوا في الخشوع فمنهم من جعله من أفعال القلوب كالخوف والرهبة, ومنهم من جعله من أفعال الجوارح كالسكون وترک الالتفات ومنهم من جمع بين الأمرين, وهو الأولى. الی ان قال: وقال عطاء: هو أن تعبث بشيء من جسدک, لأن النبي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم - أبصر رجلاً يعبث بلحيته في الصلاة, فقال: و خشع قلب هذا لخشعت جوارحه وقال ابن الخطيب: وهو عندنا واجب۔اھ۔[2]

۴۰۔خاشعون وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کی جگہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا مشاہدہ کرتے ہیں صفت الٰہیہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد پر اللہ اللہ کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔[3]

۴۱۔حدثنا عبدالرزاق قال انا معمر الزهری فی قوله تعالیٰ فی صلاتهم خاشعون قال هو سکون المرء فی صلاته قال معمر وقال الحسن خائفون۔

حدثنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر قال قتادة الخشوع فی القلب۔

یعنی زھری فرماتے ہیں کہ خشوع نماز میں سکون ہی ہے کہ نمازی اپنی نماز میں سکون سے ہو اس کو معمر نے فرمایا حسن نے فرمایا کہ ڈرنے والے ہوں اور قتادہ نے فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے۔[4]

۴۲۔يشير الى ان الفلاح الحقيقى لايحصل بمطلق الايمان بل بالايمان الحقيقى المقيد بجميع الشرائط التى هى مذکورة فى الآية خاشعون بالظاهر والباطن اما الظاهر فخشوع الرأس بانتکاسه وخشوع العين بانغماضها عن الالتفات وخشوع الاذن بالتذلل للاستماع وخشوع اللسان للقرءة بالحضور, خشوع اليدين وضع اليمين على

[1] (تفسير القرآن ص ۴۰ أبو المظفر, منصور بن محمد بن عبد الجبار ابن أحمد المروزى السمعاني التميمي الحنفي ثم الشافعي (المتوفى: 489هـ))

[2] (اللباب في علوم الكتاب ص ۱۶۲ ج ۱۴ أبو حفص سراج الدين عمر بن علي بن عادل الحنبلي الدمشقي النعماني (المتوفى: 775هـ) دار الكتب العلمية - بيروت/لبنان)

[3] (تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن ج ۲ ص ۵۴۹ لابی محمد صدر الدین روزبهان بن ابی نصر البقلی المتوفی ۶۰۲ھ دار العلمیہ بیروت)

[4] (تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۱۲ متوفی ۲۱۱ھ دار الکتب العلمیہ بیروت)

الشمال بالتعظیم کالعبیدوخشوع الظھرانحناءہ فی الرکوع مستویاوخشوع الفرج بنفی الخواطرالشھوانیة وخشوع القدمین بثاتھماعلی الموضع وسکونھمامن الحرکة ۔واماالباطن فخشوع النفس سکونھاعن الخواطروالھواجس وخشوع القلب بملازمة الذکرودوام الحضوروخشوع السربالمراقبة فی ترک اللحظات الی المکونات وخشوع الروح استغراقه فی بحرالمحبة وذوبانه عندتجلی الجلال والجمال۔

ترجمہ : نجم الدین کبریٰ فرماتے ہیں کہ اشارہ کرتا ہے کہ مطلق ایمان سے آخرت کی کامیابی حاصل نہیں ہوتی بلکہ حقیقی ایمان ان شرائط کے ساتھ مقید ہے اس سے حاصل ہوتا ہے کہ ظاہر اور باطن خشوع کرنے والے ہوں جو کہ ظاہر ہے تو کانوں کا خشوع سننے کیلئے تابع کرنااورزبان کا خشوع پڑھنے کیلئے زور سے اور ہاتھوں کا خشوع دائیں کو بائیں ہاتھ پر رکھناادب کے ساتھ تعظیم سے اور پیٹھ کا خشوع رکوع میں برابر جھکنا ہے اور فرج کا خشوع شہوات کے خیالات کی نفی کرنا ہے اور پاؤں کا خشوع اپنی جگہ پر قائم رہنااور حرکت سے ساکت کرنا ہے اور خشوع باطن کا یہ ہے کہ نفس کو خواطر اور ھواجس تصورات سے ساکن کرنا ہے اور دل کا خشوع دوام ذکر اور ہمیشہ حضور قائم کرنا ہے اور سر کا خشوع مراقبہ سے اشیاءماکونہ ملحوظ نہ کرنااورروح کا خشوع اس کو محبت کے دریامیں ڈبونا ہے اور تجلی جلال وجمال کا محکوم رہنا ہے۔[1]

۴۳۔خاضعون بالقلب ساکنون بالجوارح۔

ترجمہ: دل میں عاجزی کرنے والے اور سارے انداموں کو ساکن رکھنے والے۔[2]

۴۴۔عن ابراھیم النخعی قال ھو السکون فی الصلاة۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خشوع نماز میں سکون ہی ہے۔[3]

۴۵۔وفی المرادبالخشوع فی الصلاة اربعة اقوال :احدھا مخبطون متواضعون لایلتفتون یمینا ولا شمالا ولا یرفعون ایدیھم فی الصلاة یجمعون الھمة ویعرضون عماسواللہ بقلوبھم ویتدبرون فی مایجری علی السنتھم من القرآن والذکرالخ۔

نماز میں خشوع کرنے سے مراد میں چاراقوال ہیں پہلا حال عاجزی کرنے والے زاری کرنے والے دائیں بائیں نہ دیکھنے والے اور نماز میں دائیں بائیں ہاتھ نہ اٹھانے والے مکمل ہمت کرتے ہوئے اپنے دلوں میں ماسوااللہ سے اعراض کرنے والے اور جو کچھ ان کی زبانوں پر جاری ہوتا ہے۔[4] (تفصیل کیلئے اصل کی طرف رجوع کریں۔)

---

[1] (التاویلات نجمیه فی الاشاری الصوفی تالیف الشیخ الامام احمدبن عمر نجم الدین الکبریٰ المتوفی ۶۱۸ھ)

[2] (البحر المديد في تفسير القرآن المجيد ج۵ ص۴، أبو العباس أحمد بن محمد بن المهدي بن عجيبة الحسني الأنجري الفاسي الصوفي (المتوفى: 1224هـ)المحقق: أحمدعبدالله القرشي رسلان، دار الكتب العلمیه بیروت)

[3] (تفسیر السمعانی لامام ابی مظفر منصور بن محمدالمروزی متوفی ۴۸۹ھ)

[4] (الجواھر فی تفسیر القرآن الکریم المسمی تفسیر طنطاوی جوھری تالیف الحکیم الشیخ طنطاوی جوھری مصری، دار الکتب العلمیه بیروت)

۴۶۔خاشعون خائفون متذللون له یلزمون ابصارھم مساجدھم ۔قولہ (روی انہ علیہ السلام کان یصلی رافعاالی السماءفلمانزلت رمی ببصرہ نحومسجدہ وانہ رأی رجلایعبث فقال لوخشع قلب ھذالخشعت جوارحہ)وخشوع الجوارح کنایۃعن سکونھا۔اھ۔

ڈرنے والے عاجزی کرنے والے اللہ تعالیٰ کیلئے جائے سجدہ کو نگاہ کرتے ہوئے اس کا یہ قول ۔مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نماز پڑھتے ہوئے آسمان کی دیکھتے تو مذکورہ آیت نازل ہوئی تو اپنی نظر کو جائے سجدہ پر کیااورآپ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ بے فائدہ کام کرتا ہے تو فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو ضرور اس کے اعضاء میں یعنی ہاتھ اور انگلیوں میں بھی خشوع ہوتااور اندا موں کا خشوع عبادت ہے اس کو ساکن کرنے اور نہ ہلانے اوراٹھانے سے جملہ اسمیہ کے ابلغیت کی وجہ اس کی دلالت کرتی ہے دوام ہمیشہ والی پر۔[1]

۴۷۔خاشعون :خاضعون بالقلب ساکنون بالجوارح۔

ترجمہ:خاشعون دل میں عاجزی کرنے والے اوراندا موں یعنی ہاتھ ،پاؤں ،انگلیاں ساکن کرنے والے اور نہ اٹھانے والے اور حرکت نہ کرنے والے۔[2]

۴۸۔فمنھم من جعلہ من افعال القلوب کالخوف والرھبۃ ومنھم من جعلہ من افعال الجوارح کالسکون۔

ترجمہ:کچھ مفسرین نے خشوع کو افعال قلب سے بتایاہے جیسے ڈرنا،عاجزی کرنااور کچھ نے اندا موں کے افعال سے بتایا جیسے سکون اور عدم حرکت۔[3]

۴۹۔والخشوع التطامن وسکون الاعضاءوالوقار۔

خشوع عبارت ہے اطمینان کرنے، اندا موں کے ساکن ہونے اور وقار سے۔[4]

۵۰۔ومنھم من جعلہ من أفعال الجوارح کالسکون وترک الالتفات۔

ترجمہ:ان میں کچھ علماءو مفسرین نے خشوع کو اندا موں کے افعال سے بتایاہے جیسے اندا موں کے ساکن ہونا اور ادھر ادھر نہ دیکھنا۔[5]

---

[1] (ج۱۳ص۱۳۶ حاشیہ قونوی علی تفسیر البیضاوی عصام الدین اسماعیل محمد الحنفی المتوفی ۸۸۰ھ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (درالاسرار فی تفسیر القرآن ج۳ص۹۳ تالیف لمفتی لدیار الشامیۃ محمد بن محمد الحسینی الحمزاوی الحنفی المتوفی ۱۳۰۵ھ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[3] (غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج۵ص۱۰۸ ، نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين القمي النيسابوري (المتوفى: 850هـ) دار الکتب العلمیہ - بیروت)

[4] (المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز ج۴ص۱۳۶ ،أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن بن تمام بن عطية الأندلسي المحاربي (المتوفى: 542هـ)دار الکتب العلمیۃ-بیروت)

[5] (تفسیر القاضی حاشیہ علی البیضاوی ،ج۶ص۱۴۵ شیخ زادہ محمد بن مصلح الدین الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ دار الکتب بیروت)

نوٹ: ناظرین عظام کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کی حالت میں مؤمنین کاملین کی صفت کامیابی نماز میں سکون اندام بیان فرمایا اور آپ ﷺ سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز میں خشوع کو ترجیح دیتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنے کے عمل کو چھوڑ کر سکون کی طرف مائل ہوتے ہوئے اپنی آنکھیں نیچے جھکایا کرتے تاکہ خشوع قائم رہے تو انگلی اٹھانا اور اشارہ کرنا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ اول تو ذخیرہ احادیث میں ایسی حدیث شریف جس میں صراحتاً مذکور ہو خواہ قولی ہو یا فعلی کہ مسبحہ اٹھانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی نفی اور اثبات وحدانیت کیلئے ہے موجود نہیں جو منسوخ نہ ہو اور قرآنی آیات کا مخالف نہ ہو اور جو احادیث فعلیہ دعاء اخلاص اور دعاء استغفار بارے میں ہے ان کو نفی اثبات پر محمول کرنا ایک توجیہ **الکلام بما لا یرضیٰ به قائله** یعنی کلام کا وہ معنی کرنا کہ بولنے والا اس پر راضی نہیں ہے دوسرا **واتو لکل ذی حق حقه۔ (القرآن)** کہ ہر حقدار کو اس کا حق دو کے خلاف تیسرا **ولا تقف ما لیس لک به علم (الآیة) ترجمہ:** اور تو اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہ ہو کی خلاف ورزی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ چوتھا یہ کہ خبر واحد یعنی حدیث پر نسخ قرآن جائز نہیں۔

عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ کلامی لا ینسخ کلام اللہ و کلام اللہ ینسخ کلامی و کلام اللہ ینسخ بعضه بعضا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کلام میرا نہیں نسخ کرتا کلام اللہ کو اور کلام اللہ نسخ کرتا ہے میرے کلام کو اور کلام اللہ نسخ کرتا ہے بعض اس کے بعض کو۔ اھ۔ اسی طرح منسوخ ناسخ نہیں نسخ نہیں کر سکتا۔[1]

احادیث کی طرف چلیئے:

(۱) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَا، وَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلاَ خُشُوعُكُمْ، وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي۔[2]

(۲) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: يَا فُلَانُ، أَلَا تُحْسِنُ صَلَاتَكَ؟ أَلَا يَنْظُرُ الْمُصَلِّي إِذَا صَلَّى كَيْفَ يُصَلِّي؟ فَإِنَّمَا يُصَلِّي لِنَفْسِهِ، إِنِّي وَاللهِ لَأُبْصِرُ مِنْ وَرَائِي كَمَا أُبْصِرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ۔

---

[1] (رواه الدارمی شرح مشکوۃ ص ۳۲ قبیل کتاب العلم)

[2] (الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = ج ١ ص ١٠٢ صحيح البخاري، باب الخشوع فی الصلاة، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، قديمى كتب خانه كراتشى باكستان)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی پھر پھرے تو فرمایا کہ اے فلان تم اپنی نماز کو کیوں اچھی طرح نہیں پڑھتے نماز پڑھنے والا نہیں دیکھتا ہے کہ کس طرح نماز پڑھتا ہے کیونکہ یہ تو نماز اپنے لئے پڑھتے ہو اللہ کی قسم میں پیچھے سے ضرور اسی طرح دیکھتا ہوں جیسا کہ آگے سے دیکھتا ہوں۔[1]

(۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا؟ فَوَاللهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ، وَلَا سُجُودُكُمْ إِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ میرا قبلہ اس طرف ہے اللہ کی قسم ہے کہ آپ کا رکوع اور خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں اور میں ضرور آپ کو اپنی پیٹھ کی طرف سے دیکھتا ہوں۔[2]

یہ بھی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا آپ دیکھتے ہیں کہ میرا منہ اس طرف ہے (یعنی آگے کی طرف) مگر اللہ کی قسم مجھ سے آپ کا رکوع اور سجدہ مخفی نہیں۔ میں ضرور اپنی پیٹھ کی طرف سے آپ کو دیکھتا ہوں۔

وَقُومُوا لِلهِ قٰنِتِينَ ﴿بقرۃ ۲۳۸﴾

اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔ یعنی نماز میں خاموش رہنا لازم ہے۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید نے محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ نماز میں اپنی ضروریات کے بارے میں (ایک دوسرے سے) بات کر لیا کرتے تھے جیسے اہل کتاب اپنی ضروریات کے بارے میں بات کر لیا کرتے تھے۔

یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَقُومُوا لِلهِ قٰنِتِينَ ﴿بقرۃ ۲۳۸﴾

تو انہوں نے نماز میں بات کرنا چھوڑ دیا۔[3]

(۴) وَأخرج وَكِيع وَأحمد وَسَعِيد بن مَنْصُور وَعبد بن حميد وَالْبُخَارِيّ وَمُسلم وَأَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ وَالنَّسَائِيّ وَابْن جرير وَابْن خُزَيْمَة والطَّحَاوِي وَابْن الْمُنْذر وَابْن أبي حَاتِم وَابْن حبَان وَالطَّبَرَانِيّ وَالْبَيْهَقِيّ عَن زيد بن أسلم قَالَ:

---

[1] (صحيح مسلم ج ١ ص ١٨٠، بَابُ الْأَمْرِ بِتَحْسِينِ الصَّلَاةِ وَإِتْمَامِهَا وَالْخُشُوعِ فِيهَا، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ) قدیمی کتب خانہ کراچی)

[2] (صحيح مسلم ج ١ ص ١٨٠، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ) قدیمی کتب خانہ کراچی)

[3] (تفسیر درمنثور اردو دار الاشاعت کراچی ص ٦٧ ج ١)

كُنَّا نتكلم على عهد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي الصَّلَاة يكلم الرجل منا صَاحبه وَهُوَ إِلَى جنبه فِي الصَّلَاة حَتَّى نزلت {وَقومُوا الله قَانِتين} فَأمرنَا بِالسُّكُوتِ ونهينا عَن الْكَلَام۔

ترجمہ: وکیع، احمد، سعید بن منصور، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابوداوٗد، نسائی، ترمذی، ابن جریر، ابن خزیمہ، طحاوی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، بیہقی رحمہم اللہ نے زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نماز میں بات کر لیا کرتے تھے ہم میں سے کوئی آدمی اپنے پہلو والے ساتھی سے نماز میں بات کر لیا کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی {وَقومُوا الله قَانِتين} (اس کے بعد) ہم کو (نماز میں) خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور باتیں کرنے سے روک دیا گیا۔[1]

(۵) وَأخرج الطَّبَرَانِيّ عَن ابْن عَبَّاس فِي قَول الله {وَقومُوا الله قَانِتين} قَالَ: كَانُوا يَتَكَلَّمُونَ فِي الصَّلَاة يَجِيء الرجل إِلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاة فيكلمه بحاجته فنهوا عَن الْكَلَام۔

ترجمہ: طبرانی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول {وَقومُوا الله قَانِتين} کے بارے میں فرمایا کہ لوگ نماز میں بات کیا کرتے تھے۔ ایک آدمی کا خادم اس کے پاس (کسی کام کی غرض سے) آتا اور وہ آدمی نماز میں ہوتا تو وہ اپنے خادم کو اپنا کام بتا دیتا تھا۔ اب کلام کرنے سے روک دیا گیا۔[2]

(۶) وَأخرج عبد بن حميد وَابْن جرير عَن عَطِيَّة قَالَ: كَانَ يأمرون فِي الصَّلَاة بحوائجهم حَتَّى أنزلت {وَقومُوا الله قَانِتين} فتركوا الْكَلَام فِي الصَّلَاة۔

ترجمہ: عبد بن حمید، ابن جریر نے عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لوگ نماز میں (آپس میں) اپنی اپنی ضروریات کا حکم دیا کرتے تھے یہاں تک کہ (یہ آیت) {وَقومُوا الله قَانِتين} نازل ہوئی تو لوگوں نے نماز میں بات کرنا چھوڑ دیا۔[3]

(۷) وَأخرج عبد الرَّزَّاق فِي الْمُصَنّف وَعبد بن حميد وَابْن جرير وَابْن الْمُنْذر عَن مُجَاهِد قَالَ: كَانُوا يَتَكَلَّمُونَ فِي الصَّلَاة وَكَانَ الرجل يَأْمر أَخَاهُ بِالْحَاجةِ فَأنْزل الله {وَقومُوا الله قَانِتين} فَقطعُوا الْكَلَام فالقنوت السُّكُوت والقنوت الطَّاعَة۔

ترجمہ: عبدالرزاق نے المصنف میں عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لوگ نماز میں (آپس میں) باتیں کر لیا کرتے تھے اور ایک آدمی اپنے بھائی کو اپنی ضرورت کا حکم کر لیا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

---

1 (الدر المنثور ص ۶۴۳ ج ۱، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))

2 (الدر المنثور، ص ۶۴۳ ج ۱، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))

3 (الدر المنثور، ص ۶۴۳ ج ۱، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))

نازل فرمائی۔{وَقومُوا لله قَانِتِينَ} توپھرلوگوں نے بات کرنا چھوڑدی۔سو قنوت سے مراد ہے سکوت یعنی خاموشی اور قنوت سے مراد ہے اطاعت۔[1]

(۸)وَأخرج ابْن جرير من طَرِيق السّديّ عَن مرّة عَن ابْن مَسْعُود قَالَ كُنَّا نقوم فِي الصَّلَاة فنتكلم ويسارر الرجل صَاحبه ويخبره ويردون عَلَيْهِ إِذا سلم حَتَّى أتيت أَنا فَسلمت فَلم يردوا عليّ السَّلَام فَاشْتَدَّ ذَلِك عليّ فَلَمَّا قضى النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم صلَاته قَالَ: إِنَّه لم يَمْنعنِي أَن أرد عَلَيْك السَّلَام إِلَّا أَن أمرنَا أَن نقوم قَانِتِينَ لَا نتكلم فِي الصَّلَاة والقنوت السُّكُوت۔

ترجمہ:ابن جریر سدی کے طریق سے انہوں نے ابن مرہ سے اورانہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ(جب) ہم نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو(نماز میں)بات کرلیتے تھے اورایک آدمی اپنے ساتھی سے سرگوشی کرتا تھاجب کوئی سلام کرتا تھاتولوگ اس کاجواب دیتے تھے(نماز میں ہوتے ہوئے)یہاں تک کہ میں آیااور میں نے بھی(حسب معمول نمازی کو)سلام کیاانہوں نے میرے سلام کاجواب نہ دیا۔یہ بات مجھ پر گراں گزری۔جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی نماز مکمل فرمائی تو(مجھ سے)فرمایاتیرے سلام کاجواب دینے میں مجھے کسی بات نے نہیں روکامگریہ ہم کو(اب)یہ حکم دیاگیاہے کہ ہم نماز میں خاموش رہیں کوئی بات نہ کریں اور قنوت کامعنی ہے خاموش رہنا۔[2]

(۹)وَأخرج ابْن جرير من طَرِيق زر عَن ابْن مَسْعُود قَالَ كُنَّا نتكلم فِي الصَّلَاة فَسلمت على النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَلم يرد عَليّ فَلَمَّا انْصَرف قَالَ: قد أحدث الله أَن لَا تتكلموا فِي الصَّلَاة وَنزلت هَذِه الْآيَة {وَقومُوا لله قَانِتِينَ}۔

ترجمہ:ابن جریر نے زر کے طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیاکہ ہم نماز میں بات کر لیا کرتے تھے۔(ایک دن)میں نے(نماز میں)نبی اکرم ﷺ کوسلام کیاتو آپ ﷺ نے مجھے جواب نہ دیاجب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا (اب)اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایاہے کہ ہم نماز میں بات نہ کریں یہ آیت نازل ہوئی: {وَقومُوا لله قَانِتِينَ}[3]

(۱۰)وَأخرج ابْن جرير من طَرِيق كُلْثُوم بن المصطلق عَن ابْن مَسْعُود قَالَ: إِن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم كَانَ عوّدني أَن يرد عليّ السَّلَام فِي الصَّلَاة فَأَتَيْته ذَات يَوْم فَسلمت فَلم يرد عَليّ وَقَالَ: إِن الله يحدث من أمره مَا شَاءَ وَإنَّهُ قد أحدث لكم فِي الصَّلَاة أَن لَا يتَكَلَّم أحد إِلَّا بِذكر الله وَمَا يَنْبَغِي من تَسْبِيح وتمجيد {وَقومُوا لله قَانِتِينَ}۔

---

[1] (الدر المنثور، ص ۵۴۳ ج ۱ ، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911هـ))

[2] (الدر المنثور، ص ۵۴۳ ج ۱ ، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911هـ))

[3] (الدر المنثور، ص ۵۴۳ ج ۱ ، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911هـ))

ترجمہ: ابن جریر نے کلثوم بن المطلق کے طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا نبی کریم ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ وہ نماز میں میرے سلام کا جواب عنایت فرمایا کرتے تھے ایک دن میں آیا اور (حسب معمول) میں نے (نماز میں) سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب نہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور اب تمہارے لیے یہ حکم فرمایا ہے کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ نماز میں کوئی (دوسری) بات نہ کرے اور اس کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی حمد ہونی چاہیئے۔ وَقُومُوا لِلهِ قٰنِتِينَ ﴿بقرۃ ۲۳۸﴾ اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔[1]

(۱۱) وَأخرج عبد بن حميد وَأَبُو يعلى من طَرِيق الْمسيب عَن ابْن مَسْعُود قَالَ: كُنَّا يسلم بَعْضنَا على بعض فِي الصَّلَاة فمررت بِرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَسلمت عَلَيْهِ فَلم يرد عَليّ فَوَقع فِي نَفسِي أَنه نزل فيّ شَيْء فَلَمَّا قضى النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم صلَاته قَالَ وَعَلَيْك السَّلَام أَيهَا الْمُسلم وَرَحْمَة الله إِن الله يحدث فِي أمره مَا يَشَاء فَإِذا كُنْتُم فِي الصَّلَاة فاقنتوا وَلَا تتكلموا۔

ترجمہ: عبد بن حمید، ابو یعلی نے المسیب کے طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم میں سے بعض، بعض کو نماز میں سلام کر لیتے تھے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا (آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے) میں نے (حسب معمول) آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے مجھے جواب نہ دیا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ میرے بارے میں کوئی چیز نازل ہو گئی ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ اپنی نماز پوری کر چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا "وعلیک السلام ایها المسلم ورحمة الله" اللہ تعالیٰ اپنے کام میں جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے (اب) جب تم نماز میں ہو تو خاموش رہو اور کوئی بات نہ کرو۔[2]

(۱۲) وَأخرج ابْن أبي حَاتِم عَن ابْن مَسْعُود قَالَ: القانت الَّذِي يطيع الله وَرَسُوله۔

ترجمہ: ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قانت وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔[3]

(۱۳) وَأخرج ابْن أبي حَاتِم عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {وَقومُوا الله قَانِتِينَ} قَالَ: مصلين۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ "وَقومُوا لله قَانِتِينَ" سے مراد نماز پڑھنے والے ہیں۔[4]

---

[1] (الدر المنثور، ص ۵۴۳-۵۴۴ ج ۱، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))

[2] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱ (نسخه دیگر ۳۰۶) عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))

[3] (الدر المنثور، ص ۵۴۳ ج ۱، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))

[4] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))

(۱۴)وَأخرج ابْن جرير عَن ابْن عَبَّاس فِي الْآيَة قَالَ: كل أهل دين يقومُونَ فِيهَا عاصين فَقومُوا أَنْتُم لله مُطِيعِينَ۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ ہر دین والے اس(نماز)میں کھڑے ہوتے ہیں نافرمان بن کر، اور تم کھڑے ہو جاؤ اللہ کیلئے فرمانبردار بن کر۔[1]

(۱۵)وَأخرج ابْن أبي شيبَة فِي المُصَنّف عَن الضَّحَّاك فِي قَوْله {وَقومُوا الله قَانِتِينَ} قَالَ: مُطِيعِينَ لله فِي الْوضُوء۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ {وَقومُوا الله قَانِتِينَ} سے مراد ہے وضو میں اللہ تعالیٰ کیلئے فرمانبرداری کرنے والے۔[2]

(۱۶)وَأخرج ابْن جرير عَن ابْن زيد فِي الْآيَة قَالَ: إِذا قُمْتُم فِي الصَّلَاة فاسكتوا وَلَا تكلمُوا أحدا حَتَّى تفرغوا مِنْهَا وَالْقَانِت الْمُصَلِّي الَّذِي لَا يتَكَلَّم۔

ترجمہ :ابن جریر نے ابن زید رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ جب تم نماز میں کھڑے ہو جاؤ تو خاموش رہو کسی سے بات نہ کرو یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جاؤ اور قانت وہ نماز پڑھنے والا ہے جو بات نہیں کرتا۔[3]

(۱۷)وَأخرج سعيد بن مَنْصُور وَعبد بن حميد وَابْن جرير وَابْن الْمُنْذر وَابْن أبي حَاتِم والأصبهاني فِي التَّرْغِيب وَالْبَيْهَقِيّ فِي شعب الإِيمان عَن مُجَاهِد فِي قَوْله {وَقومُوا لله قَانِتِينَ} قَالَ: من الْقُنُوت الرُّكُوع والخشوع وَطول الرُّكُوع يَعْنِي طول الْقيام وغض الْبَصَر وخفض الْجنَاح والرهبة لله كَانَ الْفُقَهَاء من أَصْحَاب مُحَمَّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِذا قَامَ أحدهم فِي الصَّلَاة يهاب الرَّحْمَن سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَن يلْتَفت أَو يقلب الْحَصَى أَو يشد بَصَره أَو يعبث بِشَيْء أَو يحدث نَفسه بِشَيْء من أَمر الدُّنْيَا إِلَّا نَاسِيا حَتَّى ينْصَرف۔

ترجمہ:سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، اصبہانی نے ترغیب میں، بیہقی نے شعب الایمان میں مجاہد رحمہ اللہ سے {وَقومُوا الله قَانِتِينَ} کے بارے میں روایت کیا کہ قنوت میں سے ہے لمبا رکوع کرنا یعنی لمبا قیام کرنا، نگاہ کو پست کرنا، پہلوؤں کو پست کرنا اور خوف کا طاری ہونا، اصحاب محمد ﷺ کے فقہاء میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا تھا تو وہ رحمٰن سبحانہٗ وتعالیٰ سے ڈرتا تھا ادھر ادھر توجہ کرنے سے یا کنکریوں کو الٹ پلٹ کرنے سے یا اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو تاڑنے سے یا کسی چیز سے کھیلنے سے یا دنیا کے کاموں میں سے کسی کام کے بارے میں سوچنے سے مگر بھول کر یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتا۔[4]

---

[1] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱، دیگر ۳۰۶، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911ھ))

[2] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱، دیگر ۳۰۶، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911ھ))

[3] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱، دیگر ۳۰۶، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911ھ))

[4] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱، دیگر ۳۰۶، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911ھ))

(۱۷)وَأخرج الْأَصْبَهَانِيّ فِي التَّرْغِيب عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله{وَقومُوا الله قَانِتِين}قَالَ: كَانُوا يَتَكَلَّمُونَ فِي الصَّلَاة ويأمرون بِالْحَاجةِ فنهوا عَن الْكَلَام والالتفات فِي الصَّلَاة وَأمروا أَن يخشعوا إِذا قَامُوا فِي الصَّلَاة قَانِتِينَ خاشعين غير ساهين وَلَا لاهين۔

ترجمہ: اصبہانی نے ترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے {وَقومُوا لله قَانِتِينَ} کے بارے میں روایت کیا کہ لوگ نماز میں باتیں کرلیا کرتے تھے اوراپنی حاجت کا حکم کرلیا کرتے تھے اب ان کو نماز میں باتیں کرنے اورادھرادھر متوجہ ہونے سے روک دیا گیااور حکم دیا گیا کہ جب نماز میں کھڑے ہوں توخشوع اختیار کریں غافل اور لاپرواہ ہوکر کھڑے نہ ہوں۔[1]

(۱۸)وَأخرج ابْن أبي شيبَة وَمُسلم وَالتِّرْمِذِيّ وَابْن ماجة عَن جَابر قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أفضل الصَّلَاة طول الْقُنُوت۔

ترجمہ: ابن ابی شیبہ ، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ افضل نمازوہ ہے جس کی قنوت لمبی ہو(قیام لمبا ہو)۔مطلب یہ ہے کہ نماز میں پہلے سلام، کلام اور جواب سلام دونوں ہاتھوں سے اورانگلی سے۔یہ سب کام جائز تھے جو کہ بعد میں منسوخ ہوئے اس لئے ناسخ اور منسوخ جاننا چاہیئے۔[2]

(۱۹)وَأخرج البُخَارِيّ وَمُسلم وَأَبُو دَاوُد وَابْن ماجة عَن ابْن مَسْعُود قَالَ كُنَّا نسلم على رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَهُوَ فِي الصَّلَاة فيرد علينا فَلَمَّا رَجعنَا من عِنْد النَّجَاشِيّ سلّمنا عَلَيْهِ فَلم يرد علينا فَقُلْنَا يَا رَسُول الله كُنَّا نسلم عَلَيْك فِي الصَّلَاة فَترد علينا فَقَالَ: إِن فِي الصَّلَاة شغلاً۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے اورآپ ﷺ ہم کو جواب عنایت فرمایا کرتے تھے۔جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے توہم نے آپ ﷺ کو سلام کیا(نماز کی حالت میں) مگر آپ ﷺ نے جواب عنایت نہ فرمایا(نماز کے بعد)ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ!ہم نماز میں کو آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے اورآپ ﷺ اس کا جواب عنایت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایابے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔(اللہ کے ذکر سے)[3]

(۲۰){وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ}فَأَمَرَ فِيهَا بِالدَّوَامِ عَلَى الْخُشُوعِ وَالسُّكُونِ وَالْقِيَامِ۔

[1] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱ ،دیگر ۳۰۶،عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ))
[2] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱ ،دیگر ۳۰۶،عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ))
[3] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱ ،دیگر ۳۰۶،عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ))

ترجمہ:تو امر کیا گیا اس آیت مبارکہ میں {وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} خشوع اور سکون اور قیام کے دوام پر۔[1]

(۲۱)وقوموا لله في صلاتكم خاشعين، خافضي الأجنحة۔

ترجمہ:اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے اور پہلوؤں کو پست کرنے کی حالت میں کھڑے ہو جاؤ۔[2]

(۲۲){وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} أَيْ: خَاشِعِينَ ذَلِيلِينَ مُسْتَكِينِينَ بَيْنَ يَدَيْهِ۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع کرنے والے عاجزی کرنے والے کھڑے ہو جاؤ۔[3]

(۲۳)وقيل خاشعين۔

ترجمہ:اور کہا گیا کہ خشوع کرنے والے۔[4]

(۲۴)ایضاً شیخ زادہ۔[5]

(۲۵)قوله قانتين۔وقال مجاهد خاشعين۔

(تفسیر بغوی ج ۱ ص ۱۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت، تفسیر قرطبی ج۳ ص ۲۱۴ بیروت میں بھی مجاہد سے یہی معنی نقل کیے ہیں جیسا کہ ذکر ہوا)۔

قانتين ذاکرين الله تعالیٰ فی القيام مداومين علی الفراعة والخشوع يعنی قانتين

معنی ذکر کرنے والے اللہ تعالی کا قیام میں اور ہمیشہ کرنے والے ہوں عاجزی اور خشوع کا یعنی نماز میں سکون کرنے والے۔[6]

قانتين:قيل هو الخشوع۔قاله ابن عمر و مجاهد۔

ابن عمر اور مجاہد نے فرمایا کہ یہ نماز میں ہمیشہ خشوع یعنی سکون اور عدم حرکت اختیار کرو۔[7]

القول الرابع:وهو قول مجاهد:القنوت عبارة عن الخشوع وخفض الجناح وسكون الاطراف وترک الالتفات من هيبة الله تعالیٰ الخ۔

---

[1] (أحكام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۵۴۴، دار الكتب العلمية بيروت-لبنان)

[2] (جامع البيان في تأويل القرآن-تفسیر طبری، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى:310هـ))

[3] (تفسير القرآن العظيم لابن كثير ج ۱ ص ۲۹۵، دار الفكر)

[4] (تفسير أبي السعود = إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم، ج ۱ ص ۲۳۵، أبو السعود العمادي محمد بن محمد بن مصطفى (المتوفى: 982هـ) دار إحياء التراث العربي-بيروت)

[5] (شيخ زاده ج ۲ ص ۵۸۸ دار إحياء التراث العربي-بيروت)

[6] (تفسیر منیر ج ۱ ص ۷۶۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[7] (تفسیر فتح القدیر لشوکانی ج ۱)

ترجمہ: چوتھا مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قنوت خشوع پہلو کو جھکانا پست کرنا اور اندا موں کو ساکن کرنا یعنی نہ ہلانا ادھر ادھر نہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کی ہیبت کی وجہ سے۔[1]

(۲۶) ومن القنوت أيضا طول الركوع والسجود وغض البصر والهدوء في الصلاة وخفض الجناح والخشوع فيها وكان العلماء إذا قام أحدهم يصلي يهاب الرحمن أن يلتفت أو يقلب الحصى أو يعبث بشيء أو يحدث نفسه بشيء من أمور الدنيا إلاّ ناسيا۔

ترجمہ: قنوت کا ایک معنی اس طرح کیا گیا ہے سجدہ اور رکوع کو لمبا کرنا اور نگاہ کو پست کرنا اور نماز میں ساکن رہنا اور دونوں پہلوؤں کو پست کرنا اور خشوع (نماز میں) اختیار کرنا (نماز میں حرکت نہ کرنا) اور علماء جب ان میں سے کوئی ایک نماز کیلئے کھڑا ہوتا تو اس پر خوف خدا طاری ہو جاتا تھا (اور اس خوف خدا کی وجہ سے وہ ادھر ادھر تو کرنے سے یا کنکریوں کو الٹ پلٹ کرنے سے یا کسی چیز سے کھیلنے سے یا دنیا کے کاموں کے میں سے کسی کام کے بارے میں سوچنے سے یعنی باتیں کرنے سے) مگر بھول کر۔[2]

(۲۷) اسی طرح تفسیر اللباب فی علوم الکتاب میں بھی بیان ہے۔[3]

(۲۸) تفسیر البحر المحیط میں مجاہد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ قانتین بمعنی خاشعین ہے۔ (یعنی اندا موں کو نماز میں ساکن رکھنا)۔[4]

(۲۹) تفسیر بیضاوی میں ہے اور کہا گیا کہ قانتین بمعنی خاشعین ہے یعنی سکون اختیار کرنے والے۔[5]

(۳۰) تفسیر ملا علی قاری میں ہے کہ:

(قانتين) ذاكرين ومطيعين أو خاضعين خاشعين۔

یعنی ذکر کرنے والے تابعداری کرنے والے اور عاجزی کرنے والے اور اندا موں کو ساکن کرنے والے۔[6]

(۳۱) تفسیر روائع التفاسیر النکف والعیون تفسیر الماوردی میں ہے کہ:

والثالث: خاشعين نهيا عن العبث والتفلت وهو قول مجاهد، والربيع ابن انس۔

---

[1] (تفسیر کبیر لفخر الدین الرازی ج ۲ ص ۳۸۸ مکتبہ علوم اسلامیہ لاھور)

[2] (تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۸۱ دار الکتب العربیہ پشاور)

[3] (تفسیر اللباب فی علوم الکتاب ج ۴ ص ۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[4] (تفسیر البحر المحیط ج ۲ ص ۲۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[5] (تفسیر بیضاوی ص ۱۵۷ میر کتب خانہ کراچی)

[6] (تفسیر ملا علی قاری ج ۱ ص ۲۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی تیسرا معنٰی مجاہد اور ربیع بن انس نے فرمایا خشوع کرنے والا اور عبث اور ادھر ادھر دیکھنے سے منع کو کہتے ہیں۔[1]

(۳۲) (تفسیر الوسیط ج ۱ ص ۳۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت) کی عبارات اور تفسیر درالمنثور کی عبارت تقریباً ایک جیسی ہے جو نمبر ۱۵ میں مذکور ہوا ہے۔

(۳۳)قالوا:ان فی القنوت معنی المداومة علی الضراعة والخشوع ،أی قوموا ملتزمین لخشیة اللہ تعالیٰ واستشعار هیبة وعظمته۔

ترجمہ: علماء نے کہا تحقیق کے ساتھ قنوت میں خشوع اور عاجزی پر ہمیشگی کا معنی پایا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے خوف کو لازم کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں کھڑے رہو اور اس کی عظمت اور اس کی ہیبت سے باخبر رہو۔[2]

(۳۴)عبارت اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ ۱۵ نمبر میں موجود ہے تقریباً دونوں ایک جیسی ہیں۔[3]

(۳۵)اور کہا گیا ہے کہ قانتین بمعنی خاشعین ہیں۔[4]

(۳۶){وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ}مطیعین امرنا بالسکوت فی صلاتهم خاضعین خاشعین۔

ترجمہ: یعنی اطاعت کرنے والے اور ہمیں امر کیا گیا ہے نماز میں خشوع،عاجزی اور ساکت رہنے کا۔[5]

(۳۷) (تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۱ ص ۶۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت) کی عبارت اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ پہلے ۱۵ نمبر پر مذکور ہوئی ہے تقریباً دونوں ایک جیسی ہیں۔

(۳۸)فامرنا بالسکوت وقال مجاهد معنی قانتین خاشعین۔

یعنی جب {وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} نازل ہوئی تو ہمیں ساکت رہنے کا حکم ہوا اور مجاہد نے فرمایا کہ قانتین کا معنٰی خاشعین یعنی ساکن رہنے کا ہے۔[6]

(۳۹) مجاہد نے فرمایا کہ **قانتین** کا معنٰی **خاشعین** ہے۔[7]

(۴۰) چوتھا معنٰی **قنوت** کا خشوع ہے یعنی اندا موں کو ساکن رہنے کا ہے۔[8]

---

1 (تفسیر روائع التفاسیر النکف والعیون تفسیر الماوردی ج ۱ ص ۳۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)

2 (تفسیر القرآن الحکیم الشهیر بالتفسیر المنار ج ۲ ص ۳۰۳ دار الفکر بیروت)

3 (تفسیر ابن ابی حاتم الرازی المسمی التفسیر بالماثور ج ۱ ص ۳۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

4 (تفسیر حاشیة القونوی آرا تفسیر البیضاوی جلد 5 صفحہ ص ۳۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

5 (تفسیر تاویلات اهل السنة-تفسیر الماتریدی ج ۲ ص ۲۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

6 (تفسیر المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ج ۱ ص ۳۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

7 (تفسیر الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۱۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

8 (تفسیر احکام القرآن لابن عربی ج ۱ ص ۳۲۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴۱)(تفسیر الکشف و البیان فی تفسیر القرآن المعروف بتفسیر الثعلبی ج ۱ ص ۳۸۷ دار الکتب العلمیہ بیروت) کی عبارت اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ پہلے ۱۵ نمبر پر مذکور ہے دونوں تقریباً ایک جیسی ہیں۔

(۴۲)(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۵۷ ۱ دار الفکر بیروت) کی اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ پہلے ۱۵ نمبر پر مذکور ہے دونوں تقریباً ایک جیسی ہیں۔

(۴۲)(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۵۷ ۱ دار الفکر بیروت) کی اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ پہلے ۱۵ نمبر پر مذکور ہے دونوں تقریباً ایک جیسی ہیں۔

(۴۳)(تفسیر مظهری ج ۱ ص ۳۳۷ حافظ کتب خانه کوئٹه) کی اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ پہلے ۱۵ نمبر پر مذکور ہے دونوں تقریباً ایک جیسی ہیں۔

(۴۴){وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} أي استحضروا وجودكم كله عند الصلاة, وأدوها قياما في خشوع، وخضوع، وسكون!۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کھڑے رہو اللہ کیلئے اس حال میں کہ قانتین ہو بھی اپنے وجود (جسم) کو نماز کے ادا کرنے کے حالت میں سب کے سب حاضر کرو اور اس کو ادا کرو سکون، عاجزی، خشوع اور قیام کے حالت میں۔[1]

(۴۵) تفسیر روح البیان کی عبارت بھی تفسیر در منثور کی عبارت سے ملتی جلتی ہے جو کہ نمبر ۱۵ میں ذکر ہوا ہے۔[2]

(۴۶) تفسیر القرآن العظیم المسمیٰ اولیٰ ماقیل فی آیات التنزیل میں ہے یعنی اللہ کیلئے خشوع کرتے ہوئے نماز ادا کرو۔[3]

(۴۷)تفسیر القرآن العظیم المسمیٰ بتفسیر الرحمٰن وتیسیر المنان میں ہے یعنی اللہ کیلئے خاشعین وذاکرین کھڑے رہو نماز کی حالت میں۔[4]

(۴۸)تفسیر تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر الکلام المنان میں ہے:

{وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} أي: ذليلين خاشعين, ففيه الأمر بالقيام والقنوت والنهي عن الكلام، والأمر بالخشوع، هذا مع الأمن والطمأنينة۔

---

[1] (تفسیر القرآنی للقرآن ج ۲ ص ۲۸۶ دار الفکر عربی بیروت)

[2] (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۷۳ دار الاحیاء بیروت)

[3] (تفسیر القرآن العظیم المسمیٰ اولیٰ ماقیل فی آیات التنزیل، ج ۲ ص ۳۴۴ مطبوعة اروقة اردن)

[4] (تفسیر القرآن العظیم المسمیٰ بتفسیر الرحمٰن وتیسیر المنان، ج ۱ ص ۸۶ مطبوعة بولاق مصر)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کیلئے نماز میں حقیر ذلیل اور خشوع کرنے والے کی حالت میں کھڑے ہو۔ اس میں حکم ہے قیام اور عاجزی کا اور منع ہے باتیں کرنے سے اور سکون کا حکم ہے امن اور اطمینان کے ساتھ۔[1]

(۴۹) الهداية إلى بلوغ النهاية فی علم معانی القرآن میں ہے یعنی نماز میں رکوع اور خشوع ہے۔[2]

(۵۰) (ذخيرة الدارين على تفسير جلالين ج ا ص ۲۱۴ مكتبه عربيه كوئٹه) میں بھی اسی طرح مذکور جیسا کہ اس سے پہلے الهداية إلى بلوغ النهاية فی علم معانی القرآن میں مذکور ہے۔

آیت نمبر ۳ اور ۴:

فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ﴿بقرة ۱۴۴﴾

ترجمہ: اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ﴿بقرة ۱۵۰﴾

ترجمہ: اور اے محبوب تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔

اخرج الطبرانی عن معاذ بن جبل قال رسول اللہ ﷺ بعد ان قدم المدينة إلى بيت المقدس سبعة عشر اشهرا ثم انزل اللہ انه امره فيها بالتحول الى الكعبة فقال: قد نرى تقلب وجهک فی السماء الخ الاية۔ (سبعة عشر شهرا ثم انزل الله انه امره فيها)

ترجمہ: امام طبرانی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور ان کو کعبہ کی طرف پھر جانے کا حکم فرمایا:

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِي السَّمَآءِ ﴿بقرة ۱۴۴﴾[3]

والمراد باطراف رجليه رؤوس أهمابعدها وأراد بذكره هنا مشروعية الاستقبال بجميع مايمكن من الاعضاء۔[4]

قَالَ مُجَاهِدٌ وَغَيْرُهُ: نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ بَنِي سَلَمَةَ وَقَدْ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَكْعَتَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ، فَتَحَوَّلَ فِي الصَّلَاةِ وَاسْتَقْبَلَ الْمِيزَابَ وَحَوَّلَ الرِّجَالُ مَكَانَ النِّسَاءِ، وَالنِّسَاءُ مَكَانَ الرِّجَالِ، فَسُمِّيَ ذَلِکَ الْمَسْجِدُ مَسْجِدَ الْقِبْلَتَيْنِ۔

---

[1] (تفسير تيسير الكريم الرحمٰن فی تفسير الكلام المنان، ج ا ص ۸۹ مطبوعة دار ابن حزم بيروت)

[2] (الهداية إلى بلوغ النهاية فی علم معانی القرآن دار الكتب العلميه بيروت، ج ا ص ۲۰۱)

[3] (باب فضل استقبال استقبال القبلة يستقبل باطراف رجليه القبلة قاله ابو حميد عن النبی ﷺ بخاری ج ا ص ۵۶ قديمی كتب خانه كراچی)

[4] (فتح الباری ج ا ص ۶۴۳ دار السلام الرياض اور حاشیہ بخاری ج ا حاشیہ نمبر ۴ جیسے کہ آپ ﷺ نے یہ حکم دیا)

ترجمہ: مجاہد وغیرہ نے فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ مسجد بن سلمۃ میں تھے اور تحقیق کے ساتھ آپ ﷺ نے اصحاب کیلئے نماز ظہر سے دو رکعت ادا فرما چکے تھے تو نماز ہی میں حضور ﷺ پھرے اور قبلہ کی طرف چہرہ کر دیا اور عورتیں مردوں کی جگہ اور مرد عورتوں کی جگہ کو چل دیئے اور اس مسجد کا نام مسجد ذو قبلتین رکھ دیا گیا۔[1]

رُوِي عن البراء بن عازبٍ أن نبي الله صلى الله عليه وسلم قدِم المدينةَ فصلّى نحوَ بيت المقدس ستة عشرة شهراً ثم وُجِّه إلى الكعبة، اھ۔

ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف سولہ مہینے نماز پڑھی۔ اس کے بعد کعبہ شریفہ کو منہ پھیر دیا۔[2]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ، وَالْمَسْجِدُ قِبْلَةٌ لِأَهْلِ الْحَرَمِ، وَالْحَرَمُ قِبْلَةٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ فِي مَشَارِقِهَا وَمَغَارِبِهَا مِنْ أُمَّتِي۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل مسجد کا قبلہ بیت اللہ ہے اور اہل حرم کا قبلہ مسجد ہے اور حرم کے باشندوں کیلئے حرم قبلہ ہے خواہ وہ مشرق کی طرف ہو یا کہ مغرب کی طرف میری امت میں سے۔[3]

فَوَلِّ وَجْهَکَ تولية الوجه المكان: جعله قبالته وأمامه، والمراد بالوجه: جملة البدن، أي استقبل بوجهک في الصلاة نحو الكعبة. شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرامِ وجهته أو ناحيته۔

ترجمہ: چہرہ مبارک کو پھیر دو، چہرہ پھیرنا مکان کی طرف اور اس کے آگے اور سامنے کر دو اور چہرے سے مراد تمام کے تمام بدن یعنی اپنے چہرے کو پھیر دو نماز میں کعبہ کی طرف۔[4]

أطلق الوجه، وأريد به الذات، من قبيل المجاز المرسل، من باب إطلاق الجزء وإرادة الكل۔

ترجمہ: آیت مبارکہ میں چہرے کا ذکر ہے اور اس سے مراد ذات یعنی کل بدن ہے یہ مجاز مرسل کے قبیلے میں سے جزء ذکر کر کے اس سے کل مراد کرنے کے باب سے ہے۔ ففهم۔[5]

وفي صحيح البخاري من حديث البراء بن عازب انه صلى الله عليه وسلم صلى أول صلوة صلاها الى الكعبة صلوة العصر وصلى معه قوم فخرج رجل ممن صلى معه فمر على اهل مسجد وهم راكعون فقال اشهد بالله لقد صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم قبل مكة فداروا كما هم قبل مكة - فمحمول على ان البراء لم يعلم صلاته صلى الله عليه

---

[1] (معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوي ج ۱ ص ۸۵ دار الكتب علميه بيروت)

[2] (تفسير أبي السعود = إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم ج ۱ ص ۱۷۴ دار الاحياء بيروت)

[3] (تفسير القرآن العظيم لابن كثير ج ۱ ص ۱۹۳ - ۱۹۴ دار الفكر بيروت)

[4] (التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج ج ۱ ص ۳۷۸ مكتبه رشيديه كوئٹه)

[5] (التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج ج ۱ ص ۳۷۹ مكتبه رشيديه كوئٹه)

وسلم فی مسجد بنی سلمة الظهر - او المراد انه أول صلوة صلاها کاملا الی الکعبة - او أول صلوة صلی في مسجده صلی الله علیه وسلم هو العصر۔

ترجمہ: صحیح بخاری میں براءبن عازب سے ایک حدیث شریف مروی ہے کہ آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف جو پہلی نمازادافرمائی وہ عصر کی تھی اور قوم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نمازادافرمائی تو نماز پڑھنے والوں میں ایک آدمی جوان کے ساتھ تھانکلااوروہ گزرا مسجد والوں پراس حال میں کہ وہ رکوع میں تھے تواس شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتااللہ کے ساتھ کہ نبی ﷺ کے ساتھ قبلے کی طرف نماز پڑھی تواہل مسجد والے اسی حالت میں قبلہ کی طرف مڑے اوراس سے مراداول جو آپ ﷺ نے کامل نماز پڑھی کعبہ کی طرف تھی اور پہلی نماز جو مسجد نبوی ﷺ میں ادافرمائی وہ نماز عصر ہے۔[1]

الْمَسْأَلَةُ الْأُولَى: الْمُرَادُ مِنَ الْوَجْهِ هَاهُنَا جُمْلَةُ بَدَنِ الْإِنْسَانِ لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْإِنْسَانِ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِجُمْلَتِهِ لَا بِوَجْهِهِ فَقَطْ وَالْوَجْهُ يُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ نَفْسُ الشَّيْءِ لِأَنَّ الْوَجْهَ أَشْرَفُ الْأَعْضَاءِ وَلِأَنَّ بِالْوَجْهِ تُمَيِّزُ بَعْضُ النَّاسِ عَنْ بَعْضٍ، فَلِهَذَا السَّبَبِ قَدْ يُعَبَّرُ عَنْ كُلِّ الذَّاتِ بِالْوَجْهِ۔

ترجمہ: پہلا مسئلہ یہاں چہرے سے مرادانسان کاسارابدن ہے۔اسلئے کہ انسان پرواجب ہے کہ قبلے کی طرف بجملہ رخ کرے(یعنی سارے بدن سے)نہ کہ صرف چہرہ سے اورچہرہ ذکر کرتمام بدن یعنی نفس شئی مرادلیاجاتاہے کیونکہ چہرہ اعضاء میں سب سے زیادہ مشرف ہے اس لئے کہ چہرے کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے جداہیں۔اسی سبب کی وجہ سے چہرے کے ذریعے تمام ذات سے تعبیر کی جاتی ہے۔[2]

الْمَسْأَلَةُ الْأُولَى: الْمُرَادُ مِنَ الْوَجْهِ هَاهُنَا جُمْلَةُ بَدَنِ الْإِنْسَانِ لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْإِنْسَانِ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِجُمْلَتِهِ لَا بِوَجْهِهِ فَقَطْ وَالْوَجْهُ يُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ نَفْسُ الشَّيْءِ لِأَنَّ الْوَجْهَ أَشْرَفُ الْأَعْضَاءِ وَلِأَنَّ بِالْوَجْهِ تُمَيِّزُ بَعْضُ النَّاسِ عَنْ بَعْضٍ، فَلِهَذَا السَّبَبِ قَدْ يُعَبَّرُ عَنْ كُلِّ الذَّاتِ بِالْوَجْهِ۔

ترجمہ: پہلا مسئلہ یہاں چہرے سے مرادانسان کاسارابدن ہے۔اسلئے کہ انسان پرواجب ہے کہ قبلے کی طرف بجملہ رخ کرے(یعنی سارے بدن سے)نہ کہ صرف چہرہ سے اورچہرہ ذکر کرتمام بدن یعنی نفس شئی مرادلیاجاتاہے کیونکہ چہرہ اعضاء میں سب سے زیادہ مشرف ہے اس لئے کہ چہرے کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے جداہیں۔اسی سبب کی وجہ سے چہرے کے ذریعے تمام ذات سے تعبیر کی جاتی ہے۔[3]

[1] (التفسير المظهري ج ۱ ص ۱۴۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
[2] (مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۷۹ مکتبہ علوم الاسلام لاہور)
[3] (مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۷۹ مکتبہ علوم الاسلام لاہور)

عن البراء بن عازب أن النبي صلّى الله عليه وسلّم كان أول ما قدم المدينة نزل على أجداده، أو قال أخواله من الأنصار وأنه صلّى قبل بيت المقدس ستة عشر أو سبعة عشر شهرا، وكان يعجبه أن تكون قبلته قبل البيت وأنه صلّى أول صلاة صلاها صلاة العصر، وصلّى معه قوم فخرج رجل ممن صلّى معه، فمر على أهل مسجد قباء وهم راكعون فقال أشهد بالله لقد صليت مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قبل الكعبة فداروا كما هم قبل البيت۔

ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پہلے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اپنے اجداد کے ہاں اترے اور یہاں یہ کہا کہ انصار میں سے ماموں والوں کے ہاں تشریف فرما ہوئے اور بیت المقدس کی سولہ (١٦) یا سترہ (١٧) مہینے نماز پڑھی اور یہ پسند کرتے تھے کہ ہمارا قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو جائے آپ ﷺ نے پہلی نماز جو ادا فرمائی وہ نماز عصر تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ قوم نے بھی نماز پڑھی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک شخص نکلا اور اہل قباء والوں کے ہاں آیا اور حال یہ ہے کہ وہ رکوع کرتے تھے تو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قبلہ کی طرف نماز پڑھی تو وہ اسی (نماز کی) حالت میں مڑ کر بیت اللہ کی طرف منہ کرکے باقی نماز پوری کی۔[1]

(١٠) وَأَقُولُ: فِي قَوْلِهِ: فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبلَةً تَرْضاها مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ فِي الصَّلَاةِ، لِأَنَّ الْقِبْلَةَ هِيَ الَّتِي يُتَوَجَّهُ إِلَيْهَا فِي الصَّلَاةِ. وَأَرَادَ بِالْوَجْهِ: جُمْلَةَ الْبَدَنِ، لِأَنَّ الْوَاجِبَ اسْتِقْبَالُهَا بِجُمْلَةِ الْبَدَنِ. وَكَنَّى بِالْوَجْهِ عَنِ الْجُمْلَةِ، لِأَنَّهُ أَشْرَفُ الْأَعْضَاءِ، وَبِهِ يَتَمَيَّزُ بَعْضُ النَّاسِ عَنْ بَعْضٍ. وَقَدْ يُطْلَقُ وَيُرَادُ بِهِ نَفْسُ الشَّيْءِ۔

ترجمہ: اور میں کہتا ہوں کہ اس قول میں فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبلَةً تَرْضٰهَا قبلہ کی طرف رخ کرنا جو کہ دلالت کرتا ہے کہ نماز میں یہی مقصود ہے۔اس لئے کہ قبلہ وہی ہے جس کی طرف نماز میں منہ کیا جاتا ہے اور چہرے سے مراد تمام بدن ہے کیونکہ چہرے کو قبلے کی طرف کرنا تمام بدن کے ساتھ واجب ہے اور چہرے کو کیوں یہ کہا سارے بدن سے اس لئے کہ یہ اشراف الاعضاء (یعنی تمام اعضاء میں اشراف) ہے لوگوں کی پہچان ایک دوسرے سے چہرے کے ذریعے ہوتی ہے اور تحقیق کے ساتھ چہرے کے اطلاق سے تمام بدن مراد لیا جائے گا۔[2]

[1] (لباب التأويل في معاني التنزيل يعنى تفسير خازن ج ١ ص ٩٩ دار الکتب عربیہ پشاور)

[2] (البحر المحيط في التفسير ج ١ ص ٢٠٣ أبو حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان أثير الدين الأندلسي (المتوفى: 745هـ) دار العلميه - بيروت)

تلک عشرة کاملة

خشوع کے متعلق تفاسیر سے تقریباً۵۳حوالے مذکور ہیں آیت ۱ کے متعلق۔ آیت ۲ قانتین کا معنی خشوع اور سکون کے تقریباً پینتیس ۳۵ تفاسیر دوسرے معنی کے علاوہ خشوع اور سکون سے کی ہے۔

آیت نمبر تین اور چار میں سارے بدن کو حتی المقدور قبلہ کی طرف کرنا مذکور ہے اور آیت نمبر ۵ ص۴۱ نماز میں ہاتھوں کو بند رکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے کیا۔

لہٰذا ڈاکٹر مولا بخش سکندری کو چاہیئے کہ یہ رسالہ غور سے مطالعہ کرکے اپنے عمل سے توبہ کرے۔

یہ رسالہ ایک مختصر بیان پر مشتمل ہے۔

القلیل یدل علی الکثیر و الجرعة تبیٔ عن البحر الصغیر۔

یعنی تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ بڑے سمندر کی خبر دیتا ہے۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ان شاء اللہ تعالیٰ مفصل رسالہ تحریر کیا جائے گا۔ڈاکٹر صاحب انتظار کریں اگر حق کا اتباع کیا تو **فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿الاحزاب ۷۱﴾** اس نے بڑی کامیابی پائی **وبدونہ خرط القتاد۔** ورنہ بے فائدہ رنج ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ خبردار جو آل محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بغض میں فوت ہوا قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا کہ یہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہے اور جو آل محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بغض میں فوت ہوا تو کافر فوت ہوا۔ خبردار جو بغض آل محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں فوت ہوا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔[1]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا اَيدِيَكُمْ وَ اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ۔

یعنی کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم رکھو۔

قد ذکر ابن القصار أن فی ذلک (ای رفع ایدی فی الصلوٰة) نزلت اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ (الآیة)[2]

علامہ بدرالدین العینی رحمہ اللہ نمازوں میں ہاتھ نہ اٹھانے کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یقیناً ابن قصار نے یہ بات بتائی ہے کہ **اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا اَيدِيَكُمْ (الآیة)** نماز میں ہاتھ نہ اٹھانے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

---

[1] (تفسیر کشاف ج۴ص ۲۲۰ تفسیر کبیر امام رازی مطبعة القاهره ۱۳۲۴ھ ج۷ص ۳۹۰)

[2] (نخب الافکار لبدرالدین العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ ج۹ص ۱۵۱،لکن العبرة لعموم اللفظ لالخصوص السبب=المستصفی لعبداللہ نسفی ج ۱ ص ۴۶۷ یعنی خصوص السبب کیلئے اعتبار نہیں بلکہ عموم لفظ معتبر ہے)

(۱) دلت الآیۃ علی أن ایجاب الصلاۃ والزکاۃ کان مقدما علی ایجاب الجهاد۔[1]

(۲) أمرهم اللّٰہ تعالیٰ باحترام الدماء وکف الایدی عن الاعتداء وباقامة الصلوة وبالخشوع والعبودیة للّٰہ الخ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان خون کے احترام کرنے اور تعدی اور زیادتی سے ہاتھ روکنے اور نماز ادا کرنے اور سکون عدم حرکت اور اللہ کیلئے عبادت کرنے کا حکم دیا۔(کچھ تفصیل بعد میں)[2]

فصل الواجب علی المجتهد: جیسے کہ صفحہ ۲ پر حضرت معاذ بن جبل کی حدیث گزری ہے، علماء علم نے اصول تحریر فرمایا ہے:

الواجب علی المجتهد طلب حکم الحادثة من کتاب اللّٰہ ثم من سنة رسول اللّٰہ ﷺ الخ۔

یعنی پہلے مجتہد پر کوئی حادثیہ کا حکم طلب کرنا قرآن کریم سے واجب اور لازم ہے اگر اس میں دستیاب نہ ہو تو پھر حدیث نبوی ﷺ سے الخ۔[3]

مولوی محمد فیض الحسن دیوبندی گنگوہی نے شاشی کے حواشی پر لکھا ہے:

ان الواجب علی المجتهد اذا وقعت حادثة طلب الحادثة من القرآن العظیم فتمنی وجدفیه لایطلب عن غیره ولو وجدفیه کان المعلوم من الکتاب مقدما علی غیره لانه اقوی الدلائل ولکونه قطعیا کلاما ربانیا مقدم علی الظنی وهذا هو الذی عمله علماء الحنیفة فجاء سبب المطاعن السفهاء الجهلاء الحمقاء علیهم انهم ترکوا وخالفوا الاحادیث الصحاح وغیرها اذ لم ینظروا الی ما یفهم من القرآن ولقلة فهمهم او لم یتفکروا فیما فیه حق التفکر او یشیر الیه اشارة او دلالة او اقتصاء او اطلاقا او عموما بل قد وجدنا ظاهریة زماننا وهی طائفة قلیلة یقال لها غیر المقلدین والموحدین وهم فی الحقیقة الملحدون الذین یطعنون علی السلف والخلف لسوء عقولهم اولئک کالانعام بل هم اضل سبیلا انه یلوح من قولهم وعملهم انهم یقدمون احادیث البخاری والمشکوٰة بل الدارقطنی والبیهقی ایضاً علی الآی القرآنیة وکثیرا من آیاته ینسخونها باحادیث الصحیحین ولو احادا فالحذر الحذر من اقوالهم وافعالهم ثم بعد القرآن یطلب الحکم عندنا من السنة المشهورة ثم من الاحاد الخ۔ ایضاً۔

ترجمہ: جب بھی کوئی حادثہ پیش آجائے تو مجتہد پر اس حادثہ کا حکم قرآن عظیم الشان سے طلب کرنا واجب ہے۔ پس جب حادثہ کا حکم قرآن کریم سے مل جائے تو اس کے غیر سے حکم کو طلب نہ کرے جب کتاب اللہ سے اس کا حکم معلوم ہو جائے اور پایا جائے تو کتاب کو غیر پر مقدم کیا جائے گا اس لئے کہ یہ دلائل میں سب سے قوی تر ہے کیونکہ یہ قطعی ہے اور کلام ربانی

[1] (تفسیر بحر المحیط ج ۳ ص ۳۰۹ دار الکتب العلمیه بیروت مؤلفه ابی حیان الاندلسی المتوفی ۷۴۵ھ یعنی اس آیت نے اس پر دلالت کی نماز اور زکوۃ جہاد کے واجب ہونے سے پہلے واجب ہوئے ہیں۔)

[2] (تفسیر المنار لمحمد رشید رضا ج ۵ ص ۱۸۹ دار الفکر بیروت)

[3] (شاشی ص ۱۸ قدیمی کتب خانه کراتشی)

ہے اس لئے ظنی پر مقدم ہے اور علماء احناف کا عمل اور طرز و طریقہ یہ ہے اور ان کا یہ عمل اور طرز و طریقہ بے عقل اور جہلاء اور بے وقوفوں کا ان پر سبب طعن بنا کہ احناف نے احادیث صحاح کی مخالفت کر کے ان کو چھوڑ دیا وغیر ھا ان کی قلت فہم کی وجہ سے قرآن پاک کے مفہوم تک نظر نہیں پہنچتی ہے اور کما حقہ اس میں فکر نہیں کرتے۔ جس کی طرف قرآن پاک نے اشارہ کیا ہو اشارۃ النص کے ساتھ اور دلالۃ النص کے ساتھ اور اقتضاء النص کے ساتھ یا مطلق یا عموم ہو بلکہ ہم نے تحقیقاً اس زمانہ کے کچھ اہل ظواہر کو پایا اور یہ ایک چھوٹا گروہ ہے جسے غیر مقلدین اور موحدین کہا جاتا ہے اور در حقیقت یہ لوگ موحدین نہیں بلکہ ملحدین ہیں (ای مائل حق سے) وہ لوگ ہیں جو سلف صالحین اور خلف پر اپنی بری عقلوں کی وجہ سے طعن کرتے ہیں اور یہی لوگ جانوروں کی طرح بے عقل ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں ان کے قول و عمل سے (یعنی ملحدین کے) یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ بخاری اور مشکوۃ بلکہ دار قطنی اور بیہقی کو بھی آیات قرآنی پر مقدم کرتے ہیں اور بہت کو بخاری اور مسلم کی احادیث سے منسوخ کرتے ہیں اگرچہ وہ احاد ہی کیوں نہ ہو تو ان کے اقوال اور افعال سے بچے رہو بچے رہو۔

قرآن کریم کے بعد ہمارے احناف کے نزدیک اس حادثے کے حکم کو طلب کرنا حدیث مشہورہ سے واجب ہے پھر حدیث مشہورہ کے بعد تیسری مرتبہ میں احاد سے طلب کرنا واجب ہے۔ الخ۔[1]

فصل: یہاں تک پانچ آیات قرآنی سے ثابت ہوا کہ ابتدائے اسلام میں نماز میں ایک دوسرے سے ضروری بات، سلام اور جواب سلام منہ سے یا انگلی سے اور نماز کے اخیر میں دعا کے وقت انگلی اٹھانا یہ سب کے سب نماز میں ممنوع اور منسوخ ہوئے۔ **وسیأتی**۔

اب ہم اس فصل میں ان احادیث میں سے کچھ بیان کریں گے جو نماز میں مذکورہ کاموں کو منع کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ نماز میں صرف پوشیدہ دعا کرنا باقی رہا۔ جیسا کہ نماز کے اخیر میں کیا جاتا ہے۔ باقی تین اقسام ممنوع ہوئیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ سے:

قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا قَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا۔

إن فِي الصَّلَاة شغلاً۔[2] میں تین روایتوں سے منقول ہے اور **كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟**[3]

---

[1] (احسن الحواشی علی اصول الشاشی ص ۱۸ حاشیہ ۶ قدیمی کتب خانہ کراتشی لمحمد برکت اللہ المتوفی سنہ ۱۱۰۳ھ)

[2] (سنن نسائی کبریٰ، ج ۱ ص ۱۹۴ دار العلمیہ بیروت)

[3] (السنن الکبری، ج ۱، ص ۱۹۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(سنن نسائی ج ا ص ۱۹۴ باب موضع الیدین عندالسلام، قدیمی کتب خانہ کراچی، ص ۲۱۱، مکتبہ رحمانیہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ ہم کو جواب عنایت فرمایا کرتے تھے۔جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے تو ہم نے آپ ﷺ کو سلام کیا(نماز کی حالت میں)مگر آپ ﷺ نے جواب عنایت نہ فرمایا(نماز کے بعد)ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ!ہم نماز میں کو آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے اور آپ ﷺ اس کا جواب عنایت فرمایا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا بے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔(اللہ کے ذکر سے) اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کیوں آپ کو نماز ہی میں بدخو گھوڑوں کی طرح ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون سے پڑھو اعضاء کو حرکت نہ دو۔[1]

نسائی کبریٰ میں ہے کہ نماز میں شغل ہے اور حدیث: **كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟** بھی سنن نسائی مجتبیٰ میں مذکور ہے اور سکون والی حدیث سنن نسائی کبریٰ ج ۱ص۱۹۷ پر حدیث نمبر ۵۵۲ بروایت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے بیان کی۔ **دارالکتب العلمیہ بیروت** اور **حدیث ۱۲۴۱ ج ۱ ص ۳۹۲** اور **حدیث ۱۲۴۹ ج ۱**۔[2]

اور امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ صحیح مسلم میں جابر بن سمرۃ سے روایت کی ہے:

قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ۔[3]

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں سلام کرتے جب آپ ﷺ نماز میں ہوتے اور آپ ﷺ سلام کا جواب عطا فرماتے تھے جب ہم (ہجرت حبشہ سے)واپس آئے تو میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب عطا نہیں فرمایا۔(جب نماز سے فارغ ہوئے)فرمایا کہ یقیناً نماز میں ضرور شغل ہے۔[4]

اس طرح ملاحظہ ہو:

الباعث علی انکار البدع والحوادث فصل فی مخالفۃ۔[5]

---

[1] (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۵۴۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

[2] (ابوداود ج ۱ ص ۱۳۳ باب العمل فی الصلاۃ، میر کتب خانہ کراچی)

[3] (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱ مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261ھ))

[4] (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۶۲)

[5] (الرغائب الشرع ج ۱ ص ۱۵۹ اورنیل الاوطارشرح منتقی الاخبارلشوکانی ج ۲ ص ۴۲۷، المکتبة التوقیفیة، مسندابی داود الطیالسی ج ۱۸۲۳ ص ۴۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)

نماز میں سکون کرو ہاتھوں کو مت اٹھانا۔

عن ابی الدرداء:أن النبی ﷺ قال:أول شيئ يرفع من هذه الامة الخشوع حتی لاترفيها خاشعاً۔

ترجمہ:اس امت میں سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا یہاں تک کہ ان میں کوئی خشوع کرنے دیکھ نہیں پاؤں گا۔[1]

وعن شداد بن أوس:أن رسول الله ﷺ قال:أول مايرفع من الناس الخشوع۔

ترجمہ:لوگوں میں سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا۔[2]

مسند الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ میں ہے کہ کیاوجہ ہے کہ ہم آپ کو نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے ایسی حالت میں دیکھتاہوں جیسے بدخو گھوڑے(یعنی شریر و مست گھوڑے)۔[3]

حدیث میں منقول ہے کہ:لو خشع قلبه خشعت جوارحه۔

یعنی اگر اس نمازی کے دل میں خشوع ہوتاتو اس کے جوارح ساکن ہوتے۔

(یعنی اندامو ں کو حرکت میں مصروف کرنااس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں خشوع نہیں ہے۔)[4]

حدیث إن فِي الصَّلَاة شغلاً کو حافظ ابی نعیم الاصبہانی متوفی ۴۲۰ھ نے المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم ج ۲ ص ۱۳۸ دار الکتب العلمیہ میں ذکر کیاہے۔

قال مجاهد:السكون (فيها) یعنی خشوع نماز میں سکون ہے۔[5]

نمبر ۲:وحدث أن ابابكر الصديق رضی الله عنه كان كذلک وكان يقال ذلک الخشوع فی الصلاة كمافی الفتح۔وليراجع لتفصيل اقوال السلف فی الخشوع۔[6]

وبالجملة فالشريعة تأمر بالوقار والسكون فی الصلاة كماداب السلف الصالحين فی صلاتهم وروی البيهقی باسناد صحيح عن مجاهد قال كان ابن زبير إذاقام فی الصلاة كأنه عود,وحدث أن أبابكر الصديق لتفصيل أقوال السلف فی الخشوع۔[7]

عن الفضل بن العباس۔قال قال رسول الله الصلاة مثنی مثنی,تشهدفی كل ركعتين وتضرع وتخشع ولمسكن الحديث۔

---

1 (بقیۃ الرائد فی تحقیق مجمع الزوائد مشہور بہ مسند البزاز ج ۲ ص ۳۲۶ حدیث ۲۸۱۳)

2 (بقیۃ الرائد فی تحقیق مجمع الزوائد مشہور بہ مسند البزاز ج ۲ ص ۳۲۶ حدیث ۲۸۱۳ دار الفکر بیروت)

3 (مسند الامام احمد بن حنبل وبهامشه منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۸۸، ۱۰۱، ۹۳، ۸۶ دار الفکر بیروت)

4 (مصنف عبد الرزاق باب العبث فی الصلاۃ رقم حدیث ۳۳۰۹، ۳۳۰۸ تحت الخط قال رویناہ عن ابن المسیب ج ۲ ص ۲۸۵ المجلس العلمی کراچی)

5 (ص ۲۵۹)

6 (العمدۃ ج ۳ ص ۱۶ وغیرہ معارف السنن ج ۳ ص ۴۷۳)

7 (شرح التقریب للعراقی، ۲۷۲-۳۷۳ ج ۲) والعمدۃ (۱۶-۳))

ترجمہ: مجاہد نے فرمایا کہ خشوع سکون (عدم حرکت) ہے یعنی نماز میں (خشوع) سکون ہے۔

فضل بن عباس سے روایت ہے کہ نماز دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر تشہد ہے۔

(تخشع) التخشع: السکون و التذلل۔

اور اللہ تعالیٰ کو تذلل کرنا اور سوال میں مبالغہ کرنا۔[1]

وتمسکن مفعیل من السکون۔[2]

وحديث مالی أراكم رافعی ایدیکم کانهااذاجه خیل شمس اسکنوافی الصلوة۔ کو مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۳۰۷ مکتبہ امدادیہ ملتان یعنی اللہ تعالیٰ نے نماز میں خشوع اور سکون کی جس طرح فضیلت بیان کرکے نماز میں خاموشی سے پڑھنے اور سکون سے پڑھنے کی تعلیم کی ہے اس طرح حضور علیہ السلام نے ہاتھ اٹھانے کو منع فرما کر سکون کا حکم دیا ہے۔ قرآن کو خبر واحد سے منسوخ کرنا بھی خلاف قاعدہ ہے۔ اس لئے اس بارے میں سکون پر عمل کرتے ہوئے خلاف سکون قولی اور فعلی احادیث کو منسوخ تصور کیا جائے گا کیونکہ تعارض کی حالت میں بنا بر مذہب احناف اول نسخ ہے۔

قاعدہ: جب ایک مسئلہ میں احادیث مختلفہ آجائے تو قاعدہ کیا ہے؟

عندالشوافع رحمهم الله: قال أشياخنا رحمهم الله اجمعين: اذا وردت الاحاديث المختلفة فى المسئلة فيأخذ الشافعى رحمه الله بأصح مافى الباب مرفوعاً عندالمالكى رحمهم الله: ويأخذ مالک رحمه الله بتعامل اهل المدينة وان خالفه حديث مرفوع۔

احناف: ويأخذ ابو حنيفة رحمه الله بكل المرفوعات بالحمل على محمل واحد وربما يأخذ بالقوى ويخرج المحامل فى الوقائع المخالفة له۔

قاعدة عندالحنابلة: ويأخذ احمد بن حنبل رحمه الله بالكل مع لحاظ أقوال الصحابة والتابعين رضوان الله عليهم۔ ولنا تجد عنه روايات فى مسألة۔ واذا تعارض الحديثان ففى كتب الشافعية يعمل بالتطبيق ثم بالترجيح ثم بالترجيح ثم بالتطبيق ثم التساقط۔

والمقدم عندنا هو النسخ الثابت بالنقل وأما النسخ الاجتهادى فمرتبة بعد الترجيح وقبل التطبيق وأما تقدم الترجيح قبل التطبيق فهو مقتضى القريحة المسليمة فان فى الترجيح عملا بالعلم وفى التطبيق عملا بعدمه والعلم مقدم على عدمه۔[3]

---

[1] (شرح السنة للامام البغوى ص ۲۶۰ ج۳ باب الخشوع فى الصلاة، مشكوة بحواله ترمذى ص۷۷ قبيل مايقرأ بعد التكبير، مرقاة ج۲ ص ۵۲۳، قال ابن حجر وسنده حسن وترمذى ج ۱ ص ۸۷ باب ماجاء فى التخشع فى الصلوة)

[2] (مرقاة ج۲ ص ۵۲۱-۵۲۲)

[3] (العرف الشذى شرح الترمذى لعلامة شيخ الحديث محمد انور شاه ديوبندى کے ساتھ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۷۴)

ترجمہ: ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ اجمعین نے فرمایا کہ جب ایک مسئلہ میں مختلف احادیث ہوں تو امام شافعی رحمہ اللہ اس باب اصح الاحادیث مرفوعہ لیتے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ اہل مدینہ کے عمل کو لیتے ہیں اگرچہ اس کے مخالف احادیث بھی موجود ہوں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سب مرفوع احادیث ایک محمل پر حمل کرتے ہوئے عمل کرتے ہیں اور حدیث قولی کو بہت زیادہ لیتے ہیں اور مختلف حادثات میں ان کیلئے حمل کرنے کی جگہ نکالتے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ صحابہ کرام اور تابعین رحمھم اللہ کے اقوال کالحاظ کرتے ہوئے سب کو لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ میں مختلف روایات پاتے ہیں۔ کتب شوافع میں پہلے تطبیق ہے کہ دونوں حدیث ایک محمل پر حمل ہو پھر اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو ترجیح پر عمل کرتے ہیں راجح پر عمل کرتے ہوئے مرجوح چھوڑتے ہیں اور اگر ترجیح بھی نہ ہو سکے تو پھر نسخ پر عمل کرتے ہیں اور اگر نسخ نہ ہو سکے تو پھر تساقط کرتے ہیں یعنی دونوں روایتوں کو غیر معمول بہا کرتے ہیں اور ہماری کتابوں میں (یعنی مذہب حنفی) پہلے نسخ پھر ترجیح پھر تطبیق اور پھر تساقط کرنے پر عمل پیرا ہے۔ ہمارے ہاں وہ نسخ مقدم ہے جو نقل سے ثابت ہو اور جو فسخ اجتہادی ہے اس کا مرتبہ ترجیح کے بعد ہے اگر ترجیح ممکن نہ ہو تو دونوں کو ساقط کرتے ہیں اور تطبیق سے نسخ اجتہادی کا مرتبہ مقدم ہے۔ پہلے ترجیح پر عمل کرنا اس لئے ہے کہ تطبیق پر مقدم کیا جائے۔ یہ قصد سلیمہ کا تقاضا ہی ہے اس لئے کہ ترجیح میں علم پر عمل کرنا ہے اور تطبیق میں عدم علم پر عمل ہے اور علم عدم علم سے پہلے ہے۔[1]

مندرجہ بالا تحقیق سے آپ کو یہ بات روز روشن کی طرح معلوم ہوئی کہ چاروں مذاہب مقبولہ مروجہ میں سے کسی بھی میں نہیں کبھی ایک پر عمل کریں اور کبھی دوسرے پر یا کوئی ایک پر عمل کرے اور کوئی دوسرے پر یا جس نے ان میں سے کسی پر عمل کیا تو اس نے صحیح کام کیا اور سنت یا مطلوبہ عمل ادا کیا الغرض موجودہ دور میں جو ایسا کرتا ہے در حقیقت وہ مذاہب اربعہ حقہ سے خارج اور ہوا پرست ہے۔

فصل: جب ثابت ہوا کہ نماز میں ہاتھ اٹھانا ممنوع اور منسوخ ہے اور نسخ ثابت ہے نقل سے اس لئے نسخ مقدم ہے اور وہ تین قسمیں جس میں ہاتھ اٹھانا یا ہاتھ کے قائم مقام انگلی اٹھانا ہے منسوخ ہے صرف اور صرف پوشیدہ دعا کرنا باقی ہے نماز میں۔

اقسام دعا: وعن محمدبن الحنيفة رضى الله تعالىٰ عنه قال الدعاء أربعة دعاء رغبة و دعاء رهبة و دعاء تضرع و دعاء خفية ففى دعاء الرغبة يجعل بطون كفيه نحو السماء وفى دعاء الرهبة يجعل ظهر كفيه الى وجهه كالمستغيث من الشيئ وفى دعاء التضرع يعقد الخنصر و البنصر ويحلق بالابهام و الوسطى ويشير بالسبابة و دعاء الخفية مايفعله المرءفى نفسه وعلى هذا قال ابويوسف رحمه الله فى الاملاء يستقبل بباطن كفيه القبلة عندافتتاح الصلاة و استلام

---

[1] (العرف الشذى شرح الترمذى لعلامة شيخ الحديث محمدانور شاه ديوبندى کے ساتھ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۷۴)

الحجر وقنوت الوتر وتكبيرات العيدين ويستقبل بباطن كفيه السماء عند رفع الایدی علی الصفا والمروۃ وبعرفات وبجمع وعند الجمرتین لانہ یدعو فی ھذہ المواقف بدعاء الرغبۃ الخ۔

بعض حضرات نے اس سے تعبیر باشارہ مروجہ سے کی ہے جو بالکل غلط ہی ہے۔

۱۔مبسوط لسرخسی رحمہ اللہ ج ۱ ص ۱۶۶ دار الفکر، ۲۔بحر الرائق ج ۲ ص ۴۳ باب الوتر و النوافل ایچ ایم سعید کراچی ترمایفعلہ المرءفی نفسہ فقط، ۳۔وبحر الرائق ج۸ص۲۰۷، ۴۔درمختار ج ۱ ص۷۷، ۵۔کشف الاستار علی درمختار ج ۱ ص۷۷، ۶۔حاشیہ الطحطاوی علی درالمختار ج ۱ ص ۲۲۴، ۷۔شامی ج ۱ ص ۳۷۵ مکتبہ حقانیہ پشاور، ۸۔فتح القدیر ج ۱ ص۳۷۸، ۹۔فیض الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۳۴۵، ۱۰۔عرف شذی شرح ترمذی ص۳۳۷دار الکتب بیروت، ۱۱۔ترمذی ج ۱ ص ۴۱حاشیہ میں فاروقی کتب خانہ ملتان، ۱۲۔الفتاویٰ تاتار خانیہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ج۱۸ ص ۵۳، ۱۳۔عالمگیری ج۵ ص ۳۱۸اوراس میں یہ عبارت بھی موجود ہے کذافی مجموع الفتاویٰ ناقلاعن شرح السرخسی لمختصر الحاکم الشھیدفی باب قیام الفریضہ ، ۱۴۔کبیری مع بھامش صغیری مطبع لاھور ص ۲۸۸ ، ۱۵۔غنیۃ فی شرح عنیۃ المصلی ص۳۲۷سھیل اکیڈمی لاھور ، ۱۶۔مراقی الفلاح ص۲۰۶ ، ۱۷۔حاشیہ طحطاوی ذیل مراقی ص۲۰۶ ، ۱۸۔فتاویٰ سلطانیہ ص ۵۳۵وغیرہ۔

مذکورہ سب کتب اس بات پر دلالت کرتی ہیں بلکہ سب نے تصریح کی ہے کہ دعاء تضرع کا طریقہ یہ ہے کہ چھنگلیا اوراس کے ساتھ والی انگلیاں بند کرکے درمیانی اوربڑی انگلی کوحلقہ کرکے اور مسبحہ پر اشارہ کرے یہ عمل نماز کے اخیر میں دعاکرنے کے وقت میں تھا اب منسوخ ہوکر بغیر مسبحہ کے اٹھانے کے دعاکی جاتی ہے۔

اس پر دلیل امام ترمذی رحمہ اللہ کا ابواب الدعوات ص۱۹۹ ج ۲ قدیمی کتب خانہ کراچی کی یہ حدیث شریف ہے:

عاصم بن کلیب عن ابیہ عن جدہ قال دخلت علی النبی ﷺ وھو یصلی وقد وضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری ووضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض اصابعہ وبسط السبابۃ وھو یقول یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک ھذاحدیث غریب من ھذاالوجہ۔

یعنی عاصم بن کلیب کا جدامجد کہتا ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ہاں آیا اورآپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور تحقیق آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ دائیں ران پر اوربایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور مسبحہ کے بغیر سب انگلیوں کو بند کرکے مسبحہ کو پھیلایا اورآپ ﷺ یہ دعا کرتے تھے : یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔ اور یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ اس مقام پر کوئی مخصوص دعامنقول نہیں جو چاہے کرے۔ اس دعاکو دعائے اخلاص، دعائے تضرع اور دعائے استغفار کہا جاتا ہے۔

۱۹۔ سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ اپنی کتاب کتاب الدعاء میں تحریر فرماتے ہیں :

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ النَّوْفَلِيُّ الْمَدِينِيُّ، ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأُوَيْسِيُّ، ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَكَذَا الْإِخْلَاصُ - يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ - وَهَذَا الدُّعَاءُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْنِ، وَهَذَا الِابْتِهَالُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا۔[1]

۲۰۔ حدثنا العباس بن الفضل الاسفاطی، ثنا ابو ثابت محمد بن عبیداللہ مدنی، ثنا عبدالعزیز بن محمد الدراوردی، ثنا العباس بن عبداللہ بن معبد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن النبی ﷺ قال الاخلاص هکذا ورفع اصبعا واحدة من الید الیمنیٰ و الابتہال هکذا ومد یدیہ وجعل بطن الکف ممایلی الأرض، و الدعاء هکذا وجعل یدیہ بطونهما ممایلی السماء۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اخلاص اس طرح ہے اور دائیں ہاتھ کی ایک انگلی اٹھائی اور دعا میں انتہائی عاجزی کا اظہار اس طرح ہے اور ہاتھوں کو دراز کر کے ہتھیلیوں کو زمین کی طرف کر دیا اور دعا اس طرح ہے اور ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کر دیا۔

(باب رفع الیدین علی المنبر فی الاستسقاء حدیث نمبر ۲۱۷۸ ص ۲۶۵ - ۲۶۶ دار الحدیث قاهرہ) کے تحت محقق نے لکھا کہ اس کی اسناد حسن ہیں اور اس سے مستدرک میں (۷۹۰۳) وسنن البیہقی الکبریٰ (۲۶۲۳) ص ۹۰ اس کی اسناد حسن ہے اور اس سے سنن ابی داؤد (۱۴۹۱) کتاب الدعاء ص ۹۰

۲۱۔ اور کتاب الدعوات الکبیر للبیہقی متوفی ۴۵۸ھ (القسم الثانی) منشورات کویت باب من آداب الدعاء حدیث نمبر ۲۶۳ ص ۳۴۔

۲۲۔ اور السنن الکبریٰ للبیہقی حدیث نمبر ۲۷۹۴ میں ہے کہ:

عن العیزان سئل ابن عباس عن الرجل یدعو یشیر باصبعه؟ فقال ابن عباس رضی اللہ عنهما هو الاخلاص۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ ایک شخص دعا کرتا رہتا ہے اپنی انگلی سے اشارہ کرتا رہتا ہے؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ اخلاص ہی ہے (یہ عیزان سے منقول ہے) اس طرح اربدۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ یہ اخلاص ہے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تضرع ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ اس دعا کو اخلاص اور تضرع اور استغفار کہا جاتا ہے یعنی اس دعا کو احادیث میں تین ناموں سے موسوم کیا گیا ہے اس لئے فقہاء نے اس کو دعائے تضرع سے ذکر کیا ہے اور عثمان نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ شیطان کیلئے مقمع ہے یعنی ذلیل کرنے کا آلہ ہے۔)

[1] (الدعاء للطبرانی ص ۹۰ دار الکتب العلمیة - بیروت)

(۲)۲۲۔اور حدیث ۲۷۹۵ عن التمیمی و هو اربدة عن ابن عباس: هو الاخلاص و عن ابان بن ابی عیاش عن أنس بن مالک قال: التضرع و عن عثمان عن مجاهد قال: مقمعة للشیطان اور حدیث ۲۷۹۶ عبدالله بن عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال، هکذا الاخلاص یشیر باصبعه التی تلی الابهام، و هذا الدعاء فرفع یدیه عذو منکبیه و هذا الابتهال فرفع یدیه مداً۔[1]

۲۳۔عن عکرمة عن ابن عباس قال المسئلة ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحو هما و الاستغفار ان تشیر باصبع واحدة و الابتهال ان تمدیدیک جمیعا و فی روایة قال و الابتهال هکذا اور رفع یدیه و جعل ظهورهما مما یلی وجهه۔[2]

۲۵۔ذکر العلة التی من اجلها کان یشیر المصطفیٰ ﷺ بالسباقة فی الموضع الذی وصفناه۔

حدیث نمبر ۱۹۴۱ ص ۱۵۸ صحیح ابن حبان دار الفکر بیروت۔۔۔و وضع مرفقه الایمن علی فخذه ایمنی علی فخزه ایمنی و قیض خنصره و التی تیلها و جمع بین ابهامه و الوسطی و رفع التی تلیها یدعو ابها۔

یعنی اشارہ جواب سلام اور دعاء اخلاص کے لیے تھا نہ کہ برائے توحید۔

کیونکہ علامہ عینی تحریر فرماہیں:

و قال ابو حنیفة و اصحابه لا یو ده نطقاً و ه اشارةِ بکل حال۔[3]

اور علامہ عینی تحریر فرماہیں کہ:

و قد ذکرنا ان احادیث الرفع فی غیر تکبیرة الاحرام منسوخة۔[4]

اور علامہ حصکفی در مختار میں تحریر فرماہیں:

علی صدر ردالمختار ج ۲ ص ۲۱۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ: و ما ورد نسخ بحدیث۔ان فی الصلاة لشغلاً و در مختار ایچ ایم سعید کراچی ج ا ص ۹۳:

علامہ شامی تحریر فرماہیں:

ان ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح و ما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاویٰ۔[5]

اور بدائع الصنائع میں ہے:

و لم یبطل ما ادیٰ بالاجتهاد الاول لان ما اصضیبا الاجتهاد لا نیقض با جتهاد مثله۔

---

[1] (سنن کبریٰ لبیهقی ج باب ما نیوی المشیر باشارته فی التشهد صفحه ۱۹۱ دار الکتب علمیه بیروت)

[2] (رواه ابو داؤد و مشکوٰة ۱۹۶ اصح المطابع دهلی، ابو داؤد میر محمد کتب خانه کراچی ج ص ۲۰۸)

[3] (شرح ابو داؤد ج ۳ ص ۱۰۹، دار الکتب بیروت)

[4] (شرح ابی داؤد ج ۲ ص ۴۰۹، طبع بیروت)

[5] (شامی ج ا ص ۵۳)

مطلب یہ کہ پہلے اجتہاد اس سے بعد اجتہاد کے وجہ ختم نہیں کیا جاسکتا۔[1]

ترجمہ از صفحہ نمبر ۵۰: محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دعاء کی اقسام چار ہیں:

(۱) رغبت کی دعا (۲) رہبت کی دعا (۳) تضرع کی دعا (۴) پوشید دعا

(۱) دعاء رغبت میں ہتھیلیوں کا باطن آسمان کی طرف کیاجاتاہے۔

(۲) اور دعاء رہبت میں ہتھیلیوں کی الٹی طرف اپنے منہ کی طرف کی جاتی ہے جیسے کہ کسی سے کوئی چیز مانگتاہے۔

(۳) اور دعا تضرع میں چھنگلی اور ساتھ والی انگلی کو بند کریں (ملالیں) انگوٹھا اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنالیں اور مسبحہ سے اشارہ کریں۔

(۴) دعاء خفیہ جو انسان اپنے دل میں ہی دعا کریں۔ بنابر اس بات امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہکی املاء میں منقول ہے کہ تکبیرات عیدین کے وقت اور قنوت وتر (یعنی وتر میں دعا قنوت پڑھتے وقت) اور حجر اسود کے استلام کے وقت اور افتتاح نماز کے وقت ہتھیلیوں کے باطن طرف قبلے کے طرف متوجہ کریں۔ اور جمرات کو مارنے کے وقت اور صفا و مروہ میں اور مزدلفہ میں بھی ایسا کرے کیوں کہ ان مقامات میں دعاء رغبت ہی کرتے ہیں۔(امام یوسف صاحب کا یہ مطلب ہے کہ جس کو آپ نے املاء میں ذکر کیاہے نہ وہ جس کو بعد میں آنے والے علماء نے بغیر سوچ نقل کیاہے اور اس کو اشارات برائے نفی اثبات در تشہد پر محمول کیا)۔

اور صفحہ نمبر ۵۱ اور ۵۲ پر حدیث کا ترجمہ: عاصم بن کلیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتا ہے فرمایا میں آپ ﷺ کے پاس آیا حال یہ تھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور تحقیق کے ساتھ آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو بند کر دیا اور مسبحہ کو پھیلایا اور وہ یہ دعا کر رہے تھے اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھیں۔

حدیث نمبر ۱۹: امام طبرانی نے اپنی کتاب کتاب الدعا میں نقل فرمایاہے:

کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ دعاء اخلاص اس طرح ہے اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ اور یہ دعا ہے اور ہاتھوں کو کاندھوں کے طرف اٹھایا اور یہ دعا ابتھال ہے اور ہاتھوں کو لمبا کرکے اٹھایا حدیث نمبر (۲۰) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دائیں ہاتھ کی ایک انگلی اٹھایا کر دعاء اخلاص اس طرح ہے۔ اور ہاتھوں کو لمبا کرکے ہاتھوں کے ہتھیلیوں کو زمین کی طرف کر دیا اور فرمایا یہ

[1] (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۲۱، وفی شرح المجلہ تسلیم رستم باز ص ۱۲۱ الاجتہاد لاینقض بمثلہ ۱۲)

دعا ابتہال ہے اور ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرکے اٹھایا اور فرمایا کہ یہ دعا ہی ہے اور صفحہ نمبر ۵۴ پر حدیث نمبر ۲۲ کا ترجمہ: عیزان سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی دعا کرتے وقت ایک انگلی سے اشارہ کرنے والے کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواباً فرمایا کہ یہ اخلاص ہے صفحہ نمبر (۲) ۵۴ حدیث نمبر ۲۲، ونمبر ۲۷۹۵: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ اخلاص ہی ہے۔ اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ تضرع ہی ہے اور عثمان مجاہد سے ناقل ہے آپ نے فرمایا کہ اس میں شیطان کی ذلت اور اہانت ہے۔

حدیث نمبر ۳/ ۲۲ نمبر ۲۷۹۶: عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یقیناً رسول ﷺ نے فرمایا انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی (مسبحہ) سے اشارہ کرے یہ اخلاص ہی ہے اور دونوں ہاتھ کو کندھوں کے برابر اٹھایا اور کہا کہ یہ دعا ہی ہے اور دونوں ہاتھوں کو لمبا کرکے اٹھایا اور فرمایا یہ ابتہال ہی ہے۔

۲۳۔ حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا (۵۳ صفحہ پر اصل مذکورہ ہے) کہ سوال کرنے کا ادب وطریقہ یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے مونڈھوں کے برابر یا ان کے قریب تک اٹھاؤ استغفار کا ادب یہ ہے کہ تم اپنی ایک انگلی کے ذریعہ اشارہ کرو اور دعا میں انتہائی عجز ومبالغہ اختیار کرنا یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھے دراز کرو یعنی اتنے اٹھاؤ کہ مونڈھوں کے قریب ہو جائے۔[1]

ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے کہا دعا میں انتہائی عاجزی کا اظہار اس طرح ہے اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ان کی پشت کو اپنے منہ کے قریب کیا۔[2]

صحیح ابن حبان میں ہے: جس علت کے وجہ رسول ﷺ اشارہ فرماتے تھے مسبحہ انگلی سے جس جگہ میں کہ ہم نے بیان کی ہے اس کا بیان کرنا (پھر اپنی سند سے حدیث بیان کی جس میں ہے) کہ حضور علیہ السلام نے اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھ دیا اپنی چھنگلی اور ساتھ والی انگلیاں بند کرکے اور درمیانی اور انگوٹھے ملا کر اور مسبحہ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو اٹھا کر اس پر دعا کرتے تھے۔

علامہ عینی نے شرح ابو داؤد میں لکھا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اصحاب یعنی (امام محمد اور ابو یوسف) کے ہاں جواب سلام نہ زبان سے اور نہ اشارہ سے ہر حال میں نہ دے اور رفع یعنی ہاتھ اٹھانے والی احادیث حضور علیہ السلام کے اس فرمان سے نماز میں شغل تکبیر تحریمہ کے علاوہ سب منسوخ ہے (اس طرح مالی ارکم رافعی ایدیکم۔۔۔اسکنوا) کے

---

[1] (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹)

[2] (ابوداؤدو مشکوۃ ص ۱۹۶)

ساتھ اور یہ قاعدہ ہے متون شروح سے مقدم ہے اور شروح فتاویٰ سے مقدم ہے۔ اور ایک اجتہاد دوسرے اس طرح اجتہاد سے نہیں ٹوٹ سکتا۔ **کمایاتی۔**

ویجاب بانہ مخصوص بمالیس فی الصلاۃ للاجماع علی انہ لا رفع فی دعاء التشھد انتھی۔

یعنی دعا میں ہاتھ اٹھانا خاص ہے اس دعا کے ساتھ کے نماز میں نہ ہو کیوں کہ حالت تشہد دعا کرنے میں ہاتھ اٹھانا نہیں اس لئے کہ اس پر اجماع ہے۔[1]

نوٹ: اگر کہا جائے کہ حدیث میں ہے کیا وجہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں بدخو گھوڑوں کی دم کی طرح تم ہاتھوں کو اٹھاتے ہو نماز میں سکون کرو یعنی ہاتھ مت اُٹھاؤ۔

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں تحریر کرتے ہیں کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے اندام وں کے ساکن کرنے کا حکم دیا ہے اور اشارہ سے سلام کا رد کرنا جواب دینا اس میں اس حکم نبوی سے نکلنا ہے اس لیے کہ اس میں ہاتھوں کو اٹھانا اور انگلیوں کو ہلانا ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ ہاتھ نہ اٹھانے سے اور جواب سلام اشارہ سے نہ کرنے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے اس حکم پر عمل ہوا جو نماز میں اندام وں اور انگلیوں کو ساکن کرنا ہے۔

اور یہ قول جو ہم نے بیان کیا اس باب میں یہ امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمھم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔[2]

عرض ہے کہ مندرجہ بالا میں ہاتھ نہ اٹھانے کو نماز میں کہا گیا ہے نہ کہ انگلی نہ اٹھانے کا۔ بلب ادب عرض ہے کہ یہ اعتراض علمی ذوق نہ رکھنے سے پیدا ہوا ہے۔ اس لیے یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ:

(۱) ضرورت انتقاء الکل بانتفاء الجزء۔[3]

(۲) لان انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل۔[4]

(۳) ان انتفاء بعضھا ایّ بعض کان یستلزم انتفاء الکل۔[5]

(۴) انتفاء الجزء یوجب انتفاء الکل۔[6]

(۵) ضرورۃ انتفاء الکل بانتفاء جزءہ۔[7]

---

1 (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۷۵ لابن الھمام طبع النوریہ سکھر اور نور الایضاح طبع امدادیہ ملتان کی شرح مراقی الفلاح نسخہ دیگر ص ۸۷ مکتبہ امدادیہ ملتان)

2 (شرح معانی الاثار ج ۱ ص ۱۹۸ مکتبہ حقانیہ ملتان)

3 (شرح المقاصد فی علم الکلام باب المقصد الثانی جزء الاول بیروت ص ۲۹۹)

4 (المواقف ج ۲ ص ۳۲۵، عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۲ ص ۱۲۲ دار الاحیاء بیروت)

5 (مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۳۷ فصل اول مصنفہ ابو الحسن مبارک پوری)

6 (بیان المختصر شرح مختصر ابن حاجب ج ۱ باب تعلق الامر بالمعدوم)

7 (شرح مختصر ابن حاجب ج ۳ ص ۴۰ باب ھل النقص قادِح فی العلۃ)

(٦) و انتفاء الجزء يستلزم انتفاء الکل۔[1]

(٧) ضرورۃ انتفاء الکل بانتفاء الجزء۔[2]

(٨) ضرورتہ انتفاء الکل بانتفاء جزء واحد منہ۔[3]

(٩) و انتفاء الجزیو جب انتفاء الکل۔[4]

حکم وقوع النجاست فی البئیر و انتفاء الجزء یستدعی انتفاء الکل۔[5]

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہ ایک لازمی وجہ ہے کہ ایک جزء یعنی بعض جو بھی ہو ضروری طور پر اس کے انتفاء کے وجہ سے کل ختم ہو جاتا ہے اور وہ باقی نہیں رہ سکتا۔ اور جز کے انتفاء کل سے منفی آئندہ اوراق میں آئے گا۔

تبصرہ: یہی وجہ ہے کہ اگر ایک انگلی بھی متحرک کرے تو حکم سکون کو نہ مانا پھر ایک ہاتھ پانچ انگلیوں کو متحرک کرنے والا اور اشارہ کرنے والا کس طرح حضور علیہ السلام کا حکم ماننے اور اس پر عمل کرنے والا بن سکتا ہے؟ اور ساتھ ساتھ حکم نبوی ﷺ کی پانچ آیاتِ قرآنی مذکورہ بھی پامال کر دی اور اجماع کی بھی مخالفت کر دی۔

دوسرا جواب یہ ہے: کہ ایک انگلی اٹھانا قائم مقام دونوں ہاتھوں کے اٹھانے کے ہے یعنی ایسا ہے کہ اس نے دونوں ہاتھوں کو اٹھا رکھا ہے (ملاحظہ ہو درجہ ذیل):

الشیخ محمد انور شاہ کشمیری ثم الدیوبندی تحریر فرماہیں:

و الطریق معروف فی الدعاء الآن رفع الأیدی کلتیھما ثم تتبعت لذلک ان الدعاء ھل یکون برفع الاصبع ففی الدر المختار عن القنیۃ فی باب صفۃ الصلاۃ: و الاشارۃ لعذر کبر یکفی فجوز بالاشارۃ عند العذر کانہ اختصار من رفع الایدی۔[6]

صاحبِ فیض الباری آگے جا کر لکھتے ہیں:

و فی البحر فی باب الوتر عن مولی ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ انہ کان یرفع یدیہ فی القنوت للدعاء و تارۃ یکتفی بالاصبع ایضاً و نسب ذلک الی امامنا ایضاً۔

---

[1] (الابھاج فی شرح المنھاج جلد ٢ ص ١٥٩ باب المسئلۃ اولیٰ متی یوجد المشروط)

[2] (شرح التلویح علی التوضیح ج ١ ص ١٤٤ فصل انواع علاقات المجاز)

[3] (فتح القدیر ج ٩ ص ٢٠ کتاب الھبۃ)

[4] (التحبیر شرح تحریر ج ١ ص ٤٤١ باب قولہ فصل۔ ضرورۃ انتفاء الکل بانتفاء الجزء ج ٢ ص ١٢٩ تیسر الحریر، عنایہ ج ١ ص ١٠٠ فصل بیئر، عنایہ شرح ھدایہ باب قضاء الفوائت ج ١ ص ٤٩٦)

[5] (البنایہ شرح اھدایۃ ج ١ ص ٤٤٠)

[6] (ج ٢ ص ٣٤٥ باب رفع الیدین بالخطبۃ)

ترجمہ: آج کل دعا کا معلوم و معروف طریقہ دونوں ہاتھوں کو اٹھانا ہے۔ پھر میں نے تلاش و تتبع کی کہ کیا ایک انگلی اٹھانے سے ہوتا ہے تو در مختار میں قنیہ سے نقل ہے باب صفۃ الصلاۃ میں پایا کہ عذر کے وجہ سے جیسے سردی ہو انگلی اٹھانا کافی ہے تو عذر کے وقت اشارہ کو جائز کیا گیا۔ گویا کہ یہ دونوں ہاتھوں کے اٹھانے سے مختصر طریقہ ہے۔ در مختار ج ۱ ص ۷۷ بحر میں مولی ابویوسف سے منقول ہے کہ آپ دعا کے لیے قنوت وتر میں دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور اس طرح کبھی ایک انگلی اٹھانے پر اکتفا کرتے تھے اور اس کی نسبت ہمارے امام صاحب کو بھی کرتے۔[1]

و قنیہ، فیض الباری، در مختار، بحر، کل یہ چار کتب ہیں۔

سابقہ ۲۵ کتابوں میں سے گزر چکا ہے کہ اس کو دعاء اخلاص اور دعاء تضرع کہا جاتا ہے، نیز دعاء استغفار بھی۔

عمدۃ القاری شرح بخاری لعلامہ بدرالدین عینی میں ہے:

كان قتادة يشير باصبعه ولا يرفع يديه۔

یعنی حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عادت تھی کہ ہاتھوں کو نہ اٹھاتے صرف انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔[2]

فتاوی تاتارخانیه عن ابو یوسف: ان شاء اشار باصبعه فی الدعا و ان شاء رفع یدیه۔

(۱۰) فی التحفة: ان رفع يديه نحو السماء فحسن و ان ترک ذلک و اشار الی السماء باصبعه فحسن۔[3]

(۱۱) فان كان وقت عذر أو برد شديد فاشار بالمسبحة قام مقام بسط كفيه: فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۱۸۔

ترجمہ نمبر ۹: تاتارخانیہ میں ابی یوسف سے روایت نقل کرتا ہے کہ دعا والے کا اختیار ہے کہ دعا میں انگلی سے اشارہ کرتا ہے یا کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھاتا ہے یہ دعاء کرنے والے کی رائے پر موقوف ہے۔ اور تحفہ میں ہے اگر دعا میں آسمان کی طرف اٹھایا دونوں ہاتھوں کو تو بہتر ہے اور اگر یہ چھوڑ کر اور آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو بہتر ہے۔ اور فتاوی ہندیہ والا لکھتا ہے: کہ اگر عذر کا وقت تھا یا سخت سردی تھی تو مسبحہ سے اشارہ کیا یہ دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے قائم مقام ہے۔

عن ابی قتادة الانصاری رضی الله تعالیٰ عنه فارس رسول الله ﷺ قال بعث رسول الله ﷺ جیش الأمراء باب غزوة مؤتة۔۔۔۔ثم رفع رسول الله ﷺ اصبعه فقال۔ اللهم انه سیف من سیوفک فانصره۔

یعنی حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جیش الأمراء میں جب حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیادت و قیادت سنبھال لی تو رسول ﷺ نے انگلی اٹھا کر فرمایا۔ کہ آپ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد فرما۔[1]

---

[1] (ج ۲ ص ۳۴۵ فیض الباری شرح بخاری)

[2] (عمدۃ القاری شرح بخاری لعلامہ بدرالدین عینی، ص ۴۲۶ ج ۲۲ باب ۲۳، بدائع صنائع لکاسانیؒ ج ۱ ص ۲۸۴ ایچ ایم سعید کراچی، شامی مصری ج ۱ ص ۳۷۵، فتاوی سلطانیہ مولانا محمد سلطان ص ۵۳۵)

[3] (تاتارخانیہ رشید کوئٹہ ج ۲ ص ۲۶۴)

فصل: من آنچہ شرط بلاغ، است باتو میگویم؟ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال۔

سوال: دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ یا انگلی اٹھانا کیوں مشروع اور سنت ہے۔

الجواب: ارشاد ربانی ہے: ولکل وجھۃ ھو مولیھا: اور سب آدمی اور ہر گروہ اور ملک اور ہر ولایت کے لیے جہت ہے کہ اس کی طرف وہ متوجہ ہوتے ہیں۔ ولکل وجھۃ کے معنی اکثر مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ قبلہ مقربین عرش ہے اور قبلہ روحانیین کرسی ہے اور قبلہ کروبیین بیت المعمور ہے اور قبلہ دعا آسمان ہے اور قبلہ ملائکہ زمین کا بدن آدم علیہ السلام کا ہے اور قبلہ انبیاء بنی اسرائیل کا بیت المقدس ہے اور قبلہ آدم علیہ السلام و حضرت نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور محمد رسول ﷺ کعبہ ہے۔ اور قبلہ ارواح کا سدرۃ المنتھٰی ہے۔ تفسیر عزیزی اردو ترجمہ ایچ ایم سعید کراچی مؤلفہ مولانا شاہ عبد العزیز ہے۔ اور حکم خداوندی ہے کہ منہ قبلہ کی طرف کرو اس لیے دعا میں آسمان کی طرف انگلی یا ہاتھ اُٹھایا جاتا ہے۔[2]

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی دسواں فائدہ آسمان کا یہ لکھتے ہیں کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے۔[3]

ان السماء قبلہ الدعاء کما ان الکعبۃ قبلۃ الصلوٰۃ۔ وفی السماء رزقکم وما توعدون۔

یعنی نماز کے لیے قبلہ کعبہ ہے اس طرح دعا کا قبلہ آسمان ہے۔[4]

انہ تعالیٰ جعل السماء قبلۃ الدعاء فالایدی ترفع الیھا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو دعا کا قبلہ بنایا ہے تو ہاتھ اس کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔[5]

(۲) حکمۃ الرفع الی السماء انھا قبلۃ الدعاء و مھبط الرزق و الوحی و الرحمۃ و البرکۃ۔

ترجمہ: دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ یا انگلی اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے اور رزق اور وحی اور رحمت اور برکت اس سے اتر کر آتی ہے۔[6]

(۸) قولہ: قبلۃ الدعاء ای کا القبلۃ للصلوٰۃ۔[7]

یعنی آسمان دعا کا قبلہ ہے اس لیے دعا میں اس کے طرف ہاتھ یا انگلی اٹھائی جاتی ہے۔[8]

---

1 (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ھیثمی علیہ الرحمۃ متوفی ۸۰۷ھ ج۶ ص ۲۲۹، تاریخ دمشق الکبیر جلد نمبر ۶ جز نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۴۰ دار الحیاء التراث العربی)

2 (تفسیر عزیزی لمحدث دھلوی ج ۲ ص ۸۶۶، مجموعۃ الرسائل امام الغزالی ج ۱ ص ۸ امدادیہ کوئٹہ)

3 (تفسیر بیان القرآن، رسالہ رفع البناء فی نفع السماء، قبیل صفحہ نمبر ۱۰۱ و قبیل سورۃ آل عمران تاج کمپنی لاھور)

4 (شرح مسلم لنووی ج ۱ ص ۱۸۱)

5 (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۱۵ بحث فضائل السماء مطبع الحسینیۃ المصر)

6 (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵ اور صفحہ ۴۳ مکتبہ امدادیہ ملتان، نحو السماء لانھا قبلۃ الدعاء: درمختار جلد ۱ صفحہ ۷۷)

7 (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۷۷ علی درمختار)

8 (شامی جلد ۱ صفحہ ۳۷۵)

شامی میں یہ اضافہ بھی ہے تو وہم نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ اُوپر طرف ہے (تو اشارہ برائے توحید باطل ہے)۔[1]

کان السماء قبلة الدعاء کما ان الکعبة قبلة الصلاة۔[2]

رشید احمد دیوبندی نے اپنے احسن الفتاوی میں بھی آسمان کو دعا کا قبلہ تسلیم کیا ہے۔[3]

(۲۰) باب رفع البصر الی السماء فی الصلاة۔[4]

اگر کوئی کہے کہ یہ باطل ہے اس وجہ سے کہ سلف میں سے کسی نے یہ نہیں کہا ہے۔ اور نہ اس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل کی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ دعاء کا قبلہ وہ قبلہ نماز ہی کا ہے۔ یقیناً علماء نے تصریح کی ہے کہ دعا کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ قبلہ کے طرف منہ کرے وغیرہ وغیرہ۔

میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ اس کا تفصیلاً جوابات دوسرے رسالہ میں کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مگر اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ یہ سب دعوے بلا دلیل ہے اور دعویٰ بلا دلیل عقلاً و شرعاً قبول نہیں دوسری بات یہ ہے کہ یہاں تو ہم نے صرف ۲۰ حوالے نقل کیے ہیں۔ مگر در حقیقت ایک سو پچیس سے زیادہ کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ گذشتہ کے مطالعہ سے دلائل بھی علم میں آئیں گے اس کے لیے قرآن و سنت اور فعل سلف سے دلائل موجود ہیں۔

و ان جبال العلم قد صر حوا به علی انف الجاهل المتقول۔

تیسری بات یہ ہے کہ نفی کے دعوے ہیں سابقہ مثبتین کے مقابلہ میں مقبول نہیں کیوں کہ علماء لکھتے ہیں کہ مثبت منفی سے مقدم ہے۔ صرف ایک مثال لکھتا ہوں کہ امام بخاری صحیح بخاری میں لے آئے ہیں کہ فضل ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ میں دعائیں کی مگر نماز نہیں پڑھا اور حضرت بلال صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے تو سب نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو لیا ہے کیوں کہ وہ مثبت ہے اور فضل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔ تفصیل معترضین کے اعتراضات کے جوابات دوسرے رسالہ میں آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اور کچھ بعد کے اوراق میں بھی۔

---

[1] (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار جلد ۱ صفحہ ۲۲۴، رشیدیہ کوئٹہ، تفسیر البحر المحیط لابی حیان اندلسی متوفی ۷۴۵ھ جلد ۱ صفحہ ۶۰۲ دار الکتب علمیہ بیروت، روح البیان جلد ۶ صفحہ ۲۶۷ دار الاحیاء بیروت، روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۸ دار الفکر، روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۷۸ بیروت، روح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۰۹)

[2] (عمدہ القاری جلد ۵ صفحہ ۳۰۸ بیروت، سندھی علی النسائی جلد ۱ صفحہ ۱۷۷، وفتح الباری شرح صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

[3] (احسن الفتاوی ج ۳ صفحہ ۵۷ و ۵۸)

[4] (دار السلام الریاض و احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)

فصل: جب ایک مسلمان مؤحد نماز میں گذشتہ آیاتِ قرآنی اور حضور علیہ السلام کے واضح حکم اسکنوا فی الصلوٰۃ اور نماز میں شغل کے خلاف نماز میں پھر بھی اشارہ کرے تو حضور علیہ السلام ایسے شخص کے بارے میں حکم دیا کہ نماز کو دوبارہ پڑھیں۔

حدثنا عبداللہ بن سعید نا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحق عن یعقوب بن علیۃ بن الاخنس عن ابی غطفان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ التسبیح للرجال یعنی فی الصلوٰۃ و التصفیق للنساء من اشار فی صلاۃ اشارۃ تفہم عنہ فلیعد لہا یعنی الصلوٰۃ قال ابو داؤد ھذا الحدیث وھم۔[1]

علامہ عینی نخب الافکار شرح معانی الاثار میں تحریر فرماہیں:

قال صاحب التنقیح: ابو غطفان ھو ابن طریف ویقال ابن مالک المزنی قال عباس الدودی سمعت ابن معین یقول فیہ: ثقۃ و قال النسائی فی الکنی: ابو غطفان ثقۃ قیل اسمہ سعد و ذکرہ ابن حبان فی الثقات، واخرج لہ مسلم فی صحیحہ یکون اسنادہ الحدیث صحیحاً و ابو دأود لم یبین کیفیۃ الوھم فلایبنی علیہ شئی۔۔۔و تعلیل ابن الجوزی بابن اسحاق لیس بشئی لان ابن اسحاق من الثقات الکبار عند الجمھور۔[2]

اور حافظ ابی حفص عمر بن احمد بن عثمان معروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ تحریر فرماہیں:

حدثنا یوسف بن یعقوب بن خالد النیسابوری قال (نا) اسماعیل بن حفص قال (نا) یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عقبۃ عن ابی غطفان عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال: من اشار فی الصلوٰۃ اشارۃً تفقہ او تفہم فقد قطع الصلوٰۃ۔

ترجمہ: حضرت ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے کہا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز میں مردوں کے لیے سبحان اللہ کہنا ہے اور عورتوں کے لیے تالی بجانا ہے اور جس نے نماز میں اس طرح اشارہ کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اس نے اشارہ کیا ہے تو اپنے نماز کو دوبارہ ادا کرے امام ابی داوٗد نے فرمایا کہ یہ حدیث وھم ہے۔ مگر وہم کا وجہ مذکور نہیں، لہٰذا جرح مقبول نہیں۔[3]

---

[1] (ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۳۶ باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ، طبع میر کتب خانہ کراچی)

[2] (نخب الافکار جلد ۴ صفحہ ۱۲۳ طبع دار السیر بیروت و قدیمی کراچی جلد ۴ صفحہ ۴۰۲)

[3] (الناسخ والمنسوخ، صفحہ ۱۳۷ طبع مرکز اھل السنۃ ھند، اور شرح سنن الدار قطنی جلد ۲ صفحہ ۸۴/۸۳ التعلیق مغنی: غطفان: قال العراقی: قلت و لیس بمجھول فقد روی عنہ جماعۃ و ثقہ النسائی وا بن صبان (باب الاشارۃ فی اصلاۃ) اور مسند بزار جلد ۱۵ صفحہ ۱۱۶: حدیث نمبر ۸۴۱۶۔ حدثنا اسماعیل بن حفص قال نا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عتبۃ عن ابی غطفان عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال: من اشار فی صلاتہ اشارۃ تفہم عنہ فلیعد صلاتہ۔ او قد فسدت، الحدیث مطبوعہ دار الکتب علمیہ بیروت۔ اور امام طحطاوی نے بغیر جرح قبول کر کے شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۲۶ بیان کی ہے)

علامہ بدرالدین عینی نے فرمایا کہ صاحب تنقیح نے فرمایا کہ ابو غطفان مجھول نہیں وہ طریف کا بیٹا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مالک مزنی کا بیٹا ہے ابن معین نے کہا ہے کہ غطفان ثقہ ہے اور نسائی نے کنی سے فرمایا کہ ثقہ ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا نام سعد ہے۔

آپ کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کی روایت نقل کی یعنی آپ رجال مسلم ہی سے ہیں۔ تو اس کا اسناد صحیح ہے، اور ابن جوزی کے بیان کئے ہوئے علت کا کوئی اعتبار نہیں یہ کوئی چیز نہیں اس لیے کہ ابن اسحاق جمہور کے ہاں بڑی ثقات میں سے ہے۔ اور ابن شاہین نے ناسخ منسوخ میں یہ حدیث نقل کی بغیر کوئی جرح کے جس نے نماز میں اشارہ کیا اس طرح کہ اس سے فہم کیا گیا تو نماز کو یقینی طور پر ختم کیا یعنی نماز ادا نہ ہوئی۔ اور تعلیق مغنی علی دار قطنی میں بھی ہے۔ کہ عراقی نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ مجھول نہیں کیوں کہ محدثین کی ایک جماعت نے آپ سے حدیثیں نقل کی ہیں اور نسائی اور ابن حبان نے آپ کی توثیق کی ہے اور مسند بزار میں بھی یہ حدیث منقول ہے جس کے آخر میں ہے کہ اپنے نماز کو دوبارہ پڑھیں یا یہ کہ اس کی نماز یقینا فاسد ہوئی۔

اور صاحب نخب الافکار لکھتا ہے:

ابو داؤد هم يبين كيفية الوهم فلا يبنى عليه شئى۔

کہ ابو داؤد نے وھم کا کیفیت بیان نہیں کی لہٰذا اس پر کسی چیز کا بنا نہیں ہو سکتا۔[1]

اور علماء علم اصول فقہ فرماتے ہیں:

والطعن المبهم لا يوجب جرحاً في الراوى كما لا يوجبه في الشاهد ولا يمنع العمل به۔

اى الطعن المبهم من ائمة الحديث بان يقول هذا الحديث مجروح او منكر ولا يمنع العمل به اى الحديث اه۔

یعنی مشکوک اور گول مول طعن کے وجہ سے راوی حدیث کا مجروح نہیں ہو سکتا جیسا کہ گواہ اس وجہ سے لازمی طور پر مجروح نہیں ہو سکتا اور جرح مشکوک اور گول مول کے وجہ سے حدیث پر عمل کرنا منع نہیں ہے۔ آئمہ حدیث سے مشکوک جرح کہ حدیث مجروح ہے۔ یا منکر ہے یہ حدیث پر عمل منع نہیں کرتا۔[2]

قوله: اسكنوا: أمر من سكن يسكن اى اثبتوا ولا تتحركوا ولا تحركوا أطرافكم بل لازموا السكون والقرار لا نكم بين يدى ربكم جلت قدرته۔

---

[1] (نخب الافکار، جلد ۹ صفحہ ۱۲۳)

[2] (حسامی مع النامی صفحہ ۱۵۴ امدادیہ ملتان)

ویستفادمنہ احکام: الاول: أن فیہ دلالۃعلی أن ردالسلام بالاشارۃفی الصلاۃمکروہ لانہ مأمور بالسکون وھو عدم الحرکۃ فاذا أشار احتاج الی رفع الیدو تحریک الأصابع کماذکرنا۔

نخب الافکار شرح معانی الاثار میں ہے:

و قد ذکر ابن القصار أن ھذا الحدیث حجۃ فی النھی عن رفع الایدی فی الصلاۃ و ذکر أن فی ذلک نزلت: الم تر الی الذین قیل لھم کفوا أیدیکم و اقیمو الصلوٰۃ۔

رسول مقبول ﷺ کا یہ اَمر: اسکنوا: یہ امر سکن یسکن سے ہے مستقل ہو کر حرکت مت کرو اور اپنے ہاتھ پاؤں کو مت ہلاؤ بلکہ سکون کو لازم کرو کیوں کہ تم اللہ جل جلالہ کے سامنے کھڑے ہو۔[1]

اس سے کئی احکام نکلتے ہیں اول یہ کہ اس میں سلام کا جواب اور رد اشارہ سے نماز میں مکروہ ہے اس لیے کہ نمازی کو سکون کا حکم ہے اور سکون عبادت ہے عدم حرکت سے تو جب اشارہ کرتا ہے تو ہاتھ اٹھانے اور انگلیوں کو حرکت دینے کا محتاج ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اگر چہ حدیث منقول ابو داؤد وغیرہ کے وجہ سے احناف کے ہاں فاسد نہیں مکروہ ہے اس لیے حضور علیہ السلام نے نماز کو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا یہ حکم استحباباً ہے جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اٹھو نماز پڑھو جبکہ اس نے پہلے نماز پڑھ لی تھی مگر نماز کچھ کراہت آنے کے وجہ سے اس کو دوبارہ پڑھنے کا امر فرمایا اس طرح یہاں بھی اگر چہ یہ فعل قلیل ہے نماز فاسد نہیں ہوئی مگر کراہت کے آنے کے وجہ سے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم ہوا تاکہ مکمل بغیر کوئی کراہت ادا کرکے پورا ثواب مل جائے اور کتب فقہ میں یہ تفصیل موجود ہے کہ نماز میں فرض نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ نماز فرض ہے اور واجب رہنے کے وجہ سے اعادہ نماز واجب ہے سنت سے سنت اور مستحب سے مستحب ہے۔

امام طحاوی نے شرح معانی الاثار میں یہ بات کہ نماز میں انداموں کو ساکن رکھنا یہ امام ابو حنیفۃ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

اور شاہ انور شاہ کشمیری دیوبندی نے عرف شذی میں تحریر کیا ہے:

و الطحاوی اعلم بمذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یعنی امام طحاوی، امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کا بہت زیادہ علم رکھتے ہیں۔[2]

اور باب ماجاء فی التخشع فی الصلوٰۃ میں لکھتے ہیں:

و تأمر الشریعۃ بالسکون فی الصلاۃ کماھو عادۃ السلف الصالحین۔

---

[1] (نخب الافکار شرح معانی الاثار جلد ۹ صفحہ ۱۵۰، صفحہ ۱۵۱)

[2] (عرف شذی، صفحہ ۲۲ باب الاستنجاء بالحجارۃ دار الکتب علمیۃ بیروت)

ترجمہ: شریعت مطہرہ نماز میں سکون عدم حرکت کا حکم کرتی ہے جیسا کہ یہ ہمارے سلف صالحین کی عادت ہے۔[1]

اس طرح مولوی محمد انور شاہ الکشمیری الدیوبندی لکھتا ہے:

و بالجملة فالشريعة تأمر بالوقار و السكون فى الصلاة كما هو دأب السلف الصالحين فى صلاتهم وروى البيهقى باسناد صحيح عن مجاهد قال: كان ابن الزبير اذا قام فى الصلاة كانه عود و حدث أن أبابكر الصديق كان كذلك و كان يقال ذلك الخشوع فى الصلاة، كما فى الفتح، و اليراجع لتفصيل أقوال السلف فى الخشوع۔[2]

حدیث نمبر ۱۱۳

محمد قال اخبرنا ابو حنيفة علیہ الرحمۃ قال حدثنا معن بن عبدالرحمن عن القاسم بن عبدالرحمان عن ابيه عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال و قروا الصلاة يعنى السكون فيها قال محمد و به نأخذ و هو قول ابى حنيفة رضی اللہ عنہ۔

اور ابو الوفاء الافغانی اس کی شرح میں تحریر فرماہیں:

و فى المجلد الثالث من مجمع البحار الانوار جلد ۱ صفحه ۱۳۱ و منه قاروا الصلاة اى اسكنوا فيها و لا تحركو و لا تعبثوا، اھ۔ معجم الكبير ج ۴ صفحه ۱۷۵، مصنف عبدالرزاق ج ۲ صفحه ۲۶۵ سنن بيهقى كبرىٰ جلد ۲ صفحه ۴۹۸ حديث نمبر ۱۴۲۹: مسند ابى العباس السراج صفحه ۱۸۸ كاذناب خيل حديث نمبر ۷۲۸۔ قلت و اخرجه الامام ابو يوسف فى آثاره ص ۵۰۔ عنه قال بلغنى عن ابن مسعود رضى الله عنه انه قال توقروا فى الصلاة و اخرج الطبرانى فى الكبير عن ابن مسعود قال قاروا الصلاة يقول اسكنوا اطمعنوا و رجاله رجال الصحيح۔[3]

شرح کتاب الاثار میں افغانی صاحب آگے جا کر لکھتے ہیں:

عن جابر بن سمر رضی اللہ عنہ قال خرج علينا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال مالى اراكم رافعى ايديكم كانها اذناب خيل شمس اسكنوا فى الصلاة الحديث۔[4]

قال النووى و فيه الأمر بالسكون فى الصلاة و الخشوع فيها و الاقبال عليها۔[5]

اس لیے امام سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ نسائی میں رقم طراز ہیں:

قلت كان من علل ترك الاشارة الى التوحيد فى التشهد بانها تنافى السكون اخذ ذلك من هذا الرواية اعنى لفظ اسكنوا فى الصلاة و الله تعالىٰ اعلم۔[6]

---

1 (عرف شذی صفحه ۴۳۳ دار الكتب علميه بيروت)

2 (شرح التقريب، للعراقى (۲، ۳۷۲، ۳۷۳ و العمدة (۳۔۱۶)، معارف السنن جلد نمبر ۳ صفحه ۴۷۳ طبع ايچ ايم سعيد كراچى شرح جامع الترمذى، و فتح البارى شرح صحيح بخارى جلد ۲ صفحه ۲۸۷ قديمى كراچى اور عمدة القارى جلد ۵ صفحه ۲۸۰ دار الاحيا التراث العربى بيروت)

3 (كتاب الاثار جلد ۱ صفحه ۳۰۰ اور ۳۰۱ دار الكتب العلميه بيروت امام محمد علیہ الرحمۃ)

4 (شرح كتاب الآثار، ج ۱، ص ۱۸۱)

5 (شرح كتاب الاثار محمد رضى الله تعالىٰ عنه صفحه ۳۰۱ و صفحه ۳۰۲)

6 (سندهى على النسائى جلد ۱ صفحه ۱۷۶ قديمى كراچى)

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے: کہ شریعت مطہرہ نے نماز میں سکون اور وقار حکم کا دیا ہے جیسا کہ یہ سلف صالحین کا طریقہ اور عمل ہے کہ اپنی نمازوں میں۔ امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کی کہ ابن زبیر جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسا لگتا جیسا لکڑی ہوتی ہے اور حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی ایسے ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ نماز میں خشوع ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

خشوع کی تفصیل اور سلف کے اقوال معلوم کرنے کے لیے شرح تقریب عراقی، عمدۃ القاری کی طرف رجوع فرمائیں۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے:

ترجمہ: حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں! ہمیں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی وہ فرماتے ہیں ہمیں معن بن عبد الرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ نے قاسم بن عبد الرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ اپنے باپ سے اور وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نماز میں وقار کا خیال رکھو یعنی سکون سے پڑھو حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہم اسی بات کو اختیار کرتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

ابو الوفا الافغانی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الآثار کی شرح میں لکھتے ہیں کہ مجمع بحار الانوار کی جلد نمبر ا صفحہ ۱۳۱ پر ہے کہ نماز میں وقار کرو یعنی اس میں سکون کرو اور حرکت مت کرو اور عبث مت کرو۔

آگے جا کر لکھتے ہیں کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم پر رسول ﷺ نے خروج کیا فرمایا کیوں کہ میں آپ کو ایسے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسے بد خو گھوڑوں کی دم، نماز میں سکون کرو یعنی سکون سے پڑھو۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نماز میں سکون اور خشوع کا اور اس کے طرف متوجہ ہونے کا حکم ہے اور امام سندی حاشیہ نسائی پر لکھتے ہیں کہ تشہد کی حالت توحید کے لیے اشارہ نہ کرنے کی علت یہ ہے کہ اشارہ کرنا سکون کے خلاف ہے یہ حکم اس مذکورہ حدیث سے لیا گیا ہے۔ میری مراد اس سے **اسکنوا فی الصلوٰۃ** یعنی نماز میں ساکن رہو یعنی سکون سے ادا کرو۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں ذکر کرتے ہیں کہ فقہ حنفی کا بنا مسند ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آثار محمد رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہے (یعنی دونوں کتابیں ایسی ہیں کہ جس پر مذہب حنفی کا دار و مدار ہے)۔[1]

ابو الوفا رحمہ اللہ تعالیٰ آگے جا کر تحریر کرتے ہیں:

قال ولا یتشاغل بشئی غیر صلاتہ من عبث بثیابہ او بلحیہ۔ لقولہ الصلاۃ و السلام۔ کفوا ایدیکم فی الصلوٰۃ۔

---

[1] (کتاب الآثار مترجم صفحہ ۹ ا ایچ ایم سعید کراچی)

فرمایا اپنی نماز کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہو اپنے لباس میں عبث کرتے ہوئے اور داڑھی اپنی سے (رسول مقبول ﷺ کے اس فرمان عالیشان سے ثابت ہوا کہ نماز میں لباس اور داڑھی وغیرہ پر ہاتھ پھیرنا یا سیدھا کرنا منع ہے۔ بلکہ نماز میں ہاتھوں کو بند رکھنا ہے)۔[1]

یہی وجہ ہے کہ علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال ثم یبسط کفیه علی رکبتیه و ینشر أصابعه ولا یشیر بشئی منها و ذلک لما فی حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ لما جلس افترش رِجله الیسریٰ، و وضع یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ، ویده الیمنیٰ علی فخذه الیمنٰی۔

ترجمہ: ابو جعفر نے فرمایا پھر گھٹنوں پر اپنے ہاتھ پھیلائے اور اپنی انگلیوں کو منتشر کرے اور ان میں سے کسی چیز سے اشارہ نہ کرے۔ یہ وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث منقولہ کے وجہ سے تحقیق ہے جب نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے تو بائیں پاؤں کو پھیلایا اور اپنے بائیں ہاتھ بائیں ران پر رکھ دیے اور اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر۔ (اس میں اشارہ کا ذکر نہیں)

اور علامہ جصاص مجتہد مفسر محدث شرح مختصر الحاوی فتاوی فی الفقہ الحنفی میں تحریر فرماہیں:

و ینشر اصابعه کما ینشر ها فی السجود و الرکوع ولا یشیر شئی منها لقوله ﷺ کفوا ایدیکم فی الصلاۃ اسکنوا فی الصلاۃ۔[2]

و وضع یدیه علی فخذیه و بسط اصابعه و تشهد یروی ذلک فی حدیث وائل و لان فیه توجیه اصابع یدیه الی القبلة۔[3]

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ نے فرمایا: دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھ دے اور انگلیوں کو پھیلائیں اور تشہد پڑھیں اس بارے میں وائل کی حدیث روایت کرتی ہے اور اس میں ہاتھوں کی انگلیوں کا روبقبلہ کرنا ہے (اس میں امر قرآنی پر عمل کرنا ہے)۔

امام ترمذی کی گواہی:

حدثنا ابو کریب نا عبد اللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال قدمت المدینة قلت لا نظرن الی صلوٰۃ رسول ﷺ فلما جلس یعنی للتشهد افترش رجله الیسری و وضع یده الیسری یعنی علی فخذه

---

1 (کتاب الاثار، ابو الوفاء افغانی حیدر آباد دکن (بالھند) جلد ۱ صفحہ ۲۰۳ دار الکتب علمیہ بیروت)

2 (شرح مختصر الطحاوی فی الفقہ الحنفی الجصاص متوفی ۳۷۰ھ جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۲۸ اور ۳۲۹ دار السراج المدینہ منورہ)

3 (ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۱۔ شرکۃ علمیہ ملتان شیخ الاسلام برہان الدین المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ)

اليسری و نصب رجله اليمنی قال ابو عيسی هذا حديث حسن صحيح و العمل عليه عند اكثر اهل العلم و هو قول سفيان الثوری و ابن المبارک و اهل الكوفة۔[1]

ترجمہ: علامہ جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی انگلیوں کو اس طرح پھیلائیں جیسے کہ پھیلاتے ہیں سجدہ اور رکوع میں اور اس میں کسی چیز پر اشارہ نہ کرے رسول ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو بند رکھو اور نماز میں سکون عدم حرکت کرو۔

صاحب ہدایہ تحریر فرماہیں کہ اپنے دونوں ہاتھوں کواپنی دونوں رانوں پر رکھ کر اور اپنی انگلیوں کو پھیلائے یہ وائل کی حدیث مرویہ سے ثابت ہے۔ اور اس میں قبلہ کی طرف انگلیوں کا کرنا ہے۔

امام ترمذی حضرت وائلر ضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کر کے وہ یہ ترجمہ کہ میں مدینہ منورہ کو آئے اور میں نے کہا کہ ضرور میں حضور علیہ السلام کی نماز کو دیکھوں گا تو آپ علیہ السلام تشہد کے لیے بیٹھ گئے تو بائیں پاؤں کو پھیلایا اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ دیا اور دایاں پاؤں کھڑا کیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اس پر اکثر اہل علم کا عمل ہے اور یہ سفیان ثوری اور ابن المبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ (یہ ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ احناف کے مذہب میں اشارہ نہیں)

اور امام ترمذی باب ماجاء فی الاشارة میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث نقل فرماتے ہیں:

اذا جلس فی الصلاة وضع يده اليمنی علی ركبته و رفع اصبعه التی تلی الابهام يدعو بها و يده اليسری علی ركبته باسطها عليه: قال ابو عيسی حديث ابن عمر حديث حسن غريب لا نعرفه من حديث عبيد الله بن عمر الا من هذا الوجه و العمل عليه عند بعض اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ و التابعين يختارون الاشارة فی التشهد و هو قول اصحابنا۔ جلد ۱ صفحه ۳۹۔

یعنی آپ ﷺ بیٹھ گئے نماز میں تو دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھ دیا اور انگوٹھے کے قریب والی انگلی کو اٹھایا اس پر دعا کرتے تھے (اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ اشارہ دعاء کے لیے تھا نہ کہ نفی اثبات کے لیے) اور بائیں ہاتھ کو اپنے گھٹنے پر پھیلایا ہوا رکھ دیا امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث حسن غریب ہے۔

ہم عبید اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث صرف اس وجہ سے پہچانتے ہیں اور اس پر بعض اصحاب اور تابعین عمل پیرا ہیں کہ تشہد کی حالت میں اشارہ کرتے ہیں اور یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے۔

---

[1] (ترمذی جلد ۱ صفحه ۳۸ و ۳۹ باب كيف الجلوس فی التشهد فاروقی كتب خانه ملتان)

حضرت علامہ شیخ القرآن والحدیث غوث الزمان شیخنا و شیخ المشائخ العرب والعجم کہ مراد اصحابنا سے اہل حدیث ہے آگے جاکر تحریر فرماہیں:

فالمحصول ان الفقهاء من اصحابنا ظاهر الرواية وعلماء المتون لا يعملون بحديث الاشارة والذا لم يذكروا ها في السنن والآداب لان وضع اليدين علے الفخذين مبسطوتتين سنة والسكون مامور به وفي الاشارة تركها فتركوه وايضاً قالوا نعمل بحديث صلوا كما رئيتموني اصلي انتهى وليس في تلك الصلوٰة ذكر الاشارة فالصلوٰة بدون الاشارة مامور به فلذا رجحوا فعل عدم الاشارة على الاشارة۔

ترجمہ: نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے مذہب ظاہر الروایۃ کے فقہاء اور متون والے اشارہ کے حدیث پر عمل نہیں کرتے اس لیے انہوں نے اشارہ کو سنتوں اور مستحبات میں ذکر نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر بچھائے ہوئے رکھ دینا سنت ہے اور نماز میں سکون مامور بہ ہے اس پر امر نبوی ﷺ اور اشارہ کرنے میں اس حکم نبوی ﷺ کو ترک کرنا ہے اس لیے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور اس طرح یہ بھی کہا کہ ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جیسا میں نماز پڑھتا ہوں اس طرح آپ لوگ بھی نماز پڑھ لیں اور اس نماز میں اشارے کا ذکر نہیں تو نماز بغیر اشارہ کرنے مامور بہ ہے اس لیے فقہاء نے ہمارے مذہب والوں کو ترجیح دی اشارہ نہ کرنے کو بمقابلہ اشارہ کرنے پر (کیوں کہ قولی فعلی پر مقدم ہوتا ہے)۔[1]

نوٹ: یہ بات سب کو معلوم و منظور ہے کہ امام محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی چھ کتابیں ہیں ان میں سے ظاہر روایت میں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت منقول نہیں۔ اس طرح متون فقہ جو اصل مذہب کو نقل کرتے ہیں ان میں اشارہ کا وجود نہیں مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں ہے کہ ہمارے مذہب کے پہلے طبقہ کے مسائل جو کہ مسائل کی اصول ہیں اور ظاہر الروایۃ کے مسائل ہیں۔

صفحہ ۹ واعلم انهم ذكروا ان ما في المتون مقدم على ما في الشروح الخ۔ صفحہ ۱۰

اور وقایۃ الروایۃ متن شرح وقایہ میں ہے:

فالحكم بما في المتون كما لا يخفى لانها صارت متواترة۔

شامی میں ہے:

واضعا يديه على فخذيه موا جها اصابعه نحو القبلة مبسوطة۔[2]

---

[1] (تسهيل الترمذی منظور عام پریس پشاور ۱۳۹۵ھ ص ۵۹)
[2] (شامی جلد ۱ صفحه ۵۳)

عبید اللہ بن مسعود شرح وقایہ الروایۃ میں فرماتا ہے:

وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ فَإِنَّ السُّنَّةَ عِنْدَهُ أَنْ يَعْقِدَ الْخِنْصِرَ وَالْبِنْصِرَ وَيُحَلِّقَ الْوُسْطَى وَالْإِبْهَامَ وَيُشِيرَ بِالسَّبَّابَةِ عِنْدَ التَّلَفُّظِ بِالشَّهَادَتَيْنِ وَمِثْلُ هَذَا جَاءَ عَنْ عُلَمَائِنَا أَيْضًا۔ [1]

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روضۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

یستحب ان یرفع مسبحته فی کلمة الشهادا ذا بلغ همزة الا اللّٰہ۔ ولنا وجه شاذأنه یشیر بها فی جمیع التشهد۔ انتهی۔ [2]

امام شاہ ولی اللہؒ نے بھی مسوّی میں لکھا ہے:

قلت اکثر اهل العلم علی استحباب الاشارة۔

اس طرح مصفی میں تحریر فرماہیں:

موضع اشارة قول الا اللّٰہ است بحدیث مسلم۔ [3]

علماء نے ذکر کیا ہے کہ متون کے مسائل شروح سے پہلے ہیں عمدۃ الرعایہ۔ جو متون میں ہے وہ حکم ہی ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اس لیے کہ متون کے مسائل متواتر ہوتے ہیں۔ شامی شرح وقایہ کے متن وقایۃ الروایت میں ہے کہ تشہد کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں رانوں پر رکھتے ہوئے اور اپنی انگلیوں کو بچھائے قبلہ کی طرف متوجہ رکھیں شارح عبید اللہ صاحب نے ذکر کیا کہ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا خلاف ہے کیوں کہ ان کے ہاں چھوٹی انگلی اور ساتھ والی کو بند کرے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنائے اور مسبحہ سے اشارہ کرے شھادتین پڑھنے کے وقت اور ہمارے مذہب کے علماء میں سے بھی ایسا منقول ہے۔ (**حسب قاعدہ مذکور شرح کا قول مقبول عند الاحناف بمقابلہ متن کے نہیں ہے**)

امام نووی فرماتے ہیں کہ جب کلمہ میں شہادۃ میں ہمزہ **الا اللہ کو** پہنچے تو اشارہ کرے اور ہمارے شوافع میں ایک شاذ روایت یہ ہے کہ سب تشہد میں اشارہ کرے یعنی ابتداء سے آخر تک شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اکثر علماء کے ہاں اشارہ مستحب ہے اور مصفیٰ میں تحریر کرتے ہیں کہ **الا اللہ** کے پڑھنے کے وقت انگلی اٹھائے۔ (یعنی شاہ صاحب شوافع کے ساتھ ہیں۔)

---

[1] (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج٢، ص٢٩٠، مركز العلماء العالمي للدراسات وتقنية المعلومات، مجمع الأنهر، ج١، ص١٠٠، الناشر: دار إحياء التراث العربي)

[2] (امام نووی روضۃ الطالبین جلد ١ صفحہ ٢٦٢:)

[3] (مسویٰ مصفی جلد ١ صفحہ ١١٦ میر محمد کراچی وغیرہ)

امام طحاوی کا مختصر تذکرہ:

نام: احمد بن محمد کنیۃ ابو جعفر الطحاوی الایزدی۔

امام جلیل القدر مشهور فی الآفاق ذکره الجمیل مملؤ فی بطون الاوراق وله ۲۲۹ھ قیل ۲۳۰ھ توفی ۳۲۱ھ کان اماما ثقة فقیهاً عاقلاً لم یخلف مثله و ذکر السیوطی قال کان ثقة ثبتاً فقیها لم یخلف بعده مثله انتهت الیه ریاسة الحنفیة بمصر انتهی۔

عبد البر نے فرمایا:

کو فی المذهب عالماً بحمیع مذاهب العلماء انتهی: ماخوذ از فوائد بهیه۔

یعنی امام طحاوی اطراف عالم مشہور ہیں اور ان کے ذکر جمیل سے اوراق بھرپور ہیں۔ معتمد امام تھے عقل والے فقیہ تھے ان جیسے بعد میں نہیں آئے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ معتمد علیہ تھے اس کے بعد ان جیسے عالم نہیں آئے مصر میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو حنفیہ کی سیادت ان کو منتھی ہوئی عبد البر نے فرمایا کہ حنفی مذہب والے اور سب علماء کے مذاہب کے عالم تھے۔ ایضاً۔

اس میں ہے اتقانی نے غایۃ البیان میں لکھا:

انه مؤتمن لا متهم مع غزارة علمه و اجتهاده و ورعه و تقدمه فی معرفة المذاهب و غیرها۔

یعنی امام طحاوی اس امت کے لیے امانت دار تھے اپنے کثرت علم کے باوجود اور اپنے اجتہاد اور تقویٰ پرہیز گاری مذاہب کے علم میں سب سے آگے تھے (آپ کا متن فقہ میں معتبر فقہ ہے جس میں نفی اشارہ ہے)۔

امام جصاص احمد بن علی ابو بکر الرازی

الجصاص کان امام الحنفیة فی عصره۔ ولد ۳۰۵ھ توفی ۳۲۰ھ هو اصحاب ابی حنیفة فی وقته و کان مشهوراً بالذهر امام جصاص۔

اپنے زمانہ میں احناف کے امام تھے پاکدامنی میں مشہور تھے۔ (رتبہ اجتہاد تھے)

صاحب هدایه: علی بن ابی بکر المرغینانی: کان اماما فقیها حافظاً محدثا مفسراً جامع العلوم ضابطه للفنون متقنا نظاراً مرقفا زاهداً ورعا بارعاً فاضلاً ماهراً اصولیا أدیبا شاعر لم تر العیون مثله فی العلم و الادب و له الید الباسط فی الخلاف و الباع الممتد فی المذهب۔

فوائد بھیہ اور طبقات السنیہ میں ہے:

وعدہ من المجتھدین فی المذھب۔[1]

اور فتح القدیر کے صفحہ اول پر کشف الظنون کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ان الھدایۃ کالقرآن قد نسخت ما صنفو اقبلھا فی الشرع من کتب۔ فاحفظ قواعدھا و اسلک مسالکھا یسلم مقالک من زیغ و من کذب و قال بعضھم۔

برھان الدین اللہ حارس شرعہ: ام الکرامۃ مقتدی علمائہ علی لواء العلم حتی أصبحت و علماء دین اللہ تحت لوائہ۔

یعنی صاحب ہدایہ مرغینانیؒ: امام فقیہہ تھے حافظ تھے محدث، مفسر تھے۔ جامع علوم، فنون علم کے حاکم تھے آنکھ ملانے والا تہمت سے بری تھا عبادت کے لیے دنیا کو چھوڑا تھا پرہیز گار علم میں کامل فاضل اور ماہر تھے۔ اصولی، ادیب، شاعر تھے۔ آپ جیسا آنکھوں نے نہیں دیکھا علم اور ادب میں خلاف میں لمبی ہاتھ رکھتے تھے اور مذہب میں پھیلے ہوئے ہاتھ رکھتے تھے۔ اور مجتہدین فی المذہب کا مرتبہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے سابقہ آسمانی کتابوں کو منسوخ کیا اس طرح ہدایہ نے سابقہ شرع میں لکھی ہوئی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ اس کے قواعد کو یاد کرو اور اس کے مسئلہ پر چلتے رہو آپ کی بات کجی سے درست ہو کر جھوٹ سے محفوظ رہے گی۔

اور بعض علماء نے کہا:

برہان الدین اللہ تعالیٰ کی شریعت کے چوکیدار ہیں۔ کرامتوں کی اصل ہیں اور شریعت کے علماء کا پیش رو ہیں۔ علم کے جھنڈے کو ایسا بلند کیا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے علماء آپ کے جھنڈے کے تحت ہوئے۔ "مختصراً ذکر کیا"

فصل: حضرت علامہ امام محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے موطا میں اشارہ کی حدیث نقل کر کے لکھ دیا:

قال محمد و بقنیع رسول اللہ ﷺ نأخذ و ھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صاف ستھر ابنائے ہوئے طریقہ پر ہم عمل کرتے ہیں وہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے پھر ہم کیسے یہ کہتے ہیں کہ مذہب حنفی میں اشارہ کرنا نماز میں تشہد کی حالت نہیں اس طرح امالی ابی یوسف میں ذکر اشارہ کرنے کا ہے۔

الجواب: بحیثیت مسلمان ہم پر لازم ہے کہ حقیقت معلوم کر کے حق کا اتباع کریں موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا کتب نوادر میں سے ہے۔ یہ بات گزر چکی کہ فتویٰ ظاہر الروایات پر ہوتا ہے اور متون شروع اور فتاویٰ سے مقدم ہے۔

---

[1] (فوائدبھیہ صفحہ ۱۴۱)

اس طرح امالی کہ نوادر میں سے ہے علامہ عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ مقدمہ عمدۃ الرعایۃ میں لکھتے ہیں:

لو وجد بعض انسخ النوادر فی زماننا لا یحل عزو مافیھا الی محمد ولا الیٰ ابی یوسف لا نھا لم تشتھر فی زماننا فی دیارنا ولم تداول۔

ترجمہ: اگر ہمارے زمانے میں نوادر کے بعض نسخے پائے جائیں تو ان کے مسائل کی نسبت کرنا امام محمد اور نہ امام ابو یوسف کو جائز ہے کہ یہ ان کا مذہب ہے اور انہوں نے ذکر کیا۔ اس لیے یہ ہمارے ملک اور زمانہ متواول نہیں ہوئے ہیں۔

ملا علی قاری تذکرۃ الموضوعات کے حوالہ سے تحریر فرماہیں:

ان النقل الاحادیث النبویۃ و المسائل الفقھیۃ و التفاسیر القرآنیۃ لا یجوز الا من الکتب المتداولۃ لعدم الاعتماد علی غیرھا من وضع الزنادقۃ و الحاق الملاحدۃ، الخ۔

رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور فقہی مسائل اور تفاسیر قرآنی کا نقل کرنا جائز نہیں مگر صرف متداول کتابوں سے۔ نہ کہ نوادر سے۔ اس بنا پر اشارے کے مسئلے کو امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ تعالیٰ کو منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ [1]

دوسری بات یہ ہے: آیئے اور موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطالعہ کریں مگر غور سے کہ حدیث اشارہ کو آپ نے کون سے باب میں ذکر کیا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ محدثین کی اصطلاح اور قاعدے کے مطابق کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ موطا میں باب منعقد کرتے ہیں وہ یہ **باب العبث بالحصی فی الصلوٰۃ و مایکرہ من تسویتہ۔**

نماز میں بے فائدہ کام کرنا کنکریوں سے۔ اور وہ کام جو کنکری برابر کرنے سے مکروہ ہے۔ آپ نے اس باب میں پہلا ابو جعفر القاریٔ سے منقول حدیث نقل کی کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ جب سجدہ کرتے تو کنکری برابر کرتے۔ ہلکی تسویہ سے اور ابو جعفر نے فرمایا کہ ایک دن میں نماز پڑھ رہا تھا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے پیچھے تھے تو آپ نے اپنا ہاتھ میری گردن پر رکھ کر مجھے دبایا۔

دوسری مطلوبہ حدیث بیان کرتے ہیں:

اخبرنا مالک اخبرنا مسلم بن ابی مریم عن علی ابن عبدالرحمن المعاوی انہ قال رانی عبداللہ بن عمر و انا اعبث بالحصی فی الصلوٰۃ فلما انصرفت نھانی و قال اصنع کما کان رسول اللہ ﷺ یصنع فقلت کیف کان رسول اللہ ﷺ یصنع قال کان رسول اللہ ﷺ اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع کفہ الیمنی علی فخذہ الیمنی قبض اصابعہ کلھا و اشار باصبعہ التی تلی الابھام و وضع کفہ الیسری علی فخذہ الیسری قال محمد بصنیع رسول اللہ ﷺ نأخذ و ھو

[1] (مقدمہ عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ جلد ۱ صفحہ نمبر ۱۱ امدادیہ ملتان)

قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاما تسویۃ الحصیٰ فلا بأس بتسویتہ مرۃ واحدۃ و ترکھا افضل و ھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[1]

ترجمہ: علی ابن عبد الرحمن معاوی سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نماز میں سنگریزوں سے بے فائدہ عبث کرتا تھا، عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے دیکھا تو جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے اس عبث کام سے منع کیا اور فرمایا کہ ایسا کرتے رہو جیسے رسول اللہ ﷺ کرتے رہے تو میں نے عرض کی کہ رسول اللہ ﷺ کیسا کرتے تھے تو فرمایا کہ جب نماز میں رسول اللہ ﷺ قعدہ پر بیٹھتے تو اپنا دائیاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھ دیتے اور اپنی ساری انگلیوں کو بند کرتے یعنی سب کے سب بند کرتے اور اپنے انگوٹھے سے ملی ہوئی انگلی سے اشارہ کیا اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ دیا۔

ناظرین کرام کو عرض ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نماز میں سنگریزوں سے عبث کرتے ہوئے فعل بیان کررہے ہیں۔ کیوں کہ عنوان یہی قائم کیا۔ علماء کرام کو محدثین کا طرز عمل معلوم ہے کہ وہ جو حکم کرتے ہیں اور مسئلہ بیان کرتے ہیں تو ترجمۃ الباب سے ثابت کرنے کا حکم اور فیصلہ بیان کرتے ہیں نہ کہ اس حدیث میں جو اور مسائل ہوں اس کا حکم دیتے ہیں اگرچہ ترجمۃ الباب میں ان کو اشارہ نہ ہو۔

توضیح ممثل کے لیے ایک مثال سن لیجئے۔ سلسلہ کتب حدیث میں اصح الکتب صحیح البخاری ملاحظہ ہو۔ وہ یہ کہ باب سکر الانھار:

حدثنا عبداللہ بن یوسف ثنا اللیث ثنی ابن شھاب عن عروۃ عن عبداللہ بن الزبیر انہ حدثہ ان رجلا من الانصار خاصم الزبیر عندالنبی ﷺ فی شراج الحرۃ التی یسقون بھا النخل فقال الانصاری سرح الماء یمر فابیٰ علیہ فاختصما عند النبی ﷺ قال رسول اللہ ﷺ للزبیر اسق یازبیر ثم ارسل لماء الی جارک فغضب الانصاری فقال ان کان ابن عمتک فتلون وجہ رسول اللہ ﷺ ثم قال اسق یا زبیر ثم احبس الماء حتی یرجع الی الجدر فقال الزبیر واللہ انی لا حسب ھذہ الایۃ نزکت فی ذلک فلا وربک لا یومنؤن حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم قال محمد بن عباس قال ابو عبداللہ لیس یذکر عن عروۃ عن عبداللہ الا اللیث فقط۔[2]

ترجمہ: روایت ہے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ اُنہوں نے حدیث بیان کی کہ انصاری کے ہاں اس کا فیصلہ مقام حرۃ کے نالے کی بابت دربار رسالت ﷺ میں آئے۔ وہ نالہ جس سے کھجور کے درخت کو سیراب کیا جاتا ہے تو انصاری نے کہا کہ پانی چھوڑو بہنے دو تو زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات سے انکار کیا تو دونوں نے حضور علیہ السلام کے ہاں فیصلہ لے آئے۔ رسول ﷺ نے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا باغ سیراب کرکے پھر پانی چھوڑ دو

---

[1] (موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ ۱۰۸ و صفحہ نمبر ۱۰۹ قدیمی آرام باغ کراچی)

[2] (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۱۷)

اپنے پڑوسی کو تو وہ انصاری غصہ ہوا کہ یہ آپ کے کزن (چچی کا بیٹا) ہے اس لیے آپ ﷺ نے ایسا فیصلہ کیا تو رسول اللہ ﷺ سخت غصہ ہوئے جس کی وجہ سے رنگ مبارک متغیر ہوا۔

پھر فرمایا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اپنے درختوں کو پانی دینے کے بعد اس وقت تک روکے رکھو جب تک کہ وہ کھیت منڈیروں سے بہنے لگے۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم بہ خدا یقیناً میں ضرور جانتا ہوں یہ آیت مبارکہ اس بارہ میں نازل ہوئی ہے کہ ایسا کام نہیں جیسے ان کا گمان ہے۔ جب یہ لوگ اپنے اختلافات میں آپ کو حکم نہ کریں مؤمن نہیں ہو سکتے ص ۹۹۔

(فی ھذہ الایة) اربعة اقوال احدھا و ھو قول ابن جریر ان لا الاولی رد الکلام تقدمھا تقدیرہ فلا یفعلون اذ لیس امر کما یزعمون من انھم آمنوا بما انزل الیک ثم استأنف فعلی ھذا یکون الوقف علی لا تاماً: الثانی ان الاولی قدمت علی القسم اھتماما بالنفی ثم کررت توکیدا او کان یصح اسقاط الاولی و یبقی معنی النفی و لکن تفوت دلالة علی الاھتمام المذکور و کان یصح اسقاط الثانیة و یبقی معنی الاھتمام و لکن تفوت الدلالة علی النفی فجمع بینھما لذلک: الثالث: ان الثانیة زائدة و القسم معترض بین حرف النفی و المنفی و کان التقدیر فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ: الرابع: ان الاولی زائدة و الثانیة غیر زائدة و ھو اختیار الزمخشری فانه قال لا مزیدة لتاکید معنی القسم کما زیدت فی لئلا یعلم لتاکید وجوب العلم و لا یؤمنون جواب القسم کذا فی السمین۔[1]

ترجمہ: فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ: میں تکرار لا میں چار قول ہیں:

(۱) وہ ابن جریر کا قول ہے: لام اول پہلے کلام کا رد ہے اس کی تقدیر یہ ہے تو وہ نہیں کرتے ہیں اس لیے کہ ایسا نہیں جیسے یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے جو تم پر نازل ہوئی ہے اس پر ایمان لایا ہے تو استناف کیا اس وجہ سے لام پر وقف تام ہو گا۔

(۲) پہلا لام قسم پر مقدم کیا گیا ہے برائے اہتمام نفی پھر تاکید کے لیے مکرر ہوا ہے اور لام اولیٰ کا ساقط کرنا صحیح ہے اور پھر بھی نفی کا معنی باقی رہتا ہے مگر اہتمام مذکور پر دلالت کا نفی ہوتا ہے اور دوسرے لام کو ساقط کرنا بھی صحیح تھا اور اہتمام کا معنی پھر بھی باقی رہتا ہے مگر نفی پر دلالت ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے دونوں لاموں کو جمع کیا گیا۔

(۳) دوسرا لام زائد ہے اور قسم حرف نفی اور منفی میں معترضہ ہے اور تقدیر عبارت ایسا تھا فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ۔ میں ایمان نہیں لا رہے ہیں قسم ہے آپ کے رب پر۔

---

[1] (جمل بر حاشیہ جلالین صفحہ ۸۰ حاشیہ ۱۰ ایچ ایم سعید کراچی و جمل جلد ۱ صفحہ ۳۹۷ قدیمی کراچی۔ الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون المعروف باسمین الحلبی جلد ۲ صفحہ ۳۸۴ و صفحہ ۳۸۵ سورۃ النساء علی آیت نمبر ۶۵)

(۴) پہلا لام زائد ہے اور دوسرا زائد نہیں ہے اور یہ توجیہ علامہ زمخشری نے اختیار کیا ہے کیوں کہ انہوں نے کہا کہ لازائد شدہ ہے برائے تاکید معنی القسم جیسا کہ لئلا یعلم میں زائد کیا گیا ہے برائے تاکید وجوب علم اور لَا یُؤْمِنُونَ جواب القسم ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ دوسرا باب یہ قائم کیا ہے: باب شرب الاعلیٰ قبل الاسفل بالا نیچی والے سے پہلے اپنا باغ سیراب کرے اور اس باب میں پھر وہ حدیث نقل کرتا ہے:

حدثنا عبدان انا عبداللہ انا معمر عن الذھری عن عروۃ قال خاصم الزبیر رجلاً من الانصار فقال النبی ﷺ یا زبیر اسق ثم ارسل فقال الانصاری انہ ابن عمتک فقال اسق یا زبیر حتی یبلغ الجدر ثم امسک فقال الزبیر فاحسب ھذہ الایۃ نزلت فی ذلک: فَلَاوَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ۔

ترجمہ: عروہ نے بیان کیا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک انصار کے آدمی سے جھگڑا ہوا نبی ﷺ نے فرمایا اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم اپنے باغ کو سیراب کرو پھر اس کے طرف پانی چھوڑ دو اس انصاری نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کے پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم اپنے باغ کو سیراب کرو پھر جب پانی باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے تو پانی کو روک لینا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میرا گمان ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی۔ اے رسول مکرم ﷺ آپ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک کہ یہ ہر باہمی جھگڑے میں آپ ﷺ کو حاکم نہ مان لیں۔[1]

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تیسرا باب منعقد کیا ہے۔ باب شرب الاعلی الی الکعبین اوپر والوں کا اپنے باغ کو ٹخنوں تک پانی سے سیراب کرنا۔

حدثنا محمد انا مخلد ابن یزید الحرانی انا ابن جریج ثنی ابن شھاب عن عروۃ بن الزبیر انہ حدثہ، ان رجلا من الانصار خاصم الزبیر فی شراج من الحرۃ یسقی بھا النخل فقال رسول اللہ ﷺ اسق یا زبیر فامرہ باالمعروف ثم ارسل الی جارک قال الانصاری ان کان زبیر ابن عمتک فتلون وجہ رسول اللہ ﷺ ثم قال اسق ثم احبس حتی یرجع المآء الی الجدر واستوعی لہ حقہ فقال الزبیر واللہ ان ھذا الایۃ انزلت فی ذالک فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ فقال لی ابن شھاب فقدرت الانصار والناس قول النبی ﷺ اسق ثم احبس حتی یرجع المأء الی الجدر فکان ذالک الی الکعبین۔ ان الجدر ھو الاصل ۱۲

[1] (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۱۸)

ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں از عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ انصار کے ایک آدمی نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیاہ پتھریلی زمین کی وادی کے پانی سے کھجور کے درختوں کو پانی دینے کے بارے میں جھگڑا کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم اپنے باغ کو سیراب کرو آپ ﷺ نے آپ کو یہ حکم دستور اور رواج کے مطابق دیا تھا پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو تب انصاری نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کے پھوپھی کے بیٹے ہیں نا پس رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے متغیر ہوا پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم اپنے باغ میں پانی دو پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ پانی باغ کی دیواروں کی طرف لوٹ جائے اور آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا پورا حق دیا پس حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ کے قسم یہ آیت اس قضیہ میں نازل ہوئی۔ رسول مکرم ﷺ آپ ﷺ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ ہر باہمی جھگڑے میں آپ ﷺ کو حاکم نہ مانیں مجھ سے ابن شہاب نے کہا نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا تھا اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم باغ کو سیراب کرو حتیٰ کہ پانی باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے اس ارشاد سے انصار اور دوسرے لوگوں نے یہ اندازہ کیا کہ پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے حدیث میں جو الجدر کا لفظ ہے اس سے مراد جڑ ہے۔

علامہ بدرالدین عمدۃ القاری میں تحریر کرتے ہیں: یعنی **رجوع الماء الی الجدر و وصوله الی الكعبين و هو موضع الترجمة: حاشیہ ۲** بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ یہ حدیث اسی لیے یہاں روایت کی ہے کہ اس میں ٹخنوں تک باغ کو پانی سیراب کرنے کا ذکر ہے۔ (یعنی یہاں صرف اسی بات کو امام بخاریؒ بیان کرنا چاہتے ہیں فقط) آیئے دوسری مثال بھی صحیح بخاری سے سن لیجیے۔

باب الزكاة على الاقارب وقال النبی ﷺ له اجران القرابة و الصدقة:

(۱) حدثنا عبدالله بن يوسف قال حدثنا مالك عن اسحٰق بن عبدالله ابن ابی طلحة انه سمع انس بن مالك يقول كانَ أبو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصارِيٍّ بالمَدِينَةِ مالًا مِن نَخْلٍ، أَحَبُّ مالِهِ إلَيهِ بَيْرُحاءَ، مُسْتَقْبِلَةَ المَسْجِدِ وكانَ النبيُّ ﷺ يَدْخُلُها ويَشْرَبُ مِن ماءٍ فيها طَيِّبٍ، قالَ أنَسٌ: فَلَمّا نَزَلَتْ: {لَنْ تَنالُوا البِرَّ حتّى تُنْفِقُوا ممّا تُحِبُّونَ} [آل عمران: ٩٢]، قامَ أبو طَلْحَةَ فقالَ: يا رَسولَ اللهِ، إنَّ اللهَ يقولُ: {لَنْ تَنالُوا البِرَّ حتّى تُنْفِقُوا ممّا تُحِبُّونَ} [آل عمران: ٩٢] وإنَّ أحَبَّ أمْوالِي إلَيَّ بَيْرُحاءَ، وإنَّها صَدَقَةٌ لِلَّهِ أرْجُو بِرَّها وذُخْرَها عِنْدَ اللهِ، فَضَعْها حَيْثُ أراكَ اللهُ، فقالَ: بَخٍ، ذلكَ مالٌ رابِحٌ أوْ رايِحٌ - شَكَّ ابنُ مَسْلَمَةَ - وقدْ سَمِعْتُ ما قُلْتَ، وإنِّي أرى أنْ تَجْعَلَها في الأقْرَبِينَ، قالَ أبو طَلْحَةَ: أفْعَلُ ذلكَ يا رَسولَ اللهِ، فَقَسَمَها أبو طَلْحَةَ في أقارِبِهِ، وفي بَنِي عَمِّهِ. قال إسماعيل وعبد الله بن يوسف ويحيى بن يحيى: عن مالك: (رايح) ۱۲۔

ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں اپنے سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے باغ کے لحاظ سے مال دار تھے۔ اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ باغ بیر حاء باغ تھااور وہ مسجد (نبوی) کے سامنے تھارسول ﷺ اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہاجب یہ آیت نازل ہوئی ترجمہ: اس وقت تک ہر گز نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو (آل عمران ۹۲) تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: تم اس وقت تک ہر گز نیکی کو نہیں پاسکتے۔ جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو اور میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیر حاء باغ ہے اور یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے میں اس کی نیکی اور اللہ کے نزدیک اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں، پس یارسول اللہ! ﷺ اس کو وہاں خرچ کیجئے جہاں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بتائے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے یہ نفع آور باغ و مال ہے (آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا) اور تم نے جو کہاوہ میں نے سن لیااور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرو۔ پس حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں ایسا ہی کروں گا، پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچازادوں میں تقسیم کر دیا۔ عبد اللہ بن یوسف کی متابعت روح نے کی ہے اور یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رائح کی روایت کی ہے۔[1]

بخ کامصداق: تقال عندالمدح والرضاءبالشئی۔

کسی چیز سے راضی ہونے اور اس کے صفت کرنے کے وقت کہا جاتا ہے۔[2]

(۲) باب من تصدق الی وکیله ثم رد الوکیل الیه و قال اسمٰعیل اخبرنی عبدالعزیز بن عبدالله بن ابی سلمة عن اسحٰق بن عبدالله بن ابی طلحة لا اعلمه الا عن انس قال لما نزلت لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون جآء ابو طلحة الی رسول الله ﷺ فقال ای رسول الله یقول الله فی کتابه (لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا بما تحبون) و ان أحب اموالی الی بیئرحی قال و کانت حدیقة کان رسول الله ﷺ یدخلها و یستظل فیها و یشرب من مائها قال فهی الی الله و الی رسوله ارجو بره و ذخره فضعها ای رسول الله ﷺ حیث اراک الله فقال رسول الله ﷺ بخ یا ابا طلحة ذلک مال رابح قد قبلناه منک (هو محل ترجمة خیر جاری) و رددناه علیک فاجعله فی الاقربین فتصدق به ابو طلحة علی ذوی رحمه قال و کان منهم ابی و حسان قال فباع حسان حصته منه من معاویة فقیل له تبیع صدقة ابی طلحة فقال الا ابیع صاعاً من تمر بصاع من دراهم قال و کانت تلک الحدیقة فی موضع قصر بنی حدیلة التی بناه معاویة۔

---

[1] (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۹۷)

[2] (مجمع البحار الانوار جلد ۱ صفحہ نمبر ۱۵۴ دار الایمان سعودی)

ترجمہ: امام بخاری اپنی سند سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے روایت کی (انہوں نے کہا) مجھے اس حدیث کا علم صرف حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا ہے انہوں نے بتایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "تم اس وقت تک ہر گز نیکی نہ پاسکو گے جب تک کہ اس چیز سے نہ خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو" (آل عمران ۹۲) تو رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے "تم اس وقت تک ہر گز نیکی نہ پاسکو گے جب تک کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو" (آل عمران ۹۲) اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیر حاء ہے اور وہ ایک باغ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے تھے اور اس کے سایہ میں آرام فرماتے تھے اور اس کا پانی نوش فرماتے تھے، سو اب وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ ﷺ (کی راہ میں صدقہ ہے) میں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ آخرت ہونے کی اُمید رکھتا ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ کو اللہ عزوجل جہاں بتائے آپ اس کو وہاں خرچ کیجئے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوڑو! اے ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ تو بہت نفع آور مال ہے۔ ہم نے اس کو تم سے قبول کر لیا اور ہم نے اس کو تمہیں واپس کر دیا۔ تم یہ اپنے قرابت داروں کو دے دو، تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ اپنے ذوالارحام (ماں کی طرف سے قربت داروں) کو دے دیا، اور ان میں حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فروخت کر دیا، ان سے کہا گیا: تم حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ فروخت کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: کیا میں ایک صاع کھجوروں کو ایک صاع دراہم کے عوض فروخت نہ کروں اور یہ باغ بنو حدیلہ کے اس محل کی جگہ تھا جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنایا تھا۔[1]

پہلے باب میں اقارب پر صدقہ اور دوسرے باب میں وکیل کو صدقہ دیکر وکیل اس کو واپس کرنے کے لیے ذکر کیا۔

نوٹ: اور خیر جاری نے ذکر کیا ہے "قد قبلناہ منک وردناہ علیک" یعنی یقیناً ہم نے آپ سے قبول کر کے اور آپ کو واپس کر دیا۔ یہ محل ترجمہ ہے۔ یعنی حدیث اس لیے بیان کی گئی ہے۔

(۳) باب اذا وقف ارضاً و لم یبین الحدود فهو جائز و کذالک الصدقة "حدثنا عبداللہ بن مسلمة عن مالک عن اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحة انه سمع انس بن مالک یقول کان ابو طلحة اکثر انصاری بالمدینة مالاً من نخل و کان احب ماله الیه بیر حاء مستقبلة المسجد و کان رسول اللہ ﷺ یدخلها و یشرب من ماء فیها طیب قال انس فلما نزلت لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون قام ابو طلحة فقال یا رسول اللہ ﷺ ان اللہ یقول لن تنالو ا البر حتی تنفقوا مما تحبون و ان احب اموالی الی بیر حاء و انها صدقة اللہ ارجو برها و ذخرها عنداللہ فضعها حیث اراک اللہ تعالیٰ فقال بخ

[1] (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۸۶)

ذالک مال رابح او رائح شک ابن مسلمة و قد سمعت ما قلت و انی اریٰ اَن تجعلها فی الاقربین قال ابو طلحة افعل یا رسول اللہ ﷺ فقسمها ابو طلحة فی اقاربه و فی بنی عمه و قال اسمٰعیل و عبداللہ بن یوسف ویحییٰ بن یحییٰ عن مالک رابح۔

ترجمہ: اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے زمین وقف کی اور اس کی حدود بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہے اور یہ مطلق نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ زمین ہے جو مشہور ہو اور اس کی حدود کو بیان کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اگر وہ زمین مشہور نہ ہو تو پھر اس کی حدود کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ التباس نہ ہو۔ اسی طرح جس وقف کو لفظ صدقہ کے ساتھ بیان کیا جائے اسکا بھی یہی حکم ہے۔

"امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انصار میں سب سے زیادہ کھجور کے باغات تھے اور ان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیر حاء (کا باغ) تھا جو مسجد کے بالمقابل تھا، نبی ﷺ اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی "تم ہرگز نیکی کو نہیں پاؤگے جب تک تم ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو" (ال عمران ۹۲) تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا، یا رسول اللہ ﷺ! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم ہرگز نیکی کو نہیں پاؤگے جب تک کہ تم ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران ۹۲) اور میرے نزدیک میرا سب سے پسندیدہ مال بیر حاء ہے اور یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، میں اسکی نیکی اور اللہ کے پاس اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں، پس جہاں آپ کو اللہ بتائے آپ اس کو وہاں خرچ کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو رہنے دو یہ نفع آور مال ہے۔ یا فرمایا یہ نفع آور ہے۔ اس میں راوی ابن مسلمہ کو شک ہے (آپ ﷺ نے فرمایا) تم نے جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں یہی کروں گا پس حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اسماعیل نے کہا اور عبد اللہ بن یوسف اور یحییٰ بن یحییٰ نے از امام مالک کہا "رابح"۔

رابح کا معنی ہے:

أی یروح علیک نفعه و ثوابه یعنی قرب و صوله الیه۔

یعنی یہ ایسا مال ہے جس کا ثواب اور نفع آپ کو جلد از جلد پہنچ جائے گا۔[1]

تبصرہ: مذکورہ احادیث مبارکہ کی مثالوں سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ محدثین عظام جو باب منعقد کریں اور اس باب میں جو حدیث بیان کریں اس سے ان کا مطلب صرف وہ چیز ثابت کرنا ہوتا ہے۔ جس کو اس نے ترجمۃ الباب میں بیان کی ہو اور اس کے متعلق حکم کرنا مقصود ہوتا ہے نہ اس حدیث میں دیگر بیان شدہ اشیاء کا۔ لہٰذا جب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب یہ منعقد کیا **باب العبث بالحصی فی الصلوٰۃ و مایکرہ من تسویتہ**: اور اس باب علی بن عبد الرحمن کا منقولہ حدیث بیان (جو کہ کئی دوسرے محدثین نے بھی اپنے کتابوں میں بیان کیں) اور حدیث شریف عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے علی عبد الرحمن کو نماز سنگریزوں سے عبث کرنے سے منع کرتے ہوئے آپ نے اپنی انگلیاں بند کر دیں یعنی قبض اصابعہ یہ محل ترجمہ ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ نماز میں انگلیوں کو بند رکھنا اس پر کہ یہ حضور علیہ السلام کا فعل ہے ہم عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ پھر بھی اگر ایک بار کنکریوں کو برابر کیا تو کوئی حرج نہیں مگر نہ کرنا بہتر ہے اور یہی امام ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

یہ وہ توجیہ ہے جس کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں ان الفاظ سے تصدیق کی ہے کہ آپ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے فرمایا:

قال وقروا الصلوٰۃ یعنی السکون فیھا قال محمد وبہ نأخذ و ھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نماز میں وقار کا خیال رکھو یعنی سکون سے پڑھو حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم اسی بات کو اختیار کرتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔[2]

اس کی تصدیق حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۹۸ مکتبہ الحقانیہ ملتان (کہ رسول مقبول ﷺ نے نماز میں جسم کے اعضاء کو ساکن رکھنے کا حکم دیا۔ اور اس باب میں جس قول کو بیان کیا یہ امام ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی یوسف اور محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول ہیں) میں کی ہے۔

---

[1] (مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۳۹۲)

[2] (شرح کتاب الآثار لابو وفاء الافغانی جلد ۱ صفحہ ۳۰۰ حدیث نمبر ۱۳ اور المعجم الکبیر لطبرانی جلد ۴ حدیث نمبر ۹۲۴۱ صفحہ ۱۷۵ دار الکتب علمیہ بیروت اور مصنف عبد الرزاق جلد ۲ حدیث نمبر ۳۳۰۵ صفحہ نمبر ۲۶۵ اور اس میں تحت الخط: اخرجہ (ھق) من طریق حسین۔ و اخرجہ (ش) من طریق ابی معاویۃ عن لاعمش صفحہ ۴۵۳ وغیرہ)

مؤطاء امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث منقولہ میں از علی ابن عبد الرحمن المعاوی میں ہے: قبض اصابغہ کلھا صفحہ ۱۰۸ یہ جملہ یہ ثابت کرتا ہے کہ بیس قسم اقسام حدیث میں سے یہ قسم مفسر سے ہے۔

کیوں کہ اصول فقہ کے علماء کرام مفسر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما المفسر فهو ماظهر المراد به من اللفظ ببيان من قبل المتكلم بحيث لا يبقى معه احتمال التاويل و التخصيص مثاله في قوله تعالىٰ، فسجد الملئكة كلهم فاسم الملئكة ظاهر في العموم الا ان احتمال التخصيص قائم فالسد باب التخصيص بقوله كلهم، اهـ۔[1]

اور فصول الحواشي لاصول الشاشي میں ہے:

في العموم يعني جميع افراد الملئكة على ماهو مقتضى صيغة الجمع ظاهر و ان كان لايتنا ولها قطعا و يقينا (كلهم) لان كلمة للاحاطة والشمول فيتاكد به عموم الجمع فانقطع احتمال التخصيص القول صفحه ۱۵۳ حقانيه پشاور۔

ترجمہ: مفسر وہ ہے جس کی مراد لفظ سے متکلم کے بیان سے ظاہر ہو اس طور سے کہ اس کے ساتھ تاویل اور تخصیص کا احتمال باقی نہ رہے اس کی مثال باری تعالیٰ کے قول فسجد الملئكة كلهماه میں ہے پس لفظ ملائكة عموم میں ظاہر ہے مگر تخصیص کا احتمال موجود ہے پس کلھم کے ذریعے تخصیص کا دروازہ بند ہو گیا۔

فصول میں اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لفظ (ملئكة ظاهر في العموم) ملائکہ کا اسم اپنے عموم میں ظاہر ہے یعنی تمام افراد کو شامل ہے۔ جو کہ ظاہر طور پر صیغہ جمع کا مقتضی ہے اگرچہ قطعی اور یقینی طور پر نہیں ہے (قوله كلهم) اس لیے کہ كلۂ کل احاطہ اور شمولیت کے لیے ہے۔ تو اس پر جمع کا عام ہونا مضبوط ہو جاتا ہے۔ تو احتمال تخصیص ختم ہوا۔

اس طرح قبض اصابعہ کہ اپنی انگلیوں کو بند کر دیا لفظ انگلیوں میں عموم ظاہر ہے کہ سب بند کر دی مگر تخصیص کا احتمال موجود تھا تو جب آپ نے کلھا بڑھا دیا تو اس سے تخصیص کا دروازہ بند ہو گیا۔ کوئی انگلی بھی کھلی نہیں رہی بلکہ سب کی سب بند کر دیں جس سے اشارے کا احتمال سرے سے ختم ہوا۔ اور مکمل طور پر سکون ثابت ہوا جو کہ مطلوب تھا تو ایک عظیم الشان عالم امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی دونوں کتابوں میں متضاد ہونے کا ثبوت نہ رہا۔

اس کے باوجود حال یہ ہے کہ کتاب الآثار امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جس کے بارے میں گزرا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فقہ حنفی کی بنیادی کتاب گردانا ہے۔

[1] (شاشي صفحه ۲۳ قديمي كراچي)

اور قرۃ العینین فی تفضیل الشخین میں تحریر فرماہیں کہ مسند امام اعظم اور کتاب الآثار محمد رحمہا اللہ تعالیٰ پر فقہ حنفی کا دارومدار ہے اور فقہ حنفی کی بنیاد اس پر ہے:

ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجۃ میں ہے: کہ کتاب الآثار وہ صحیح احادیث جمع کرنے میں اول تصنیف ہوئی ہے اور معروف ترتیب فقہی پر یہ مرتب کی گئی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی موطاء میں اس کی اتباع اختیار کی ہے صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ ہو۔ آگے جاکر لکھتا ہے : قلت: لاشک ان الموطا امثل من سنن ابن ماجۃ بل و من الکتب الخمسۃ بکثیر فانہ ام الصحیحین و کذلک کتاب الآثار و ھو ام الام علی رغم اعراض من اعرض عنہ صفحہ ۳۶ مع سنن ابن ماجۃ طبع قدیمی کراچی۔

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی ابن ماجۃ سے بہت زیادہ صحیح کتاب ہے بلکہ پانچ کتابوں سے زیادہ صحیح ہے کیوں کہ یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا اُم ہے اور اس طرح کتاب الآثار بھی ہے کہ سب سے زیادہ صحیح ہے کیوں کہ یہ ام الام ہے یعنی اصل کا اصل ہے تو جب ظاہر الروایت کے مقابلہ میں نوادر کا مسئلہ قابل قبول نہیں تو ام الام کے مقابلہ میں نوادر کا مسئلہ کیسے قابل قبول ہوسکتا ہے اور اس پر ام الام کا مسئلہ مسترد کیا جاسکتا ہے۔

مبسوط سرخسی میں کتاب الآثار کا تذکرہ جابجا ہمیں ملتا ہے مثلاً (۱) مبسوط جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ باب زکاۃ البقر (۲) اور جلد ۱۶ صفحہ ۵۵ و ۱۶ باب اجارۃ الرقیق فی الخدمت و غیرھا (۳) (شرح کتاب الآثار) فقد ذکر محمد علیہ الرحمۃ فی شرح الاثار مبسوط جلد ۱ صفحہ ۸۰ تخلیل اللحیۃ قال حافظ ابن حجر العسقلانی فی تعجیل المنیفۃ (صفحہ ۲) والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفردا انما ھو کتاب الاثار التی رواھا محمد بن الحسن عنہ و یوجد فی تصانیف محمد بن حسن، ماتمس الیہ الحاجۃ صفحہ ۱۰ ابن ماجہ کے ساتھ ہے۔

یعنی ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اکیلے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث وہ صرف کتاب الآثار ہی ہے جس کو امام محمد بن حسن رحمہا اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے محمد بن حسن کے تصانیف میں اس کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے مقدمہ عمدۃ الرعایۃ مسائل الفقھیۃ لایجوز الامن الکتب المتداولۃ لعدم الاعتماد علی غیرھا من وضع الزنادقۃ و الحاق الملاحدۃ بخلاف الکتب المحفوظۃ الخ۔

کتب متداولہ کے علاوہ دیگر کتب پر اعتماد نہیں اس لیے ان سے مسائل فقہیہ لینا جائز نہیں اس لیے کہ زنادقہ اور ملاحدۃ نے ان میں مسائل رکھے ہیں۔ اس طرح موطا امام محمد کتب متداولہ میں نہیں اور ام الام کے خلاف اس کتاب میں یہ کہ "بصنیع رسول اللہ ﷺ تأخذو ھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ"

اس کے بعد لکھتے ہیں:

فاماتسویۃالحصی فلابأس بتسویتہ مرۃ واحدۃ وترکھا افضل و ھو قول حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اصل عبارت ایسے معلوم ہوتی ہے کہ:

قال محمد اماتسویۃ الحصٰی، الخ۔

اور اس کا درمیانی جملہ کسی کا اضافہ شدہ ہے کہ ائمہ احناف کو بدنام کرنا چاہتے ہیں کہ کتاب موطا میں کہتا ہے اشارہ تشہد میں ہمارا مذہب ہے اور کتاب الآثار میں لکھتا ہے سکون عدم حرکت مذہب احناف ہے۔ اس طرح کتاب الحجۃ میں اپنا اور امام ابو حنیفہؒ کا قول عدم اشارہ پر نقل کیا ہے۔ دیکھو مذہب احناف اور اسکے ائمہ۔ اس پر دلیل موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا طرز عمل ہی ہے آیئے اور موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بار بار مطالعہ کریں تو سارے موطا میں آپ کو یہ طرز عمل انوکھا ثابت ہو جائے گا۔

ایقاض الغافلین:

حدیث جبریل علیہ السلام صحیحہ مرویہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلم میں و ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متفق علیہ میں ہے:

قال فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک الحدیث۔[1]

شرح الطیبی میں ہے:

و العبادۃ للہ الذی لا تنبغی العبادۃ الا لہ علی نعت الھیبۃ و التعظیم، حتی کانہ ینظر علی اللہ خو فامنہ و حیاء و خضوعالہ: ایضافیہ: ای کن عالما متیقظاً لا ساھیا غافلا، مجداً فی مواقف العبودیۃ مخلصاً فی نیتک، آخذاً أھبۃ الحذر الی مالا یحصی فان من علم أن لہ حافظا رقیباً شاھداً بحرکاتہ و سکناتہ، لا سیما ربہ و مالک أمرہ فلایسئی الأ دب طرفۃ عین، و لا فلتۃ خاطر، اھ۔[2]

و فی المرقاۃ: ای حال کونک مشبھا بمن ینظر الی اللہ خوفا منہ و حیاء و خضوعاً و خشوعا و ادبا و صفاء و وفاء و ھذا من جوامع الکلم۔

ترجمہ: اس آدمی کے حال سے مشابہت رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو خوف، حیاء، خضوع، خشوع، ادب، صفاء اور وفا کے ساتھ اور یہ جوامع الکلم میں سے ہے۔[3]

---

[1] (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱ قدیمی کراچی)

[2] (طیبی جلد ۱ صفحہ ۱۰۳ کراچی)

[3] (مرقاۃ جلد ۱ صفحہ ۶۰ امدادیہ ملتان)

و ذکر شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ: بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الاحسان فی العبادۃ علی وجھین احدھما: لمن بلغ غایۃ مرتبتہ بحیث کانہ یری معبودہ و یعاینہ سبحانہ و ھو مقام المشاھدۃ و تلزمہ غایۃ الھیبۃ و التعظیم و الاجلال و الخضوع و الخشوع و الحیاء و المحبۃ و الانجذاب و الشوق و الذوق و الاجتماع بظاھرہ و باطنہ و ثانیھما: یغلب علیہ ان الحق سبحانہ مطلع علیہ و رقیب علی احوالہ۔۔۔ ھذا ایضاً یورث الخوف و الخشیۃ و الاجتماع فی الحرکات و السکنات و ضبط الافعال و رعایۃ الادب فی جمیع الحالات و عدم الالتفات یمیناً و شمالاً، الخ۔[1]

ترجمہ: پھر پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ استحضار ممکن نہ ہو تو اتنا دھیان کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ (طیبی) اللہ کے لیے وہ عبادت مناسب ہے (ضروری طور پر) جو ہیبت اور تعظیم کی صفت پر ہو یہاں تک کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اس حال میں کہ خوف حیاء اور خضوع کے ساتھ ہو۔ یعنی بیدار عالم بن کر کہ نہ غافل اور نہ ساہی ہو۔ عبادت کے موافق سے مکرم ہو کر اپنی نیت میں اخلاص کے ساتھ اس قدر خوف کی استعداد رکھتے ہوئے جس کی کوئی حد نہ ہو۔ تو جو یہ علم رکھتا ہو کہ اس کے لیے حفاظت کرنے والا نگہبانی کرنے والا اور اس کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنے والا ہے پھر خاص کر اس کا رب اور حکم کرنے والا مالک تو آنکھ جھپکنے کے برابر بھی بے ادبی نہ کرے اور نہ دل میں کوئی فکر آئے۔

(لمعات) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے احسان فی العبادۃ کو دو جملوں میں بیان فرمایا: ایک ان میں جو اپنے مرتبہ انتہاء کو پہنچا ہو اس حیثیت کے ساتھ گویا وہ اپنے معبود کو دیکھ رہا ہو اور اس کا معبود اس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ مقام مشاہدہ ہے اور اس مقام میں اس پر لازم ہے نہایت ہی ڈرنا، تعظیم کرنا اور اللہ تعالیٰ کو بڑا جاننا اور خضوع کرنا اور خشوع کرنا اور حیاء اور محبت کرنا جذبہ شوق اور ذوق کا ہونا اور ظاہر اور باطن ایک جیسا کرنا۔

دوسری قسم: جو اس حالت تک نہیں پہنچا ہو لیکن غالب اس پر کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس پر خبر رکھنے والا ہے اور اس کے احوال کا نگہبانی کرنے والا ہے۔ یہ بھی ڈرنا اور خشیت اور اجتماع فی الحرکات و سکنات اور تمام کام کا ضبط اور تمام حالات میں آداب کا لحاظ رکھنا اور سیدھا اور بائیں طرف نہ دیکھنا پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ کوئی کھڑا ہو جبار قہار بادشاہ کے حضور میں اور اس کے احوال کی نگہبانی کرتا ہے اور اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے تو اس حالت میں اس بندے پر بے ادبی اور غفلت کے دروازے تنگ ہو جاتے ہیں۔

ناظرین کرام! جب حضور مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سائل (یعنی جبرائیل علیہ السلام) کے جواب میں یہ فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہوا گر تم اسے نہ دیکھ رہے ہو مگر وہ تمہیں دیکھتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا احسان ہے۔

[1] (لمعات التنقیح جلد ۱ صفحہ ۲۰۸ و ۲۰۹ ملتقطاً۔ علوم اسلامیہ لاہور)

مذکورہ شارحین وغیرہ کی تحقیق سے خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ جل و علیٰ شانہ کی عبادت نہایت عاجزی خشوع اور خضوع، سکون اور اطمینان اور آداب کے ساتھ ادا کی جائے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کا اگر کوئی ادنیٰ ملازم یا عام آدمی بڑے سے بڑے حاکم مثلاً گورنر یا وزیراعظم وغیرہ کے سامنے بات کر رہا ہو اور باتوں میں انگلی سے اس کے طرف اشارہ کر رہا ہو کہ تو ایسا ہے ویسا ہے اگرچہ اس کا صفت بیان کر رہا ہے مگر وہ گورنر اور وزیراعظم اس کی ان حرکات کو ناپسند کرتے ہوئے اس کو اپنی شان کے مناسب سزا ضرور دے گا۔ تو جو مسلمان نماز میں اگرچہ وہ اللہ کو نہیں دیکھتا ہے مگر اللہ پاک اسے دیکھ رہا ہے اس کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ فعل بھی اللہ سے پوشیدہ نہیں تو خدا جانتا ہے کہ اس اہم عبادت میں وہ اللہ کو نشانہ بناتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کتنا ناراض ہو جائے گا۔ نماز میں قرآن و سنت کے ذریعے اسکو سکون کا حکم ہے اور یہ ایسی حرکت کرتا ہے۔ اس وجہ سے ہر مسلمان نمازی کو چاہیئے کہ جیسا قیام کی حالت میں دست بدستہ عاجزی کے ساتھ کھڑا رہتا ہے اسی طرح حالت تشہد میں بھی عاجزی اور سکون کے ساتھ ہاتھوں کو رانوں پر رکھ کر قعدہ ادا کرے۔

دعوت الی الحق

عرض یہ کہ موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ یا اور کتب حدیث کی کتابوں میں یہ ہو کہ حدیث غیر منسوخہ ناسخ لایات القرآنی اور احادیث نبوی کے نسخ کے لیے آیا ہے یا کہ حضور ﷺ نے حکم دیا ہے یا کیا ہے یہ کہ اشارہ تشہد میں برائے اثبات وحدانیت کرو کہ حضور علیہ السلام نے اثبات وحدانیت کے لیے اشارہ مسبحہ انگلی سے کیا ہے۔ تصریحاً ہو تو بتایئے موطا امام محمد اور امالی امام ابو یوسف رحمہا اللہ تعالیٰ کا جواب۔

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد الشہیر بابن الھمام رحمہم اللہ تعالیٰ سے سن لیجئے مگر اس سے قبل درایت اور روایت کا معنی و مصداق بھی سن لیں:

قال فی شرح المنیة و لا ینبغی أن یعدل عن الدرایة أی الدلیل اذا وافقها روایة علی ما تقدم عن فتاویٰ قاضی خان شامی۔ قوله الدرایة المراد بالدرایة بالدال المهملة فی أولها العلم الحاصل من أحد النصوص الشرعیة الصحیحة و منه علی بیاض الشامی جلد ۱ صفحہ ۳۴۳

ترجمہ: شرح منیہ میں ہے کہ جب دلیل کے ساتھ روایت موافق ہو جائے تو اس سے عدول (یعنی اسکو ترک کرنا) نہیں چاہیئے۔ بنابہ اس کے جو فتاویٰ قاضی خان میں گزرا ہے۔ شامی (صاحب شامی نے منہ میں ذکر کیا ہے) درایۃ دال بے نقطہ جس کو دال مہملہ کہتے ہیں یہاں یہی دال مراد ہے جو پہلے واقع ہے۔

نصوص شرعیہ صحیحہ میں سے کسی ایک نص سے ثابت شدہ علم کو درایت کہتے ہیں۔[1]

امالی: والامالی جمع املاء وھو أن یقعد العالم وحولہ تلامیذہ بالمحابر والقراطیس فیتکلم العالم بما فتحہ اللہ تعالیٰ علیہ من ظھور قلبہ فی العلم وتکتبہ التلامذۃ ثم یجمعون مایکتبونہ فیصیر کتابا فیسمونہ الاملاء۔[2]

یعنی امالی املاء کی جمع ہے وہ یہ کہ طلباء اپنے استاد کے ارد گرد بیٹھے قلم دوات اور کاغذ ساتھ ہو تو عالم کو جو علم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو بطور املاء بیان کرتے ہیں اور طلباء لکھتے ہیں پھر تو جو کچھ انہوں نے لکھا ہو گا اس کو جمع کریں تو وہ کتاب بن جائے گی تو اس کو املاء اور امالی کہا جاتا ہے۔

نمبر ۱: اہل حدیث شیخ محمد دق بن عبد الغفور فرماتے ہیں:

ذکر فی الملل والنحل وغیرہ۔

ان اھل الحدیث واصحابہ اھل الحجاز وھم مالک علیہ الرحمۃ ابن انس ومحمد بن ادریس الشافعی علیہ الرحمۃ وسفیان الثوری علیہ الرحمۃ واحمد بن حنبل علیہ الرحمۃ وداود بن علی الاصبھانی علیہ الرحمۃ واصحابھم۔

ان کو اہل حدیث کہنے کی وجہ:

وانما سموا بذلک لان عنایتھم بتحصیل الاحادیث ونقل الاخبار وبناء الاحکام علی النصوص ولا یرجعون الی القیاس الجلی والخفی ماوجدوا خبرا او اثرا واصحابھم لاسیما الشافعی علیہ الرحمۃ لا یصدر عن استنباطاتھم توجیھا۔

نمبر ۲: اھل الرائی: واما اھل الرائی وار بابہ فاھل العراق وھم ابو حنیفۃ علیہ الرحمۃ واصحابہ۔

ان کو اہل رائی کیوں کہا جاتا ہے۔

و انما سمو بھذا لان اھتمامھم بتحصیل او جہ من القیاس والایتان بترجیح بعض الاحادیث علی بعض: والقاصرون یزعمون انھا قیاسات فی مقابلۃ النصوص واصحابہ ربما یزیدون علی اجتھادہ واجتھاداً ویخافونہ فی الحکم الاجتھاد۔

عن عبد اللہ بن مبارک انہ قال النقل قد عرف وان احتیج الی الرائی فرای مالک وسفیان علیہ الرحمۃ وابو حنیفۃ علیہ الرحمۃ احسنھم رایا وادقھم فطنۃ واغوصھم علی الفقہ وھو افقہ الثلاثۃ۔[3]

---

[1] شامی جلد ا صفحہ ۳۴۳ کتاب الصلوٰۃ)

[2] (والأمالی وشرح عقود رسم المفتی صفحہ ۳۴)

[3] (فتح الرحمان مطبع فخر الدین لاھور ۱۳۱۲ھ الملل والنحل جلد ۱ صفحہ ۲۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت صفحہ ۲ الملل النحل جلد ۱ صفحہ ۲۱۹ العلمیہ بیروت)

یعنی مجتہدین ائمہ میں سے دو قسم ہیں :

(۱) اصحاب حدیث (۲) اصحاب الرأی۔ اہل حدیث اور ان کے اصحاب وہ اہل حجاز والے ہیں اور وہ مالک بن انس کے اصحاب اور محمد بن ادریس الشافعی کا اصحاب اور سفیان ثوری کے اصحاب اور احمد بن حنبل کے اصحاب اور داود بن علی بن محمد اصفہانی رحمہم اللہ تعالی کے اصحاب ہیں۔

یہ جماعت اس لیے اصحاب حدیث (اہل حدیث) پر مسمی کی گئی کہ انکا مد نظر احادیث حاصل کرنا اور اخبار نقل کرنا ہوتا ہے اور نصوص پر احکام بنا کرنا ہوتا ہے اور قیاس جلی یا خفی کو رجوع نہیں کرتے جب تک کہ خبر یا اثر ان کو نہ ملے اور اس کے اہل پھر خاص کر امام شافعیؒ ان کے استنباطات سے توجیہ صادر نہیں ہوتی۔ماخوذ از رسالہ۔

اہل رائے اہل عراق ہیں اور وہ امام ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالی ہیں۔

یہ جماعت اہل رائے پر اس وجہ سے مسمی کی گئی کہ قیاس کی وجوہات حاصل کرنا اور بعض احادیث کو بعض پر ترجیح دینا ہے کم علم یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ نصوص کے مقابلہ میں قیاسات ہیں اور آپ کے اصحاب آپ کے اجتہاد پر اجتہاد زیادہ کرتے ہوئے مسائل اجتہادی میں اور حکم اجتہادی میں آپ کی مخالفت کرتے ہیں:ماخوذ از رسالہ۔

عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا نقل تو یقیناً معروف ہے اور اگر رائے کو ضرورت پیش ہو تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور سفیانؒ کی رائے بہتر ہے اور ان میں بہتر رائے والا اور سب سے زیادہ باریک رائے سمجھنے اور معانی کی تہہ کو پہنچنے والے فقہ میں امام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ان تینوں میں بہت زیادہ۔

فقیہ: امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ سب نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمیت اور فقاہت کا اقرار کیا ہے۔

عود بسوئے مطلوب

صفحہ (۹۹) سے مربوط ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرما ہیں:

ووجھه عموم دليل الرفع للدعاء ويجاب بانه مخصوص بما ليس في الصلاة للاجماع على أن لا رفع في دعاء التشهد۔

دعاء قنوت میں رفع یدین کی وجہ دعاء کے لیے دلیل کا عام ہونا ہے۔ اور اس سے جواب دیا جاتا ہے کہ دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا اجماع کی وجہ سے خاص ہوا ہے اس دعاء کے لیے جو کہ نماز میں نہ ہو کہ دعاء تشہد میں ہاتھوں کو اٹھانا نہیں۔[1]

---

[1] (مراقی الفلاح، جلد ۱، صفحہ ۳۷۵، ص۸۷، مکتبہ امتیازیہ، ملتان)

مطبوعہ سکھر میں اس طرح لکھا ہے:

عن ابی یوسف رحمہ اللہ ان شاء رفع یدیہ فی الدعاء و ان شاء اشار باصبعہ (بحوالہ مبسوط و محیط)۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ اگر چاہے تو دونوں ہاتھ دعاء میں (خارج الصلاۃ) اٹھائے اور اگر چاہے تو انگلی سے اشارہ کرے۔

اشارہ کا طریقہ:

اس سے بعض نے یہ فہم کیا ہے کہ امالی میں قاضی ابو یوسف صاحب سے اشارہ منقول ہے اس وجہ سے آپ نے فرمایا:

و ھو المروی عن محمد فی کیفیۃ الاشارۃ قال یقبض خنصرہ و التی تلیھا ویحلق الوسطی و الابھام و یقیم المسبحۃ و کذا عن ابی یوسف علیہ الرحمۃ فی الامالی و ھذا فرع تصحیح الاشارۃ و عن کثیر من المشائخ لا یشیر أصلا و ھو خلاف الدرایۃ والروایۃ فعن محمد ان ما ذکرناہ فی کیفیۃ الاشارۃ مما قلناہ قول ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ و یکرہ ان یشیر بمسبحتیہ و عن الحلوانی یقیم الاصبع عند لا الہ و یضعھا عند الا اللہ لیکون الرفع للنفی و الوضع للاثبات وینبغی ان یکون اطراف الاصابع علی حرف الرکبۃ لا مباعدۃ عنھا۔

ترجمہ: یہ محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ اپنی چھنگلی انگلی اور ساتھ والی انگلی کو جمادے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنالیں اور مسبحہ انگلی کو کھڑا کر دے اور اس طرح امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے امالی میں منقول ہے۔ اور یہ اشارہ صحیح ہونے کی فرع ہے (اول تو اشارہ کا قول صحیح نہیں اور اگر صحیح ہو جائے تو بہت مشائخ کہتے ہیں کہ بالکل اشارہ نہ کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اشارہ کو ثابت ماننا خلاف درایت اور روایت ہے (درایت کے سلسلے پہلے گزرے ہوئے مشائخ نے قرآنی آیات کے علاوہ وائل ابن حجر سے منقول حدیث اور شغل والی حدیث اور اسکنوا والی حدیث ذکر کی ہے اور روایت شرح معانی الآثار اور کتاب الآثار لامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں مذکورہ یہ سکون نماز میں اور حرکت کسی عضوہ کو نہ دینے کو امام ابو حنیفۃ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذکور گزرا ہے) لہٰذا ابن الھمام نے کہا کہ مذکورہ نوادر کا فیصلہ اور حکم خلاف درایت اور روایت ہے۔

اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جو کچھ ہم نے اشارہ کی کیفیت کے بارے ذکر کیا اس میں سے جو ہم نے کہا ہے یعنی (ان ما ذکرناہ فی کیفیۃ الاشارۃ مما قلنا) سرے سے موطا میں ہے ہی نہیں۔ آگے امام ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رائے بیان کی کہ مسبحہ سے اشارہ کرنا مکروہ ہے۔

حلوانی سے روایت ہے کہ لا الہ کہنے کے وقت مسبحہ اٹھالیں اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھ دے تاکہ اٹھانا نفی غیر اللہ کے لیے ہو جائے اور رکھنا اثبات توحید کے لیے ہو جائے (یعنی مذہب حنفی میں ایسا نہیں) اور انگلیوں کے اطراف (سروں) کو زانوں (گھٹنوں) کے ساتھ ہونا مناسب ہے نہ کہ اس سے دور ہو (اس سے ابن الھمام نے حلوانی کی بات کو رد کر دیا)۔[1]

اسی طرح شاہ محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی تحریر فرماہیں:

و قال صاحب القاموس فی سفر السعادة، ان الاحادیث تبلغ عدداً کثیراً، و اقول ان الاحادیث ثلاثة نعم طرقها کثیرة۔

و اما موضع الاشارة: فقال الشافعیة: یرفعها علی کلمة اشهد، ویضع علی الاثبات ویضم الأصابع من ابتداء تشهدو یقول الحلوانی: یضم حین الرفع و هو علی کلمة لا النفی و یخفضها علی الاثبات ثم لا یبسط الاصابع لعدم ثبوته کما قال الملا علی قاری فی بعض رسائله، و اما المرفوع فی موضع الرفع و وضعه فلم اجده و لا الموقوف و لعل لعمل اهل المذهبین سکة و اما هذا الموضع المذکور منافقول الحلوانی و لیس من الائمة، اھ۔[2]

ویشیر عند قوله الا اللہ و هو الصحیح من مذهب ابی حنیفة ذکره محمد فی الموطأ۔[3]

و موضع اشارہ قول الا اللہ است بحدیث مسلما مصفی شرح مسویٰ کلاھما شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

اور روضۃ الطالبین وعمدۃ المتقین میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

یستحب أن یرفع مسبحته فی کلمة الشهادة، اذا بلغ همزة الا اللہ و هل یحرکها عنه الرفع رجهان، الأصح لایحرکها و لنا وجه شاذ: انه یشیر بها فی جمیع التشهد، الخ۔[4]

اشارے کا مقام یہ ہے:

کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ کے تحقیق میں دکتور عبد الحمید ہنداوی لکھتے ہیں:

تحت الخط: قال الشیخ الالبانی: حدیث مروی خرجه مسلم: و الظاهر من الحدیث ان الاشارة و الرفع عقب الجلوس، و مایقال ان الرفع انما هو عند قوله، لا اله و فی المذهب الآخر عند قوله الا اللہ فکله رأی لا دلیل علیه من السنة، و قول ابن حجر الفقیه کما نقله فی المرقاة و یسن۔ أن یخصص الرفع بکونه مع الا اللہ لما فی روایة مسلم، فوهم محض فانه لا اصل لذلک، لا فی مسلم و لا فی غیره من کتب السنة لا باسناد صحیح و لا ضعیف بل و لا موضوع و

---

1 (فتح القدیر، ج ۱، ص ۲۷۲، مکتبہ رشیدیہ، سلکی روڈ، کوئٹہ)

2 (عرف شذی شرح ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۳۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)

3 (مسویٰ جلد ۱ صفحہ ۱۱۶)

4 (روضۃ الطالبین وعمدۃ المتقین، جلد ۱ صفحہ ۲۶۴ مکتب الاسلامی بیروت)

مثله وضع الاصبع بعد الرفع لا اصل له بل ظاهر الرواية الاخرى وغيرها استمرار تحريكها الى السلام كما هو مذهب مالک۔[1]

قلت: ولکن الصواب عدم التحریک لان الحدیث الذی استدل به الشیخ وسیأتی قریباً، زیادة التحریک فیه شاذة کما سبنینه فی موضعه، انتهی۔[2]

تو شوافع نے کہا کہ اشہد کے کلمہ پر انگلی اُٹھائے گا اور اثبات پر رکھے گا۔ اور انگلیوں کو ابتداء تشہد سے بند کرے گا۔ اور حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ انگلی اٹھانے کے وقت انگلیوں کو بند کرے گا۔ اور یہ نفی کے کلمہ لا کے وقت اور اثبات پر پھر رکھے گا۔ پھر انگلیوں کو عدم ثبوت کی وجہ سے نہیں پھیلائیں۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے۔ اور ہر چہ حدیث مرفوع ہے۔ انگلی اٹھانے یعنی بلند کرنے اور پھر رکھنے اس کے بارے میں نے حدیث مرفوع کو نہیں پایا۔ اور نہ حدیث موقوف کو پایا۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں مذہب والے اعراض کرتے ہوں میں نے جو یہاں بیان کیا یہ حلوانی کا قول ہے اور آئمہ مجتہدین میں سے نہیں ہے اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے قول کے وقت جو الا اللہ کہتے وقت اشارہ کرے گا۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں صحیح ہے کہ اس کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے موطا میں بیان کیا ہے اور الا اللہ کہنے کے وقت اشارہ ہی ہے مسلم کی حدیث کی وجہ سے۔

اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے: آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ہمزہ الا اللہ کو پہنچے کلمہ شہادة میں تو انگلی کھڑی کرنا مستحب ہے کہ اس کو اٹھائے۔ اور کہا اٹھانے کے وقت ہلانے میں دو قول ہیں اصح قول یہ ہے کہ نہیں ہلائے گا۔ اور ہمارے مذہب میں ایک شاذ وجہ یہ ہے کہ سارے تشہد میں اس انگلی سے اشارہ کرے گا۔

شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ (غیر مقلد اور صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع کہنے والا) ذیل میسر یہ نقل محقق نے کی ہے۔ کہ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حدیث سے ظاہر یہ ہے کہ اشارہ اور انگلی اٹھانا بیٹھنے کے بعد ہے۔ اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ لا الہ اور دوسرے مذہب میں الا اللہ کے وقت انگلی اشارہ کے لیے اٹھانا ہے یہ سب ان لوگوں کی رائے ہی ہے سنت میں سے اس کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ اور مرقاة ابن حجر فقیہ کا جو قول لیا گیا ہے کہ یہ سنت ہے۔ کہ رفع انگلی کو الا اللہ کے ساتھ خاص کیا جائے صحیح مسلم کے روایت کے وجہ سے تو یہ خالص وہم ہی ہے (یعنی ان کے دل کا خیال ہے) اس لیے کہ اس کے لیے کوئی دلیل ہی نہیں یعنی اس کے لیے کوئی بنیاد نہیں نہ صحیح مسلم میں اور نہ سنت کی کتابوں میں سے کسی اور کتاب میں نہ صحیح سند کے ساتھ اور نہ ضعیف کے ساتھ بلکہ موضوع سند کے ساتھ بھی نہیں ہے۔ اور اس طرح انگلی اٹھانے کے بعد اس کو نیچے رکھنے کے لیے نہ کوئی

---

[1] (صفة صلاة النبی ﷺ صفحہ ۱۱۸۔ ۱۱۹)

[2] (کتاب المیسر جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ طبعہ مکتبة نزار مصطفی الباز مکة المکرمہ۔ الریاض)

ثبوت ہے کہ اٹھانے کے بعد پھر رکھ دیں بلکہ آخری ظاہر الروایت وغیرہ اس کے سلام تک انگلی کا ہلانا ہے۔ جیسا کہ یہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے (تحقیق والا عبد الحمید کہتا ہے) میں کہتا ہوں کہ صحیح رائے نہ ہلانا ہے اس لیے کہ جس حدیث پر شیخ نے دلیل پکڑی ہے نزدیک آنے والی ہے۔ اس میں زیادہ ہلانا شاذ ہے جیسا کہ ہم اسے اپنی جگہ پر جلد ہی بیان کریں گے۔

حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف:

عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح شمس الأئمة الحوانی متو فی سنة ثمان او تسع و اربعین و اربع مائة۔ و ذکرہ ابو محمد عبدالعزیز بن محمد النخشی الحافظ فی معجم شیوخه فقال و منهم شمس الائمة ابو محمد الحلوانی شیخ عالم بانواع العلوم معظم للحدیث و اهله و لم اشک انه صاحب حدیث فی الباطن ان شاءاللہ تعالیٰ من تعظیمه للحدیث غیر انه یفتی علی مذهب الکوفین, اه۔

ترجمہ: حلوانی کا نام عبد العزیز بن احمد بن نصر بن صالح شمس الائمۃ الحلوانی متوفی ۴۴۸ یا ۴۴۹ھ اس کا ذکر ابو محمد عبد العزیز بن محمد النخشی حافظ نے اپنی معجم شیوخ میں ذکر کیا ہے تو فرمایا اور ان میں سے شمس الائمۃ ابو محمد الحلوانی ہیں اقسام علوم کے عالم اور شیخ تھے حدیث اور اہل حدیث کے تعظیم کرتے تھے مجھے اس میں شک نہیں کہ یہ اہل حدیث (یعنی غیر مقلد) باطن میں ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کہ حدیث کے تعظیم کرتے تھے اس کے علاوہ اہل کوفہ کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے۔[1]

شاہ ولی اللہ محدث الدھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۱۷۶ھ

مقدمہ مرقاۃ میں اس کی تفصیلی حالت اور سیرت بیان کی گئی ہے ہم یہاں صرف مختصراً چند فقرے ان میں سے بیان کرتے ہیں۔

لکھتے ہیں:

مع جلالة قدره و علو کعبه فی العلوم و المعارف کان له شذو ذو ذلات و اجب التحرز عنها۔

ترجمہ: آپ کے بلند مرتبہ علوم اور معارف میں وسعت علم کے باوجود آپ کے شاذ اقوال ہیں اور حق سے پھسلنا زیادہ ہے۔ اس سے اپنے آپ کو اسے بچا کر رکھنا ضروری اور لازمی ہے۔[2]

الملا علی القاری: کے لیے بھی مقدمہ مرقاۃ ملاحظہ ہو۔

---

[1] (فوائد البهیة صفحه ۹۵,۹۶ ملتقطاً)

[2] (مقدمہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۳۴ طبع امدادیہ ملتان اس مقدمہ کے ساتھ ساتھ رسائل کوثری مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی اور رسائل کوثری رحمہ اللہ تعالیٰ دار الفتح صفحہ ۲۴۲ ملاحظہ ہو)

محمد عبدالحی لکھنوی تعلیق مجد کے مقدمہ کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں:

ولو لا مافی بعضھامن رائحۃالتعصب المذھبی۔[1]

ان القاری الحنفی حالہ عجیب جدایورد وینقل الروایات الموافقۃو المخالفۃ رطباًو یابساً صحاحاًو ضعافاًو لا ینقح الاحادیث ولا یمیز بینھماو لا یرفع التدافع و التعارض ولا یحملھا علی محامل صحیحۃ لا علی مقتضی مذھبہ ولا علی غیرہ مع تصلبہ فی مذھب الحنفیۃ، اھ۔[2]

ترجمہ: حضرت علامہ عبدالحیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملا علی قاری میں تعصب مذہبی ہے اور علامہ محمد حسن سنبلی نے فرمایا کہ ملا علی قاری مذہب حنفی میں سخت ہونے کے باوجود آپ کا حال نہایت تعجب خیز ہے موافق اور مخالف روایات نقل کرتے ہیں اس طرح رطب یابس صحیح اور ضعیف نقل کرتے ہیں اوراحادیث کی درستگی نہیں کرتے ہیں اور ان میں تمیز نہیں کرتے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتے اور تدافع اور تعارض کو ختم نہیں کرتے اور صحیح محامل پر ان کو حمل نہیں کرتے نہ اپنے مذہب کے تقاضے کے مطابق اورنہ دوسروں کے مذہب کے مطابق عرف شذی:

قال مولانا المرحوم الگنگوھی لا یضعھا کل الوضع ونھاک حدیث یخبر الراوی فیہ بانہ علیہ السلام امال شیئاً۔

یعنی علامہ گنگوہی نے کہا کہ انگلی کو مکمل نہیں رکھے گا اس میں حدیث شریف ہے اس میں راوی نے خبر دی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے تھوڑاسامائل کیا تھا۔[3]

تبصرہ: (۱) حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لے کر آج تک جتنے بڑے بڑے علماء نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیاہے وہ قابل اعتبار اور شرعاً قابل قبول نہیں۔

کبیری نے بحث سنۃ العشاء: میں لکھاہے:

فدارالامر فی الرواۃ علی اجتھاد العلماء ص ۳۳۵ مطبع العزیزی لاھور لا عبرۃ بغیر الفقھاء: شامی جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ لا عبرۃ بغیر الفقھا شامی جلد ۳ صفحہ ۳۳۹ طبع دار الکتب العربیۃ الکبری مصر اور فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۸۹ فیہ فدار الا مر فی الرواۃ علی اجتھاد العلماء اہ۔ لم تنقل عن الفقھاء أی المجتھدین بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۳۵۰ یعنی فقہاء سے مراد مجتہدین ہیں۔ ولا عبرۃ بغیر المجتھدین بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۳۵۰۔ یعنی عالم غیر

[1] (مقدمہ مرقاۃ صفحہ ۳۴)

[2] (مقدمہ مرقاہ صفحہ ۳۴ امدادیہ ملتان، تنسیق النظام فی مسند الامام لعلامہ الشیخ المحدیث الفقیہ محمد حسن السنبلی المتوفی ۱۳۰۵ھ مسند الامام اعظم صفحہ ۲۴ حاشیہ نمبر ۲ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

[3] (عرف شذی صفحہ ۱۴۰ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

مجتہد کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے یعنی اس کے قیاس معتبر، حجت اور دلیل نہیں ہے۔البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۰ اور صفحہ ۱۴۰ جلد ۶ صفحہ ۲۶۴ اور کنز بر حاشیہ بحر الرائق اور کنز جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ کتاب القضاء اور النہر الفائق جلد ۳ صفحہ ۶۰۰ اور ۶۰۱ اور تبیین الحقائق جلد ۵ صفحہ ۸۳ اور معیار الحقائق جلد ۲ صفحہ ۳۹۷ و مستخلص وغیرہ۔

کچھ تفصیل اس میں یہ ہے کہ:

قال فی فتح القدیر من باب البغاة الذی صح عن المجتهدین فی الخوارج عدم تکفیرهم و یقع فی کلام أهل المذهب تکفیر کثیر لکن لیس من کلام الفقهاء الذین هم المجتهدون بل من غیرهم و لا عبرة بغیر الفقهاء البحر الرائق جلد ۵ صفحه ۱۲۰ : لا اعلم احداً وافق اهل الحدیث اه۔ ایضاً یقع فی کلام أهل المذهب تکفیر کثیر لکن لیس من کلام الفقهاء الذین هم المجتهدون بل من غیرهم و لا عبرة بغیر الفقهاء: البحر الرائق جلد ۵ صحه ۱۴۰ اور فتح القدیر جلد ۵ صفحه ۳۳۴۔

یعنی ابن نجیم اور ابن الھمام رحمہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمیں کوئی معلوم نہیں کہ اس نے اہل حدیث کا موافقت کی ہو۔ خوراج کے بارے میں مجتہدین سے بات صحیح ہو چکی ہے کہ خوارج کافر نہیں اور اہل مذہب کے کلام میں ان کو کافر کرنا زیادہ واقع ہوتا ہے مگر وہ فقہاء اور مجتہدین کے کلام میں نہیں بلکہ غیر مجتہدین ہے اور غیر مجتہدین کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

نتیجہ:

جب کتاب الآثار مسند امام اعظم اور علامہ طحاوی اور جصاص سے ثابت ہوا کہ تشہد کی حالت میں اشارہ نہیں تو جو اہل مذہب علماء نے مذہب شافعی کا اتباع کرتے ہوئے اور حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلدین بن کر اشارہ برائے وحدانیت ثابت کیا تو ان مجتہدین کا امام ابو حنیفۃ، امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ابن الھمام نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب روایت کو دو طرح رد کر دیا کہ اشارہ برائے توحید صحیح نہیں جیسا کہ مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں گزرا ہے، وہ یہ:

لو وجد بعض نسخ النوادر فی زماننا لا یحل عزو مافیها الی محمد و لا الی ابی یوسف لانها لم تشتهر فی زماننا فی دیارنا و لم تداول نعم اذا وجد النقل عن النوادر فی کتاب مشهور کالهدایة و المبسوط کان ذلک تعویلا علی ذلک الکتاب اه مقدمه عمدة الرعایة صفحه ۱۱ اور بحر الرائق جلد ۶ صفحه ۲۶۵ فتح القدیر ج ۶ ص ۳۶۰ رد المحتار مصری ج ۴ ص ۳۲۹ دراسات فی اصول حدیث علی منهج الحنفیه ص ۵۰۰ اور مدخل لاصول حدیث ص ۲۵۰ النهر الفائق ج ۳ ص ۶۰۲ دوسرا یہ کہ کثیر مشائخ سے مروی ہے کہ بالکل اشارہ نہ کرے۔

اور مقدمہ شامی میں ہے:

يؤخذبقول الاکثرین شامی مصری جلد ۱ صفحہ ۵۳ اور مقدمہ متانۃ صفحہ ۸۶۔

اگر نوادر کی بعض کتب ہمارے زمانے میں موجود ہوئیں تو ان کے مسائل کی نسبت امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ تعالیٰ کو جائز نہیں اس لیے کہ یہ کتب ہمارے زمانے میں ہمارے ممالک میں مشہور نہیں ہوئی ہیں اور متداول نہیں ہیں۔ ہاں جب نوادر میں سے نقل مشہور کتابوں مثل ہدایہ اور مبسوط میں پایا گیا تو یہ ان کتابوں پر اعتماد ہو گا نہ کہ نوادر پر ایضاً بحر الرائق جلد ۶ صفحہ ۲۶۵ ملاحظہ ہو۔

تو عرض یہ ہے کہ جب نوادر کے مسائل کا امام محمد اور امام ابی یوسف رحمہا اللہ تعالیٰ کو صحیح اور جائز نہیں تو پھر ان کو مذہب حنفی کہنا بدرجہ اولیٰ صحیح نہیں ہے تو جب خصم نے یہ تسلیم کی کہ ظاہر الروایات کی کتب اور متون میں اشارہ کا ذکر نہیں تو پھر اشارہ برائے توحید کو کس منہ سے مذہب حنفی بتاتے ہیں۔

و وضع یدیہ علی فخذیہ و بسط اصابعہ۔[1]

و اضعا یدیہ علی فخذیہ موجہا اصابعہ نحو القبلۃ مبسوطۃ۔[2]

اور بدایۃ المبتدی متن ہدایہ اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ویروی ذلک فی حدیث وائل و لان فیہ توجیہ اصابع یدیہ الی القبلۃ۔[3]

جس میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ان تین حکموں پر عمل کرنا ہے۔ دیکھو سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۴۴ اور آیت ۱۴۹ اور آیت ۱۵۰۔

اس لیے اشارہ کرنا خلاف ظاہر الروایات اور متون ہی ہے اس لیے اس کا فتویٰ دینا کہ اشارہ کرے فتویٰ خلاف کتب ظاہر الروایات اور متون ہی ہے اگر کوئی نہ جانے تو نہ جانے یہ اس کی کم علمی یا بے علمی کی دلیل ہے۔ ایسے اشخاص کی تقلید کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں تقلید مجتہد کی ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پندرہویں صدی کے ہوا پرست مبتدعین کے اس قاعدہ کہ جب ظاہر الروایت کے کتب میں ایک مسئلہ نہ ہو اور نوادر میں ہو تو اس پر عمل کرنا ہے یہ در حقیقت مذہب حنفی کو اساس سے ختم کرنے ہی کی کوشش ہے کوئی ذی عقل شخص ان کی تابعداری اور تقلید نہیں کر سکتا ہے۔

لیس لمفتی الافتاء بالروایۃ الضعیفۃ۔

[1] (کنز جلد ۱ صفحہ ۸۴ مطبع احمدی دھلی اور قدری جلد ۱ صفحہ ۲۰ مکتبہ عباسیہ تیمر گرہ)

[2] (وقایۃ الروایۃ شرح وقایہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۹ مطبع مجتبائی دھلی)

[3] (ھدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۲)

یعنی مفتی کے لیے روایت ضعیفہ پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔[1]

والعمل علی مافی المتون لانہ اذاتعارض مافی المتون والفتاوی فالمعتمد مافی المتون۔

یعنی جو مسئلہ متون میں ہو اس پر عمل ہے اس لیے کہ جب متون اور فتاویٰ کے مسائل میں تعارض آجائے تو جو متون ہے اس پر اعتماد ہے۔[2]

معلوم ان المتون موضوعة لنقل ماھو مذھب فلایعدل عمافیھا اھ۔

یعنی متون نقل مذہب کے لیے رکھی گئی ہیں۔ تو اس میں جو ہے اس سے عدول نہیں کیا جا سکتا۔[3]

و مافی المتون و الشروح مقدم علی مافی الفتاوی کما مر مراراً در مختار لان مسائل المتون ھی المنقولة عن ائمتنا الثلاثة او بعضھم الخ شامی جلد ۵ صفحہ ۱۷۲ مصری۔

یعنی فتاویٰ سے متون اور شروح پہلے ہیں ان پر عمل کرنا مقدم ہے اس لیے کہ متون کے مسائل ہمارے تینوں ائمہ یعنی امام ابو حنیفۃ اور امام ابی یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کی گئی ہیں یا ان میں سے ایک سے نقل ہوتا ہے۔

قال فی الخیریة فالحاصل انہ مخالف لمافی المتون الموضوعة لنقل المذھب فلایجوز العمل و الفتوی بہ۔

صاحب خیر یہ نے فرمایا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ یہ متون کے مسئلہ کے مخالف ہے جو کہ نقل مذہب کے لیے بنائے گئے ہیں تو اس پر عمل اور فتویٰ دینا جائز نہیں۔[4]

توجب کہ نوادر کے علاوہ شروح اور فتاویٰ کا یہ حال ہے تو نوادر پر عمل اور فتویٰ دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

ان مافی المتون مقدم علی مافی الفتاوی شرنبلالیة۔

یعنی فتاویٰ شرنبلالیہ میں ہے کہ اختلاف کی صورت میں متون کا مسئلہ فتاووں سے مقدم ہے یعنی اس مسئلہ پر عمل ہوگا جو متون میں ہے:

قرة عیون الاخیار لسید محمد علاء الدین جلد ۲ صفحہ ۷۷ مصری۔

ولنا أن الآثار لما اختلفت فی فعل رسول اللہ ﷺ یتحاکم الی قولہ و ھو الحدیث المشھور ان النبی ﷺ قال لاترفع الایدی الا فی سبع مواطن عند افتتاح الصلاة و فی العیدین و القنوت فی الوتر و ذکر اربعة فی کتاب المناسک و حین رأی بعض الصحابة رضوان اللہ علیھم یرفعون ایدیھم فی بعض أحوال الصلاة کرہ ذلک فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا و فی روایة قاروا فی الصلاة۔

---

[1] (شامی جلد ۲ صفحہ ۵۳۹ مصری)

[2] (شامی جلد ۴ صفحہ ۳۵۲ مصری)

[3] (شامی جلد ۳ صفحہ ۳۰۱ مصری)

[4] (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۴۷)

امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ ہمارے لیے دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے فعل کے بارے آثار مختلف ہوئے تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کے قول یعنی حکم کی طرف فیصلہ لینا ہے اور وہ مشہور حدیث شریف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات جگہوں کے علاوہ دوسرے مقامات میں رفع یدین مت کرو نماز شروع کرتے وقت اور عیدین میں اور وتر میں دعاء قنوت پڑھنے کے وقت اور تین کو کتاب المناسک یعنی حج میں ذکر کی اور جب آپ ﷺ نے بعض اصحاب کو دیکھا رضوان اللہ علیہم کہ نماز کے بعض حالات میں رفع یدین کرتے تھے تو اس کو ناپسند کیا تو فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو اور ایک روایت میں ہے کہ نماز کی تعظیم کرو یعنی سکون سے ادا کرو۔[1]

ملاحظہ ہو صحیح مسلم باب نمبر ۱۲۵ حدیث صفحہ ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴ یہ احادیث ناسخ ہے رفع یدین کے لیے اور رفع انگلی قائم مقام رفع یدین ہے اس لیے نماز میں منسوخ ہے۔ اشارہ میں ہاتھ کی سب انگلیاں متحرک ہوتی ہیں اگر ایک انگلی بھی متحرک ہوئی تو ایسا ہے جیسا کہ ہاتھوں کا متحرک کرنا جیسا کہ پہلے گزرا ہے کہ انتفاء کل سے انتفاء جز لازم ہے کہ جب ہاتھ اٹھانا منع ہوا تو انگلی اٹھانا بھی منع ہوا اب اس کے برعکس اگر نمازی نے ایک انگلی اٹھایا تو ایسا ہے کہ انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھایا۔

الدر المنتقی فی شرح الملتقی میں ہے:

ان استعمال الجزء کالکل جلد ۴ فصل فی اللبس قبیل فصل فی النظر ۱۹۸ مجمع الانہر مکتبہ غفاریہ کوئٹہ۔

(۲) و انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل۔[2]

(۳) انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل فی نفس الامر ضرورتا لان ای الجزء کان متی زال لم یبق الکل من حیث ھو کل۔[3]

(۴) انتفاء الجزء یوجب انتفاء الکل۔[4]

(۵) بیان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب باب کون اللفظ قبل استعمال حقیقتاً او مجازاً۔[5]

(۶) الابھاج فی شرح المنھاج باب المسئلۃ الاولی متی یوجد المشروط۔

(۷) دستور العلماء جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون جلد ۳ صفحہ ۱۰۲۔

---

[1] (مبسوط سرخسی جلد ۱ صفحہ ۱۴ دار المعرفۃ بیروت)

[2] (عنایہ شرح ھدایہ بر فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۸۸ مکتبہ نوریہ سکھر)

[3] (حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی باب المجاز جلد ۱ صفحہ ۴۱۸)

[4] (التحبیر شرح التحریر جلد ۱ صفحہ ۴۴۱)

[5] (جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آپ نے ملاحظہ فرمایا: کہ اشارہ کی احادیث متعارضہ ہونے کی وجہ سے ہم نے فیصلہ احادیث قولی کو لے کر تحکیم کے لیے اور احادیث قولی نے بصراحت فیصلہ کر دیا کہ نماز میں ہاتھ مت اٹھاؤ اور نماز سکون سے ادا کرو۔

اور اس بات میں کوئی اختلاف معلوم نہیں وہ یہ کہ:

واعلم أن کتب مسائل الاصول کتاب الکافی للحاکم الشهید و هو کتاب معتمد فی نقل المذهب شرحه جماعة من المشائخ منهم الامام شمس الائمة السرخسی و هو المشهور مبسوط السرخسی قال العلامة الطرسوسی مبسوط السرخسی لا یعمل بما یخالفه و لا یرکن الا الیه و لا یفتی و لا یعول الا علیه اه شامی جلد ۱ صفحه ۵۱، ۵۲ مصری۔

یہ بات کہ مسائل اصول کی کتابوں میں سے کتاب کافی ہے جو کہ حاکم شہید کی کتاب ہے اور مذہب کے نقل میں معتمد کتاب ہے مشائخ میں سے ایک جماعت نے اس کی شرح لکھ دی ہے ان میں سے ایک شمش الائمۃ سرخسی ہی ہیں۔ وہ مبسوط سرخسی سے مشہور ہیں علامہ طرسوسی نے فرمایا کہ مبسوط سرخسی کے مخالف پر عمل نہیں کیا سکتا اور میلان صرف اس کو کیا جاتا ہے نہ کہ اور کتاب کو اور فتویٰ نہیں دیا جا سکتا اور اعتماد نہیں جا سکتا مگر صرف اس پر۔

نتیجہ: ثابت ہوا کہ ظاہر الروایات میں احناف کا فیصلہ عدم اشارہ کرنا ہے اور نماز میں سکون یعنی عدحرکت اعضاء ہی مطلوب شرعاً اور مذہب حنفی ہی ہے۔ نوادراۃ میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا فیصلہ عدم اشارہ لتوحید فی الصلاۃ ہے۔ نہ کہ اشارہ کرنا آیئے اور آپ کا فیصلہ سنئے۔

فرماتے ہیں:

قال ابو حنیفة رحمه الله تعالیٰ فی الرجل یسلم علیه و هو یصلی انه لا یرد علیه السلام فی صلاته و ما احب له ان یشیر (بیده) فان فی الصلاة شغلاً ص ۱۴۶۔

و قال اهل المدینة فی الرجل یسلم علی الرجل فی الصلاة لا یتکلم و یشیر بیده و قال محمد بن الحسن۔ ما احب له ان یزید فی صلاته شیئا لیس منها من اشارة و لا غیرها و لکن اذا قضی صلاته فلیرد علیه السلام فان من الخشوع فی الصلاة ترک الا اشارة کتاب الحجة علی اهل المدینة للامام الحافظ المجتهد الربانی ابی عبدالله بن الحسن الشیبانی رحمه الله تعالیٰ متوفی ۱۸۹ھ ص نمبر ۱۴۷۔۔۔۔

رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اشارہ سے جواب سلام نہ دیا مگر سلام کے بعد اپنا عذر یہ بیان کیا:

ان فی الصلاة لشغلا فترک ۔ ۲۴۸ جلد ۲ صفحه ۱۴۹ کتاب الحجة علی اهل المدینة للامام الحافظ المجتهد الربانی ابی عبدالله محمد بن الحسن الشیبانی علیه الرحمة متوفی ۱۸۹ ھ رتب اصوله و صححه و علق علیه العلامه

المحقق المحدث الفقیہ المفتی السید مھدی حسن الگیلانی القادری علیہ الرحمۃ المفتی بدار العلوم دیوبند المتوفی ۱۳۹۶ھ (شائع کردہ) دار المعارف النعمانیۃ الجامعۃ المدینۃ کریم پارک لاھور پاکستان۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے بارے میں فرمایا کہ اس نے سلام کیا اس شخص پر جو نماز میں تھا تو وہ اپنی نماز میں اس کے سلام کا جواب نہ دے گا اور میں یہ پسند نہیں کرتا ہوں اس کے لیے کہ وہ ہاتھ سے اشارہ کرے اس لیے کہ نماز میں شغل ہے۔ اور اہل مدینہ یعنی مالکی صاحبان نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ نماز ادا کرتے ہوئے اس شخص کو سلام کرے کہ باتیں نہ کرے اور اس کو اپنے ہاتھ سے جواب سلام کے لیے اشارہ کرے۔

اور امام محمد بن حسن نے فرمایا کہ نمازی کے لیے میں پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے نماز میں کوئی چیز زیادہ کرے جو نماز سے نہ ہو نہ اشارہ اور نہ کوئی اور عمل مگر جب نماز ادا کرے تو اس کو جواب سلام دے کیوں کہ نماز میں خشوع اشارہ نہ کرنا ہے۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے جواب سلام نماز میں نہیں فرمایا مگر سلام کے بعد اپنا عذر یہ بیان کیا۔ تحقیق نماز میں البتہ شغل ہے تو چھوڑ دیا۔

اس سے اہل حدیث اور اہل الرائے کا اختلاف معلوم ہوا کہ کون اشارہ میں ہے جس کو صاحب خلاصہ نے حرام لکھا ہے اور مسند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے:

ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن ابی وائل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہ قدم من ارض الحبشۃ سلم علی رسول اللہ علیہ وسلم ھو یصلی ولم ارد علیہ السلام فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ابن مسعود اعوذ باللہ من سخط نعمۃ اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ما ذاک قال سملت علیک فلم ترد علی قال ان فی الصلوٰۃ لشغلاً قال فلم نرد السلام علی احد من یومئذ۔[1]

و قولہ ان فی الصلوٰۃ لشغلاً رواہ الشیخان و ابو داؤد و ابن ماجۃ عن ابن مسعود۔

کتاب الحجۃ کے شارح نے یہ احادیث ذکر کی ہیں اور اس مفتی دیوبند نے توثیق کی مگر کوئی جواب نہیں لکھا۔

ترجمہ: امام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ حماد سے اور حماد ابراہیم سے اور ابراہیم ابی وائل (شقیق) وہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود حبشہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمارہے تھے۔ آپ نے حضور علیہ السلام کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب سلام نہ دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے۔ تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی نعمت کے غصہ سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استعاذے کا سبب کیا ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جواب نہ دیا تو رسولِ

[1] (مسند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ ۹۳ اصح المطابع کراچی)

مقبول ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً نماز میں ضرور شغل ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس روز سے ہم کسی کو سلام کا جواب نماز میں نہیں دیتے ہیں۔

حدیث مروی ابوہریرۃ بحوالہ ابو داؤ، اور ناسخ منسوخ ابن شاہین اور طحاوی اور مسند بزار اور سنن دار قطنی شرح کے ساتھ صفحہ ۶۵ و۶۶ پر گزرا ہے جس میں ہے:

من اشار فی صلاتہ اشارۃ تفهم عنه فليعد لها يعنی الصلوٰة۔

ابو داؤد اور مسند بزار میں یہ اضافہ ہے: **او قد فسدت۔**

کہ جب کوئی شخص نماز میں ایسا اشارہ کرے جو مقصد کو ظاہر کرتا ہے وہ نماز کا اعادہ کرے یا یقیناً نماز فاسد ہوئی۔

(۱) اہل ظواہر کے ہاں نماز کے دوران سلام اور دیگر امور کے لیے اشارہ جس سے مخاطب کو مقصد سمجھ آجائے یہ کلام کے حکم میں ہے اور مفسد نماز ہے۔

(۲) ائمہ اربعہ کے ہاں مفسد نماز تو نہیں ہے البتہ مکروہ ضرور ہے۔[1]

اس لیے اپنی نماز کو کراہت سے خالی کرنے کے لیے اور صاف بے غبار نماز کے لیے مناسب ہے کہ نماز کا اعادہ کریں اگرچہ سابقہ نماز فاسد نہیں ہوئی۔

اس طرح حضور علیہ السلام کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ اور وہ مہمل نہ رہے گی کیوں کہ دلائل میں اصل چیز یہ ہے کہ عمل میں لائے جائیں نہ کہ مہمل و ترک کریں جب کے منسوخ نہ ہو۔ جیسا اشارہ مذہب حنفی کے آئمہ ثلاثہ سے ثابت ہوا کہ ان کے ہاں نہ کتب ظاہر الروایت میں اور نہ کتب نوادر میں نماز میں اشارے کا ثبوت ہے بلکہ ظاہر الروایت اور کتب نوادر سب میں مذہب احناف میں سکون اور وقار سے نماز پڑھنا ہے۔ اس لیے اعلم بالمذاہب خصوصاً مذہب حنفی علامہ ابی جعفر احمد بن محمد الطحاوی نے شرح معانی الآثار میں تحریر کیا کہ جناب رسول مقبول ﷺ مسجد میں تشریف لائے آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا رکھے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے نماز میں بدخو گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھوں کو اٹھانے والے ہو نماز میں سکون اختیار کرو۔[2]

---

[1] (شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۳۰۶)

[2] (تخریج مسلم فی الصلوٰۃ نمبر ۱۱۹)

حاصل روایات:

جب نماز میں تسکین اطراف کا حکم ہے تو اشارے سے جواب سلام کرنا اس سے نکلنا ہے کیوں کہ اس میں ہاتھ بلند ہوتا ہے اور انگلیاں ہلتی ہیں اس سے ثابت ہوا کہ یہ بھی اس روایت کے تحت داخل ہے۔ یہ قول ہمارے ائمہ ابو حنیفۃ، ابویوسف، محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے ۳۰۹ جلد ا۔

مطلب:

مطلب یہ ہے کہ اگر نوادر میں ان سے اشارہ کا ثبوت ہوتا اور نوادر قابل عمل ہوتا تو یہ مفسر اور محدث عظیم ہر گز ہر گز ایسا فیصلہ اور حکم نہ دیتے اس کے علاوہ امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ اور مفسر عظیم مجتہد فی المذہب امام ابی الرازی الجصاص متوفی ۳۷۰ھ شرح مختصر الطحاوی فتاوی فی الفقہ الحنفی میں تحریر فرما ہیں جو کہ معتمد متن ہے۔ (فتویٰ امام طحاوی)

قال ابو جعفر: (ویستقبل باصابع رجله الیمنی القبلة، کما یفعل فی السجود، ثم یبسط کفیه علی رکبتیه وینشر أصابعه، ولا یشیر بشئی منها) و ذالک لما فی حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما جلس افترش رجله الیسریٰ، ووضع یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ ویده الیمنی علی فخذه الیمنی۔ (بغیر کسی اضافہ کے)

علامہ جصاص کا فتویٰ:

وینشر أصابعه کما ینشرها فی السجود والرکوع ولا یشیر بشئی منها، لقوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کفوا ایدیکم فی الصلاة، واسکنوا فی الصلاة جلد نمبر ۱ صفحہ ۶۲۸ و صفحہ ۶۲۹

مولوی محمد روشن خاک پائی علماء اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا بھی یہی حکم ہے ملاحظہ سورۃ النساء آیت نمبر ۷۷ کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ جو کہ خبر احاد پر منسوخ نہیں کیا جاسکتا جلد ا صفحہ نمبر ۴۲ پر اس کے متعلق کچھ بیان گزرا ہے۔

ترجمہ: (امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ) ابو جعفر نے کہا کہ دائیں پاؤں کی انگلیاں روبہ قبلہ کریں جیسا کہ سجدہ میں کیا جاتا ہے پھر دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر انگلیوں کو بکھیرے ہوئے رکھ دیں اور ان میں کسی پر اشارہ نہ کریں۔ یہ اس وجہ سے کہ حدیث وائل بن حجر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو پھیلاتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر رکھتے۔ اس کی شرح میں علامہ جصاص (مجتہد اور مفسر) نے فرمایا: اور اپنی انگلیوں کو ایسے پھیلائیں جیسے سجدہ میں پھیلاتے ہیں اور رکوع میں اور ان میں سے کسی چیز سے اشارہ نہ کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ اپنے ہاتھوں کو روک دو بند کرو اور مت ہلاؤ نماز میں اور نماز میں سکون کرو۔

اللہ تعالیٰ کا بھی سورۃ النساء میں یہی امر ہے کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو۔

بدائع الصنائع میں ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: **کان اعلم الناس بمذاھب ابی حنیفة** جلد ا صفحہ ۲۱۳ اور حالات مصنفین درسِ نظامی میں ہے: **اعلم الناس بمذھب ابی حنیفة** صفحہ ۱۳۳ اور علامہ عبد الحئی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد بھیۃ میں لکھا ہے: **له تصانیف جلیلة معتبرة فمنھا ۔۔۔ المختصر** صفحہ ۳۲ (اس طرح علامہ عبد الحئی نے مقدمہ عمدۃ الرائے میں اس کو متن معتبر مانا ہے) **عن ابن عبد البر انه قال کان الطحاوی کو فی المذھب عالماً بجمیع مذاھب العلماء انتھی** بھیۃ صفحہ ۳۴۔

یعنی امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ سلف کے مذاہب پر سب سے زیادہ عالم تھے۔ اور مذہب امام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ آپ کی بڑی معتبر تصانیف ہیں ان میں سے مختصر ہے۔ اور ابن عبد البر سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ طحاوی حنفی مذہب والے تھے سب علماء کے مذاہب پر عالم تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

نتیجہ:

امام طحاوی اور جصاص رحمہا اللہ تعالیٰ کی شہادت سے ثابت ہوا کہ مذہب حنفی میں اشارہ تشہد میں بالکل نہیں نہ ظاہر الروایات میں اور نہ نوادر میں بلکہ بعض غیر حنفی العقیدہ نے مذہب حنفی کو بدنام کرنے اور علماء حنفی کو غیر معتبر کرنے کے لیے یہ جراثیم فقہ حنفی میں ڈال دیا ہے کہ علماء احناف کو بدنام کریں کہ ایسے فقہاء ہیں کہ ایک جگہ ایک بات دوسرے جگہ دوسری بات کرتے ہیں اس لیے ان کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں جیسے حلوانیؒ وغیرہ نے احناف کو کئی آراء پر منقسم کیا۔ اگر ہم گزرے ہوئے اختلاف کہ کوئی کہتا ہے بیٹھنے ہی سے انگلی اٹھائے اور کوئی کہتا ہے ان لا الہ کے لام پر اٹھائے کوئی کہتا ہے **الا اللہ** کے الف پر اٹھائے کہتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ سے اس کے بارے میں کوئی قول منقول نہیں اس لیے ہر ایک نے اپنی اپنی رائے پر بات کی ہے۔ جب کہ محمود بن صدر الشریعۃ نے وقایۃ الروایات میں اصل مذہب حنفی ان الفاظ میں بیان کی: **و اضعا یدیه علی فخذیه موجھا اصابعه نحو القبلة مبسوطة** (اس میں تین آیات اور پانچ امر الٰہی پر عمل کرنا ہے سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۴ دو دفعہ اور آیت ۱۴۹ اور ۱۵۰ میں دو امر اور باقی آیات کریمہ گزرے ہوئے صفحات میں ملاحظہ ہوں)۔

تو صاحب شرح وقایہ عبید اللہ بن مسعود نے شرح وقایہ میں لکھا:

و فیه خلاف الشافعی فان عنده یعقد الخنصر و البنصر و یحلق الوسطی و الا بھام و یشیر بالسبابة عند التلفظ بالشھادتین و مثل ھذا جاء عن علمائنا ایضاً۔

کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر انگلی روبہ قبلہ کھلے رکھیں۔ اور اس میں شوافع نے خلاف کیا کیوں کہ ان کے ہاں خنصرہ اور بنصرہ کو بند کرکے درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر سجدہ پر شہادتین کہنے کے وقت اشارہ کریں۔ یہ فقرہ کتاب الام میں نہیں ہے اس کو بار بار ملاحظہ کریں اشارہ کریں اور اس جیسے ہمارے مذہب کے علماء سے بھی منقول ہے۔[1]

افسوس صد افسوس ان علماء احناف پر کہ انہوں نے تحقیقی اور ثابت بقرآن و حدیث محقق مذہب چھوڑ کر شوافع کے تابع ہوئے۔

آیئے اس میں شوافع کا حال بھی ملاحظہ کریں۔ کتاب الام طبع دارالحدیث القاہرۃ جلد ا صفحہ ۳۸۴ پر ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار المرادی نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

و اذا اراد الجلسوس فی مثنی جلس علی رجله الیسری مثنیة یماس ظهرها الارض و نصب رجله الیمنی ثانیا اطراف أصابعها و بسط یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ و قبض اصابع یده الیمنی علی فخذه الیمنی الا المسبحة و الابهام و اشار بالمسبحة انتهی۔

ترجمہ: کہ جب دو رکعت پر نمازی بیٹھنے کا ارادہ کرے تو بائیں پاؤں پر بیٹھ کر اس کو دوہرا کرے کہ پیٹھ زمین سے لگی ہوئی ہو۔ اور دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا کرے کہ انگلیوں کے اطراف دوہرے کئے ہوں اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر پھیلائے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو مسبحہ اور انگوٹھے کے علاوہ بند کرے اور پھر اشارہ کرے۔

ابو العباس محمد بن یعقوب نیسابوری نے ربیع بن سلیمان سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی قول بیان کیا نہ اس میں اشارہ کے لیے مسبحہ اٹھانے کا کوئی مخصوص وقت کا ذکر ہے اور نہ اشارہ کا تعین کہ یہ اشارہ کس مقصد کے لیے ہے۔ اور نہ بیان اس میں ہے کہ مسبحہ اٹھانے کے بعد کس وقت رکھ دے۔

یہی وجہ ہے کہ شوافع حضرات بھی ہر ایک اپنے اپنے صواب دید کا بیان کرتے ہیں ملاحظہ ہو تحفۃ الحبیب شرح الخطیب:

حاشیه البجیرمی علی الخطیب خاتمة المحققین الشیخ سلیمان البجیرمی جلد ۲ صفحه ۶۴ اور الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع لشیخ محمد الشربینی الخطیب الموجود بالهامش شرکة مکتبة بمصر۔

اور بیٹھ کر اس کو دوہرا کرے کہ اس کا پیٹ زمین کو لگے ہوئے ہو اور دائیں پاؤں کو ایسے کھڑا کرے کہ اپنی انگلیوں کے اطراف دوہرے کئے ہوں۔ اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر پھیلائے اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو مسبحہ اور انگوٹھے کے علاوہ بند کرے اور مسبحہ پر اشارہ کرے۔ ابو العباس محمد بن یعقوب نیسابوری نے ربیع بن سلیمان سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی قول بیان کیا کہ اس میں مسبحہ کو اشارہ کے لیے اٹھانے کا کوئی مخصوص وقت کا بیان موجود نہیں اور نہ اس اشارہ کا تعین منقول ہے۔ یہ

[1] (شرح وقایه، صفحه ۱۶۹ و ۱۷۰ مجتبائی دهلی)

اشارہ کس وقت اور کس کے لیے کرے اور انگلی کو کب اٹھائے اور کس وقت رکھ دے اس لیے شوافع میں بھی ہر ایک اپنے اپنے صواب دید کا بیان کرتے ہیں۔

ملاحظہ ہو: تحفة الحبيب شرح الخطيب: حاشيه البجير مى على الخطيب لخاتمة المحققين الشيخ سليمان البجيرمى جلد ۲ صفحه ۶۴ اور الاقناع فى حل الفاظ ابى شجاع لشيخ محمد الشربينى الخطيب الموجود بالهامش شركه مكتبة بمصر۔

الثانية عشرة (وضع) رؤوس اصابع (الفخذين فى الجلوس) بين السجدتين ناشر أصابعه مضمومة للقبلة كما فى السجود و فى التشهد الاول و فى الآخير (يبسط) يده (اليسرىٰ) مع ضم أصابعها فى تشهده الى جهة القبلة بأن يفرج بينها لتتوجه كلها الى القبلة (و يقبض) أصابع يده (اليمنى) كلها (الا المسبحة) و هى بكسر الباء التى بين الابهام والوسطى (فانه) يرسلها و (يشير بها) اى يرفعها مع امالتها قليلا حال كونه (متشهدا) عند قوله الا الله للاتباع و يديم رفعها و يقصد من ابتدائه بهمزة الا الله أن المعبود واحد فيجمع فى توحيده بين اعتقاده و قوله و فعله و لا يحركها للاتباع فلو حركها كره و لم تبطل صلاته و الافضل قبض الابهام بجنبها بأن يضمها تحتها على طرف راحته للاتباع فلو ارسلها معها أو قبضها فوق الوسطى او حلق بينهما او وضع الملةالوسطى بين عقدتى الابهام أتى بالسنة لكن ماذكر أفضل انتهى عبارة الاقناع قوله رؤوس اصابع الخ لا حاجة لا خراج المتن عن ظاهره فان المتن يفيد وضع اليدين نفسها ـــ ان المطلوب وضع اليدين على فخذين بحيث تسامت رؤوسهما أطراف الركبتين فتأمل: (قوله فى الجلوس بين السجدتين) مثله جلسة الاستراحة و الجلوس للتشهدين لكن كيفية الوضع مختلفة ففى الاولين اليدين مبسوطتان و فى الأخيرين بينها المنن بقوله يبسطاليسرى و يقبض اليمنى و لا يضر ادامة وضعهما على الارض الى السجدة الثانية اتفاقا خلافا لمن و هم فيه اه ابن حجر أى فقال ان ادامتهما على الارض تبطل الصلاة اه عش على مر۔

(قوله مضمومة للقبلة) انظر هذا مع ماتقدم فى الركوع من انه يفرق فتنزل الرحمة على بدنه فلم يطلب التفريق هنا قياسا عليه و لذلك قيل به هنا فليحرر الا أن يقال ان قوله ناشر أصابعه مضمومة و قوله مع اصابعها اى مع تفريق يسير بحيث تكون متوجهة للقبلة و لا يضر انعطاف رؤوسها على الركبتين سم فى شرحه (قوله فى تشهده) شمل الاول و الآخر و هو كذلك و القبض يكون بعد وضع اليد منشورة لا معه و لا قبله على المعتمد كماقاله سلطان و قيل مع الوضع اه ـ ق ل و يدل له قوله المنهج و يضع يمناه قابضا أصابعها و الاصل فى الحال المقارنة (قوله الا المسبحة) سميت بذلك لانه يشار بها الى التوحيد و تسمى السبابة لانه يشار بها عند السب ق ل و لو تعددت المسبحة فالعبرة بالاصلية فلو كانتا أصليتين فالعبرة بما جاور الابهام فلو قطعت هل تقوم الأخرى مقامها أو لا محل نظر و الظاهر أنها تقوم مقامها و لا يشير بالسبابة اليسرى و ان فقدت اليمنى و لو عجز عن التشهد و قعد بقدره سن حقه ان يرفع مسبحته كما ان من عجز عن القنوت سن فى حقه أن يقف بقدره و أن يرفع يديه زى و فى م ر و لو قطعت يمناه أو سبابتها كرهت

اشارته بيسراه لفوات سنة بسطها لأن فيه ترک سنة فى محلها لا جل سنة فى غير محلها کمن ترک الرمل فى الاشواط الثلاثة و يأتى فى الأخيرة۔اھ۔

(قوله ويديم رفعها) اى الى القيام او السلام۔ فان قلت المعنى الذى رفعت لا جله قد انقضى فكيف بقى رفعها۔ قلت لا نسلم انقضاءه لأن الأواخر و الغايات هى التى عليها المدار فمن ثم طلب منه ادامة استحضارى ذلک التوحيد و الاخلاص فيه حتى يقارن آخر صلاته لتكون خاتمتها على أتم الاحوال و اکملها۔ و الحكمة فى اختصاص المسبحة بذلک أن لها اتصالاً بنياط القلب أى عرقه فكانها سبب لحضوره و اما الوسطى فقيل ان لها اتصالا بنياط الذكر فلذا تابى النفوس الزكية الاشارة بها۔

(قوله و لا يحركها) فان قلت قد ورد التحريک أيضا فى احاديث فلم قدم النافى، قلت انما قدم النافى هنا على المثبت عكس القاعدة لما قام عندهم فى ذلک و هو أن المطلوب فى الصلاة عدم الحركة فقد قيل انه اذا حرک عامدا عالما بطل صلاته فيكره التحريک عندنا خلافا للمالكية و عبارة سم و لا يحركها عند رفعها للاتباع رواه ابوداؤد بل يكره تحريكها و لا تبطل به الصلاة و قيل يحرم و تبطل به و قيل يسن للاتباع رواه البيهقى و صححه قال و يحتمل أن يكون المراد بتحريكها فى خبره رفعها لا تكرر تحريكها اھ و يؤيده أن فيه جمعا بين الخبرين و أن عدم التحريک أنسب بالصلاة المطلوب فيها سكون الاعضاء و الخشوع الذى قد يذهبه او يضعفه التحريک۔ و اعلم ان كون رفع مسبحة اليمنى خاصا بهذا المحل تعبدى فلا يقاس به غيره فما يفعل بعد الوضوء و عند رؤية الجنازة لا اصل له قرره شيخنا عن فتاوى ابن حجر اھ رحمانى (قوله فلو حركها) و لو ثلاثا لأ نها ليست عضو او لأ نه فعل خفيف و الكلام فى مالم يحرک الكف و الا بطلت بثلاثة افعال متوالية عامدا عالما كتحريک الزند المقطوع الكف سم رحمانى۔ و الحاصل أن فى تحريكها ثلاثة اقوال قول بالكراهة و قولان آخران أحدهما بالحرمة و تبطل به الصلاة و الآخر بالندب (قوله و لم تبطل صلاته) صرح به للرد على من يقول بالبطلان كما علمت ع ش (قوله أو حلق بينهما) اى أوقع التحليق بينهما أى بين الوسطى و الابهام أى جعلهما حلقة فالظاهر أن بين زائدة لانه لا يظهر ها معنى اھ شيخنا (قوله لكن ما ذكر) اى او لا و هو قوله و الافضل الخ۔[1]

اور علامہ ابن حجر المکی الھیتمی اپنے فتاوی: الفتاویٰ الکبری الفقھیہ میں تحریر فرماہیں:

(وسئل) نفع الله به عما لو رفع المسبحة فى التشهد عند الا الله فهل يستحب رفعها الى تمام الصلاة او لا و قد نقل الشيخ زكريا فى شرح الروض المقدسى انه اذا رفع المسبحة فى التشهد عند الا الله يقيمها و لا يضعها و قال الجرجرى فى شرح الارشاد انه يعيدها الى ما كانت عليه و ليس فى المسئلة تصريح فهل الاولى بالعمل قول نصر المقدسى او لا؟ (فأجاب) بقوله المعتمد ما قاله الشيخ نصر علیہ الرحمۃ و عبارة شرح العباب قال الشيخ نصر المقدسى فى كافية انه يقيمها و لا يضعها و لا يحركها اھ و هو ظاهر فى بقائها مرفوعة الى السلام و قول جمع متأخرين لم نرفيه

[1] (حاشیہ بجیرمی تحفۃ الحبیب جلد ۲ صفحہ ۲۴ و صفحہ ۲۵ مطبوعہ بمصر ۱۹۵۱ م ۱۳۷۰ ھ)

نقلاو الظاهر انه یعید ھا بحث مخالف للمنقول کما علمت و ان تبعھم المصنف بقوله و فیه نظر انتھت جلد ۱ صفحه ۱۴۲ مکتبه دار الباز مکة المکرمة۔

بارھواں صفحہ نمبر ۱۳۵ (رکھنا) انگلیوں کے سروں کو دونوں سجدوں کے درمیان (بیٹھنے میں رانوں پر ہوں) سجدہ اور تشہد اول اور ثانی یعنی پہلے قعدہ اور دوسرے میں انگلیوں کو پھیلائے ہوئے قبلہ کی طرف کئے ہوئے ہوں اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو تشہد میں قبلہ کی طرف پھیلاتے ہوئے رکھ دیں۔ اس طرح کہ انگلیوں کو مکمل ضم کئے ہوئے نہ ہونا کہ سارے انگلیاں بہ طرف قبلہ ہو جائیں اور دائیں ہاتھ کی مسبحہ کے علاوہ ساری انگلیاں بند کریں (قبض کریں) جو کہ انگوٹھے اور درمیان انگلی کے درمیان میں ہے تو اس کو کھلا رکھیں اور اس پر اشارہ کرتے رہیں یعنی تھوڑا سا مائل کرتے ہوئے اس کو الا اللہ کہنے کے وقت اٹھائیں اس حالت میں کہ تشہد پڑھ رہے ہوں تابعداری کرنے کے لیے اور اس کو اٹھا ہوا دائم کریں۔ الا اللہ کے ہمزہ کہنے کے وقت سے اس کی ابتداء کرے کہ معبود ایک ہی ہے اپنے عقیدہ اور قول اور فعل کو جمع کرتے ہوئے اور تابعداری کرنے کی وجہ سے اس کو ہلاتے نہیں اور اگر ہلایا تو مکروہ ہے۔ اور اس کی نماز باطل نہیں ہوئی۔ اور بہتر یہ ہے کہ انگوٹھے کو درمیانی انگلی کی جانب پر بند کر دیں تابعداری کے لیے۔ تو اگر اس کو اس کے ساتھ پھیلایا اور درمیانی کے ساتھ بند کر دیا اور دونوں سے حلقہ بنایا اور یا درمیانی انگلی کے پور کو رکھ دیا انگوٹھے عقد تین کے درمیان تو سنت کو ادا کیا مگر جو پہلے ذکر کیا وہ بہتر ہے۔ (اقناع کی عبارت یہاں پر ختم ہوئی) (اس کا یہ قول کہ انگلیوں کے سرے الخ) متن کو ظاہر سے خارج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ متن دونوں ہاتھوں کو خود رکھنے پر مقید کرتا ہے۔۔۔ یقیناً رانوں پر ہاتھوں کو اس طرح رکھنا مطلوب ہے کہ انگلیوں کے سرے گھٹنوں کی طرف متوجہ ہوں تو فکر کرو (اس کا یہ قول دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں ہے) اس کی مثال جلسہ استراحت اور دونوں تشہد کے لیے بیٹھنا ہے مگر رکھنے کا طریقہ مختلف ہے تو پہلے دونوں میں دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور دونوں قعدوں میں آخر میں ان کا درمیان ہو گا المنن یعنی مقصود اس کا اس قول سے کہ بائیں کو پھیلائے اور دائیں کو بند کرے اس کو زمین پر دائم رکھنے میں کوئی حرج نہیں کہ دوسرے سجدہ تک رکھے رہیں اتفاقاً جنہوں نے اس میں وھم کیا ہے ان کے خلاف۔ اھ۔

ابن حجر نے فرمایا کہ اس کو زمین پر دائم رکھنا نماز کو باطل کرتا ہے اھ۔ ع ش علی م ر۔

(اس کا یہ قول کہ قبلہ کو ضم کئے ہوئے) پہلے گزرا کہ انگلیوں کو رکوع میں منتشر کریں تو اس کے بدن پر رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے یہ اس کے ساتھ ملاحظہ کریں۔ تو یہاں تفریق کو طلب نہیں کیا اس پر قیاس کرتے ہوئے اس لیے اس پر یہاں قول کیا تو اس کو تحریر کریں مگر کہا جائے کہ آپ کا یہ قول کہ اپنی انگلیوں کو پھیلائے ہوئے ضم کئے ہوئے اور اس کا یہ قول کہ اپنے انگلیوں کے ساتھ یعنی تھوڑے، کم تفریق کے ساتھ اس طور کہ قبلہ کو متوجہ ہو اور اس کے سرے گھٹنوں پر پڑنا کوئی نقصان

نہیں کرتا۔ سم فی شرحہ (اس کا یہ کہنا کہ اپنے تشہد میں) پہلے اور آخری قعدہ دونوں کو شامل ہے اور وہ اس طرح ہے۔ اور قبض اصابع ہاتھ کی انگلیوں پھیلائے ہوئے رکھنے کے بعد ہے نہ ان کے ساتھ اور اس سے پہلے بنا بہ قول معتمد علیہ جیسا کہ اس کو سلطان نے کہا ہے۔ اور کہا گیا ہے یہ رکھنے کے ساتھ ہی ہے۔ اہ۔ ق ل اور اس کے لیے منع کا قول دلالت کرتا رہتا ہے۔ اپنا دایاں ہاتھ انگلی بند کرتے ہوئے رکھ دے اور اصل حال مقارنہ میں ہے (اس کا یہ قول کہ بغیر مسبحہ کے) اس کو مسبحہ اس لیے کہا گیا کہ اس پر توحید کے لیے اشارہ کیا جاتا ہے اور سابہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ گالیوں کے وقت اس پر اشارہ کیا جاتا ہے ق ل اور اگر مسبحہ متعدد ہوں تو اعتبار اصلی مسبحہ کا ہے وہ معتبر ہے اور دونوں مسبحہ اصلی ہوں تو وہ مسبحہ معتبر ہے جو کہ انگوٹھے کے ساتھ ہے۔ اور اگر مسبحہ کٹا ہوا ہو تو آیا دوسری انگلی اس کی قائم مقام ہو سکتی ہے یا نہیں نظر محل ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اس کا قائم مقام ہو سکتا ہے مگر بائیں ہاتھ کے مسبحہ سے اشارہ نہ کرے اگرچہ دایاں ہاتھ نہ ہو اور اگر تشہد پڑھنے سے عاجز ہو اور اس کی مقدار بیٹھ گیا تو اس کے بارے میں مسبحہ اٹھانا سنت ہے۔ جیسا کہ دعاء قنوت سے عاجز کے لیے اس کی مقدار کھڑا ہونا سنت ہے کہ اس کی مقدار قیام کرے گا یہ اس کے بارے میں سنت ہے اور اپنے ہاتھ کو اٹھائے۔ اور م ر میں ہے۔ اگر اس کا دایاں ہاتھ قطع کیا گیا ہو یا اس کی مسبحہ انگلی تو بائیں پر اشارہ کرنا مکروہ ہے کراہت کی وجہ اس کی سنت کا فوت ہونا ہے۔ اس لیے کہ اس میں اپنے محل میں سنت ترک کرتا ہے برائے غیر محل میں سنت ادا کرنے کے لیے۔ جیسا کہ حاجی پہلے تین چکروں میں رمل چھوڑ کر آخری چکروں رمل کریں اہ۔ (اس کا یہ قول کہ اس کا اٹھانا دائم رکھے) یعنی قیام یا سلام پھیرنے تک اگر کہے کہ جس مقصد کے لیے انگلی اٹھائی گئی تھی وہ یقینا گزرا تو اس کا اٹھانا کس طرح باقی رہا۔ میں جواباً کہتا ہوں کہ میں اس کا ختم ہونا نہیں مانتا کیوں کہ اواخر اور غایات پر دارومدار ہی ہے اس وجہ سے اس سے اس کا حاضر رہنا مطلوب ہوا کہ وہ توحید اور اخلاص اس میں باقی ہو یہاں تک کہ اس کی نماز کے آخر کے ساتھ متصل رہے کہ اس کا خاتمہ مکمل حالات پر ہو جائے۔ اور مسبحہ کو اشارہ کے لیے مختص ہونے کی حکمت یہ ہے کہ دل کار گوں کے ساتھ اس کا متصل ہونا ہے تو گویا کہ یہ اس کے حضور کا سبب ہے۔ اور درمیانی انگلی جو ہے تو کہا گیا ہے کہ اس کا ذکر کے رگوں کے ساتھ متصل ہونا ہے اس لیے پاک نفوس اس پر اشارہ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ (اس کا یہ کہنا کہ اس کو متحرک نہ رکھیں) تو اگر آپ کہیں کہ اس کو متحرک رکھنا بھی حدیث شریف میں آیا ہے) تو کس وجہ سے آپ نے منفی حدیث کو مثبت سے مقدم کیا اور مثبت پر عمل نہیں کیا اور قاعدہ کو نہیں مانا۔ میں جواباً کہتا ہوں کہ خلاف قاعدہ حدیث نافی کو اس وجہ سے مقدم کر کے معمول کیا گیا اور مثبت پر عمل نہیں کیا گیا کہ ان کے ہاں ثابت ہوا تھا اس بارے میں کہ نماز میں مطلوب عدم حرکت ہے تو یقینا کہا گیا ہے کہ جب اس کو قصداً اس کے باوجود کہ اپنے نماز مطلب سے عالم تھا تو ہلانا مکروہ ہے ہمارے مذہب میں اور مالکیہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور سم کی عبارت میں ہے کہ اٹھانے کے وقت اس کو تحریک نہ دے

تابعداری کرنے کے لیے اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے بلکہ اس کی تحریک مکروہ ہے اور اس پر نماز باطل نہیں اور یہ بھی کہا گیاہے کہ تحریک حرام ہے اور اس پر نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیاہے کہ تابعداری کی وجہ سے سنت ہے اس کو بیہقی نے روایت کیاہے اور اس کی تصحیح کی ہے فرمایا کہ احتمال یہ ہے کہ تحریک سے مراد اس کی خبر میں انگلی اٹھاناہے نہ کہ تکرار تحریک اھ۔ اس کی تائید کرتے ہیں کہ اس میں دونوں احادیث کو جمع کرناہے یہ اس کی تائید کرتا ہے۔ نماز میں اعضاء کا سکون اور خشوع مطلوب ہونے کے وجہ عدم تحریک نماز کے ساتھ زیادہ مناسب ہے جس کی تحریک یقیناً ختم کرتا ہے یا کمزور کرتا ہے۔

اور یہ بات جان لو کہ انگشت مسبحہ اٹھانا اس جگہ کے ساتھ خاص ہے اس پر اس کے علاوہ قیاس نہیں کیا جاسکتا تو جو وضو کے بعد یا جنازہ دیکھنے کے وقت کرتا ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس کو ہمارے شیخ نے حضرت ابن حجر کے فتاویٰ سے ثابت کیا ہے اھ۔ رحمانی (اس کا یہ قول کہ اگر اس کو گھمایا) اگر چہ تین بار ہو اس لیے کہ یہ اندام نہیں اور اس لیے کہ خفیف فعل ہے اور بات اس میں ہے کہ ہتھیلی کو حرکت نہ دی ہو ورنہ تین دفعہ مسلسل قصداً علم کے باوجود تحریک سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ جیسے ہاتھ کے گٹے کو ہتھیلی کی انگلیوں سمیت قطع ہوئے ہلالے۔ سم رحمانی:

حاصل کلام یہ ہے کہ انگلی ہلانے میں تین اقوال ہیں ایک قول کراہت کے ساتھ ہے اور دو قول اور ہیں ان میں سے ایک حرمت کے ساتھ جس سے نماز بھی باطل ہو جاتی ہے اور تیسرا قول ندب کے ساتھ ہے۔ (حسب قاعدہ ترجیح حرمت کے لیے ہے) (اسکا یہ قول یا ان دونوں سے حلقہ بنائیں) یعنی ان دونوں کے درمیان میں حلقہ واقع ہو جائے یعنی درمیانی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان یعنی ان دونوں کو حلقہ کریں تو ظاہر یہ ہے کہ لفظ زائد ہے اس لیے کہ اس کا کوئی معنی ظاہر نہیں ہوتا، اھ۔

شیخنا (اس کا یہ قول لیکن جو ذکر ہوا) یعنی پہلے اور اس کا یہ قول کہ الافضل الخ حاشیہ بجیرمی تحفۃ الحبیب جلد ۲ صفحہ ۶۴ و ۶۵ مطبوعہ مصر: ۱۹۵۰م ۱۳۷۰ھ اور علامہ ابن حجر المکی الہیتمی اپنے فتاوی الفتاویٰ الکبریٰ الفقھیہ میں تحریر فرماہیں (اور سوال کیا گیا) اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے فائدہ عطا فرمائے اس سے کہ اگر تشہد میں الا اللہ کہنے کے وقت مسبحہ اٹھایا جائے تو آیا یہ اٹھانا نماز کے اختتام تک مستحب ہو گا؟ یا نہیں اور یقیناً شیخ زکریا سے منقول ہے کہ آپ نے شرح روض المقدسی میں ذکر کیاہے کہ جب تشہد میں الا اللہ کہنے کے وقت مسبحہ اٹھایا تو اٹھایا ہوا رہنے دے اور نیچے نہ رکھے۔ اور جرجری نے شرح ارشاد میں فرمایا کہ اس حالت کو واپس کرے جس پر تھا اور مسئلہ میں تصریح موجود نہیں کہ عمل کے لیے مقدسی کا قول بہتر ہے یا نہیں (توجواب دیا) اپنے اس قول سے کہ نصر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول معتمد علیہ ہے اور شرح عباب کی عبارت اس طرح ہے کہ شیخ نصر مقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کافیہ میں فرمایا کہ یہ اس کو کھڑا ہوا رہنے دے اور نیچے نہ رکھے اور اسکو حرکت نہ دے یعنی نہ کرے، اھ۔

اور یہ سلام تک اٹھا ہوا باقی رہنا ظاہر ہے اور یہ متاخرین میں سے ایک جماعت کا قول ہے ہم نے اس بارے میں نقل نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہے کہ اس کو واپس کرے یہ منقول سے مخالف بحث ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا۔ اگر چہ مصنف اس کے پیچھے اپنے اس بات پر درپے ہوا۔ اور اس میں نظر ہے انتہت جلد ا صفحہ ۱۴۶ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ (تا صفحہ ۱۲۹ کے آخر تک)

کتاب الام کا 59 پر عبارت بار بار ملاحظہ کریں محدث ابو العباس محمد بن یعقوب النیسابوری متوفی سن ۳۴۶ھ نے فرمایا اخبرنا الربیع بن سلیمان المتوفی سن ۲۷۰ھ نے فرمایا **اخبرنا الشافعی** علیہ الرحمۃ: کتاب الام دار الحدیث قاھرہ ص ۳۸۴ پر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول منقولہ میں ہے **وقبض اصابع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی الا المسبحۃ والابہام واشار بالمسبحۃ** (مجھے یہ پسند ہے) کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں بغیر مسبحہ اور انگوٹھے بند کرے اور مسبحہ پر اشارہ کرے۔ موجودہ عبارت میں نہ انگلی کا اٹھانا مذکور ہے اور نہ اٹھانے کا مقام کا ذکر ہے اور نہ یہ کہ اٹھا جاری رکھیں یا نہ رکھیں اور نہ یہ تصریح ہے کہ یہ اشارہ کسی کے سلام کے جواب کے لیے کرے نہ کہ یہ اشارہ وحدانیت کے لیے ہے اور نہ یہ کہ یہ دعاء تضرع والا اشارہ ہے جو کہ پہلے نماز کی آخری دعا کے وقت ہوتا تھا پھر نماز میں منسوخ ہوا اور نماز کے بغیر اب بھی وہ ایک مسنون طریقہ ہے اور دعا میں نماز کے آخر میں یہ رفع امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جامع جلد ۲ میں ذکر کیا ہے تو جب یہ احتمال ہے کہ امام شافعیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد دعاء تضرع کے لیے اشارہ کرنا ہے تو اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب یہ احتمال موجود ہے اس لیے اس پر اشارہ توحید کے لیے استدلال باطل ہوا۔

باقی آپ کو خطیب، شرح خطیب اور حاشیہ خطیب اور فتاویٰ کبریٰ ابن حجر سے معلوم ہو گیا کہ جس طرح احناف قائل اشارہ کی آراء مختلف ہیں اس طرح شوافع بھی دونوں فریق کا قول پانچ بار اس حکم خداوندی کہ پھر اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیجئے اور اپنے چہروں کو اس کی طرف کیا کرو۔ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۴۴ و آیت نمبر ۱۴۹ اور آیت نمبر ۱۵۰ ملاحظہ ہو اس طرح آیت نمبر ۲۳۸ بقرۃ اور سورۃ النساء آیت نمبر ۷۷ اور سورۃ المؤمنون آیت نمبر ۱ و ۲ جس کی مختصر تحقیق گزری ہے اور اس طرح احادیث قولی جس میں اسکنوا اور خشوع کے بارے میں کتب احادیث سے مذکور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشارہ برائے توحید کے لیے کوئی دلیل قرآن اور حدیث میں واضح طور پر مذکور نہیں جس سے مذکورہ آیات اور احادیث قولی منسوخ ہو مثبتین اشارہ برائے توحید احناف اور شوافع کی آراء مختلف ہیں جیسا کہ مذکور ہوا۔

قیاس دو قسم پر ہے ایک یہ کہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ یا اجماع امت سے مستنبط ہو یعنی مثبت دلائل یہ تین دلائل ہیں اور قیاس مظہر ہے مگر مثبت نہیں۔ **کما فی کتب فقہ و اصول فقہ۔**

دوسرا وہ قیاس جو ان اصولوں سے مستنبط نہ ہو یا اس کے مقابل ہو وہ حجت شرعی نہیں اس کے لیے ملاحظہ سنن ابن ماجہ جلد ا صفحہ ۶ مطبع نور محمد کراچی باب اجتناب الرای والقیاس اور اس کا شرح انجاح الحاجۃ شیخ عبد الغنی المجددی الدھلوی المدنی المتوفی ۱۲۹۵ھ۔

ارشاد ربانی ہے: (وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ) پارہ نمبر ۱۸ سورۃ المؤمنون آیت نمبر ۷۱ معارف القرآن میں خلاصہ و تفسیر ہے اور (بغرض محال) اگر (ایسا امر واقع ہو جاتا) اور دین حق اُن کے خیالات کے تابع اور موافق ہو جاتا تو (تمام عالم میں کفر و شرک پھیل جاتا اور اس کا اثر یہ ہوتا کہ حق تعالیٰ کا غضب تمام عالم پر متوجہ ہو جاتا اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ) تمام آسمان اور زمین اور جو ان میں (آباد) ہیں سب تباہ ہو جاتے۔ بلکہ (اس سے بڑھ کر دوسرا عیب اور بھی ہے کہ حق کا اتباع جو انہیں کے نفع کا سامان ہے اُس سے دور بھاگتے ہیں بس) ہم نے اُن کے پاس اُن کی نصیحت (اور نفع) کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں۔ معارف القرآن جلد ۶ صفحہ نمبر ۳۲۰ و ۳۲۱ خاتمۃ المحققین و عمدۃ الائمۃ المدققین الشیخ سلیمان البجیرمی نے جلد ۲ صفحہ ۶۴ مثبت کے برعکس نافی پر عمل کرنے کے لیے لکھا ہے میں کہتا ہوں کہ مثبت کے مقابلہ نافی مقدم عکس قاعدہ اس لیے کیا ہے کہ اس بارے میں ان کے ہاں دلیل قائم اور موجود ہے اور وہ یہ کہ مطلوب نماز میں عدم حرکت ہے۔ آگے جا کر لکھتا ہے کہ عدم تحریک نماز سے زیادہ مناسب ہے مطلوب نماز میں سکون الاعضاء اور خشوع ہے تحریک اس (خشوع و سکون) کو ختم کرتا ہے یا کمزور کرتا ہے۔

یہ قاعدہ کہ مثبت نافی پر مقدم ہے جیسا کہ شوافع کے ہاں مقبول ہے اس طرح احناف وغیرہ کے ہاں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۱۴۹ حاشیہ ۷ قدیمی کراچی بحوالہ قسطلانی بخاری جلد ا صفحہ ۲۱۸ حاشیہ ۵ بحوالہ قسطلانی قدیمی کراچی و عینی جلد ا صفحہ ۳۲۰ باب اذا شہد شاہد او شہود الخ بمعہ حاشیہ ۲ اور فرمایا کہ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے بغیر اس کے جو شاذ ہو بحوالہ فتح الباری۔ اور تبنسیق النظام فی مسند الامام لعلامۃ المتاخرین الشیخ المحدث الفقیہ محمد حسن السنبلی المتوفی ۱۳۰۵ھ مقدمہ صفحہ ۱۱ مسند صفحہ ۳۴ حاشیہ ۵ و صفحہ ۵۳ و صفحہ ۹۹ حاشیہ نمبر ۲ اور مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ امدادیہ ملتان اور ایضاً جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ اور نور الانوار صفحہ ۱۹۷ بحث التعارض، تفسیر بیان القرآن صفحہ ۶۰۱ تاج کمپنی لاہور کبیری ۵۰۵ جس کے حاشیہ پر صغیری ہے اور عرف شذی مکتبہ رحیمیہ دیوبند ۴۳ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۲۳ صفحہ ۲۹۶ اور فتاویٰ شامی جلد ا صفحہ ۴۸ اور فیض الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۱ شامی جلد ۲ صفحہ ۱۴۵ اور تفسیر روح المعانی جلد ا صفحہ ۱۴۵ اور جلد ۷ صفحہ ۱۵۹ اور جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۶ اور ہدایہ جلد ا صفحہ ۱۵۹ بحر الرائق جلد ا صفحہ ۱۱۹ فتح القدیر جلد ا صفحہ ۳۸۹ وغیرہ اس قاعدے کو چھوڑ کر آپ نے جب

حدیث یحر کہا پر عمل کے بجائے اس حدیث کو لے لیا جس میں ہے لایحر کہا۔ پھر بھی جب آپ نے مسبحہ کو اٹھایا تو نماز میں مطلوب عدم حرکت اور سکون اعضاء اور خشوع ہے تو اس سے بھی وہ ختم یا کمزور ضرور ہوا۔ اور اپنے پاؤں کو اپنے کلہاڑے سے مارا۔ کیوں کہ در حقیقت اشارہ میں دائیں ہاتھ کی ساری انگلیاں حرکت کرتی ہیں اور اگر صرف ایک انگلی بھی آپ اٹھائیں گے تو سکون اعضاء اور خشوع اور نماز میں شغل والی ساری احادیث کا خلاف قرآنی مذکورہ آیاتوں کے ساتھ آپ سے صادر ہوا۔

صاحب مشکوٰۃ نے بروایت وائل بن حجر بحوالہ ابو داؤد والدارمی یہ حدیث بیان کی ہے جس میں ہے ثم رفع اصبعه فرایته یحر کھا ید عوبھا اور ساتھ ہی بروایت عبد اللہ بن زبیر بحوالہ ابو داؤد والنسائی یہ حدیث بیان کی ہے جس میں ہے یشیر باصبعه اذا دعا ولایحر کہا الفصل الثانی صفحہ ۸۵ صاحب کتاب نے جو طرز بیان کی ہے اس کے لیے کوئی قاعدہ اپنے مذہب کا بیان نہیں کیا۔

اور تعارض کے وقت کتب شافعیہ میں جو قاعدہ مذکور ہے کہ تعارض کی صورت میں پہلا تطبیق ہے اور تطبیق تو یہاں ممکن نظر نہیں آتا پھر ترجیح ہے اس کے لیے بھی کوئی وجہ موجود نہیں پھر نسخ ہے تاریخ معلوم نہ ہونے کی وجہ ایک کی بھی منسوخ ہونے کی دلیل نہیں پھر تساقط ہے تو صاحب حاشیہ نے اس قاعدہ کا بھی خلاف کیا۔ اور اگر تھوڑی دیر کے لیے مانا جائے کہ اس طرح اشارہ میں صرف ایک انگلی ساکن نہ رہی تو پھر بھی اس سے لازم آیا کہ دونوں ہاتھ ساکن نہ رہے جیسا کہ گزرا ہے اس طرح یہ معلوم مشہور بات اور ذی علم پر مخفی نہیں کہ انتفاء الکل بانتفاء الجزء کہ جزء کے انتفاء سے کل منتفی ہوتا ہے بلا خلاف اہل علم میں ملاحظہ ہو درر المنتقی جلد ۴ صفحہ ۱۹۸ ذیل مجمع الانہر مکتبہ غفاریہ کوئٹہ

لان استعمال الجزء کالکل فصل فی اللبس قبیل فصل فی بیان احکام النظر فی ذیل مجمع الانهر۔

یعنی جزء کا استعمال ایسا ہے جیسے کل کا استعمال۔

اور عنایہ شرح ہدایہ بر فتح القدیر مطبع نوریہ سکھر جلد ا صفحہ ۸۸ **انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل۔** یعنی جب جزء ساکن نہ ہوا تو کل ساکن نہ ہوا۔ **لان انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل فی نفس الامر ضرورتاً لان ای جزء کان متی زال لم یبق الکل من حیث هو کل اه حاشیة العطار علی شرح الجلال المحلی باب المجاز جلد ۱ صفحہ ۴۱۸** اور **انتفاء الجزء یوجب انتفاء الکل: بیان المختصر شرح مختصر ابن حاجب باب کون اللفظ قبل الاستعمال حقیقتاً او مجازاً جلد ۱ صفحہ ۲۰۰** اور **الابهاج فی شرح المنهاج باب المسئلة الاولیٰ متی یوجد المشروط جلد ۲ صفحہ ۱۵۹** اور **دستور العلماء جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون جلد ۳ صفحہ ۱۰۲** اور **التحبیر شرح التحریر جلد ۱ صفحہ ۴۴۱** وغیرہ وغیرہ۔

نہایت حیران کن بات ہے کہ قرآنی ارشادات کو نظر انداز کر کے قولی احادیث ناسخہ نظر انداز کر کے اور فعلی حالت نماز میں منسوخ شدہ احادیث اس کے باوجود کہ اثبات توحید کے لیے نہیں بلکہ در حقیقت دعاء کا ایک قسم ہے ان کے اصل سے غیر

جانب جاکر ان سے اشارہ توحید ثابت کرنا بعید از عقل و نقل ہے حدیث نمبر ا میں یہ الفاظ یحر کہا **یدع بها** اور دوسرے میں **یشیر باصبعه اذا دعا۔**

یعنی نسخ سے پہلے تشہد میں دعا کے وقت انگلی اٹھانا۔ جو بعد میں منسوخ ہوا نماز میں۔

ناظرین کرام کو عرض ہے کہ آیئے مدعی اشارۂ توحید سے اس کا جواب سنئے۔

ایک اہم اور ضروری بات:

و عن ابن عمر قال قلت لبلال کیف کان النبی ﷺ یرد علیهم حین کانوا یسلمون علیه و هو فی الصلوٰة قال کان یشیر بیده رواه الترمذی و فی روایت النسائی نحوه و عوض بلال صحیب۔

ترجمہ: اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ جب سرور کونین ﷺ حالت نماز میں ہوتے تھے اور اس وقت کوئی آپ ﷺ کو سلام کرتا تھا تو آپ ﷺ جواب کس طرح دیتے تھے؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے اشارہ کر دیا کرتے تھے (ترمذی)۔ اور نسائی میں ایک روایت بجائے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھی طرح منقول ہے۔ (یعنی ترمذی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سوال کیا اور نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا تھا۔)[1]

علامہ ملا علی قاری نوراللہ مرقدہ کی گواہی:

فی الخلاصة أن فی الرد بالرأس او لید تفسد صلاته (کما فی بزازی مر بیانه) کذا نقله البرجندی و فی شرح منیه یکره أن یرد المصلی السلام بالاشارة بیده أو رأسه فتعین حمل الحدیث علی ما قبل نسخ الکلام فان الاشارة فی معناه۔[2]

یعنی خلاصہ اور برجندی نے ذکر کیا ہے کہ ہاتھ یا سر کے اشارہ سے نماز فاسد ہوتی ہے اور منیہ کی شرح میں ہے کہ نمازی کے لیے نماز میں سلام کا رد ہاتھ یا سر سے مکروہ ہے۔ اس لیے حدیث کو اس پر حمل کرنا کہ یہ اس وقت کی بات ہے کہ نماز میں کلام منسوخ نہیں ہوا تھا یعنی نسخ کلام نماز میں سے پہلی حالت پر محمول کرنا لازمی ہے کیوں کہ اشارہ کرنا بھی کلام ہی کے معنی میں ہے۔ مظاہر الحق میں محمد قطب الدین محی الدین احراری دیوبندی لکھتے ہیں اور خلاصے میں ہے کہ سر یا ہاتھ سے اگر جواب سلام دے تو نماز فاسد ہوتی ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ مکروہ ہے یہ کہ جواب سلام کا دے مصلی ساتھ اشارے ہاتھ کے یا سر

---

[1] (مشکوٰۃ صفحہ ۹۱ فصل الثانی اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۱۱ امدادیہ ملتان)

[2] (مرقاۃ جلد ۳ صفحہ ۱۱)

کے پس اس حدیث کو حمل اس پر کریں گے کہ یہ اشارے سے جواب دینا پہلے نسخ ہونے کلام سے نماز میں تھاجب کلام کرنا نماز میں منسوخ ہوا تو جواب دینا زبان سے اور اشارے سے بھی منع ہوا اس لیے کہ اشارہ بھی پیچ معنی کلام کے ہے۔

مظاہر الحق جلد ا صفحہ ۳۳۱ سعید کمپنی کراچی مظاہر حق جدید میں مولانا عبد اللہ جاوید غازی پوری (فاضل دیوبند) تحریر نے لکھاہے:

خلاصہ میں لکھاہے کہ اگر کوئی شخص سر یا ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دے گا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی (اس کے بر عکس مرقاۃ اور اصل مظاہر الحق کی عبارت آپ کے سامنے ہے کہ نماز اس کی فاسد ہوتی ہے) خلاصۃ الفتاوی لعلامہ فقیہ الامجد احمد بن عبد الرشید البخاری المجتہد جلد ا صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ منشی نور لکشور لکھنو کا عبارت ملاحظہ ہو۔

وفي الفتاوى ولو سلم على انسان اورد السلام تفسد صلاته۔

یعنی نمازی نے اگر سلام کیا یا جواب سلام دیا دونوں صورتوں میں اس کی نماز فاسد ہوتی ہے۔

آگے مظاہر الحق جدید صاحب تحریر فرماہیں صحیح اور مفتی بہ قول جو شرح منیہ اور شامی وغیرہ میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ نمازی کو کسی کے سلام کا جواب ہاتھ یا سر کے اشارہ سے دینا مکروہ تنزیہی ہے لہٰذا اب اس حدیث کی توجیہ یہ کی جائے گی کہ آنحضرت ﷺ حالت نماز میں سلام کا جواب ہاتھ کے اشارہ سے اس وقت دیا کرتے تھے جب نماز میں بات چیت ممنوع نہیں قرار دی گئی تھی جب نماز میں کسی قسم کی کوئی بھی گفتگو ممنوع قرار دے دی گئی تو سلام کا جواب بھی زبان یا اشارہ سے دینا منسوخ ہو گیا کیوں کہ اشارہ کرنا بھی ایک طرح کلام ہی کے معنی میں ہے، انتہی۔[1]

اور مولانا عبد اللہ جاوید کا بحوالہ شرح منیہ کہ سلام کا جواب ہاتھ یا سر کے اشارہ سے دینا مکروہ تنزیہی ہے۔

یہ بھی صحیح نہیں شرح منیہ صغیری اور کبیری دونوں کی عبارت میں تنزیہی کی قید مذکور نہیں بلکہ اصل عبارت ایسی ہے:

ویکرہ ایضاً ان یرد المصلی السلام بالاشارۃ بیدہ او رأسہ لانہ جواب معنی کبیری مع صغیری طبع فی العزیزی لاھور ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ م (قاعدہ مسلمہ عند الفقہاء یہ ہے کہ اس طرح عبارت سے مکروہ تحریمی مراد ہوتی ہے۔)

اور شامی مصری میں ہے:

ولا یرد بالاشارۃ فانہ مفسد کذا فی الحلیۃ لابن أمیر حاج الحلبی۔[2]

وکرہ رد السلام بیدہ۔[3]

---

[1] (مظاہر الحق جدید جلد ا صفحہ ۶۴۰ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

[2] (شامی جلد ا صفحہ ۴۵۵ مصری)

[3] (ملتقی الابحر صفحہ ۶۵ وفی شرحہ مجمع الانہر ۱۸۶)

وفی المجمع خلافه لانه قال: او رد السلام بلسانه او یده فسدت۔ وفی در المنتقی تحت الخط (یکرہ رد السلام بیدہ) او برأسه۔[1]

اور نور الایضاح میں ہے:

یکرہ للمصلی سبعة وسبعون شیاء (وعدمنه) ورد السلام بالاشارۃ۔

اور اس کے شرح میں ہے:

(ورد السلام بالاشارۃ) لانه سلام معنی۔[2]

تبصرہ مختصراً:

یہاں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ بابت اشارہ نماز میں خود ہی اس کا کھلے اور صاف الفاظ میں تردید کرتے ہوئے صاحب خلاصہ کیدانی کی تصدیق کردی فارسی میں مقولہ ہے کہ ازماست کہ برماست قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی کلہاڑے سے اپنے پاؤں کاٹ دیئے۔

اس مسئلہ میں قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرنے والے خود سوچ لیں کہ وہ مذہب حنفی چھوڑ کر کدھر گئے۔ **الحمدللہ حمداً کثیرا بعدد معلومات اللہ تعالیٰ دائماً بدوام ملک اللہ تعالیٰ۔** کہ مخالفت کرنے والے کے قلم سے بھی مذہب حنفی کی تائید ہوئی مقولہ ہے کہ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ حضرات شوافع کا مختصر حال آپ نے دیکھا کہ اپنے ہی امام سے مخالفت کرتے ہوئے التحیات میں اشارہ برائے توحید کے قائل ہوئے جس کی تصریح ان کو اپنے امام ہی سے بھی نہیں ملی ہے صرف اور صرف اپنے قیاسات کے تابع ہوئے ہیں۔ اور قیاس بھی قیاس شرعی مستنبط از قرآن پاک یا حدیث پاک یا اجماع سے نہیں جس کا حکم ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۶ پر ملاحظہ ہو اور قیاس شرعی بھی مظہر ہے مگر مثبت نہیں۔ جیسا کہ یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں۔ اس کے برعکس جیسا کہ گزرا مذہب حنفی پانچ آیات قرآنی سات الٰہی حکموں پر مشتمل اور احادیث صحیحہ قولی ناسخہ جس میں حکم اسکنوا موجود ہے اور احادیث خشوع اور احادیث فی الصلوٰۃ شغل کو چھوڑ کر بعض شوافع کے مقلد ہوئے جو کہ وہ احادیث فعلیہ منسوخہ جو در حقیقت اس اشارہ کے متعلق نہیں بلکہ رد سلام اور دعاء اخلاص کے بارے میں ہے یہ نہایت تعجب کی بات ہے اور بعض حضرات نافین اشارہ کو شوافع کے دلائل ان کے کتب سے پیش کرتے ہیں۔

---

[1] (مجمع، جلد ۱ صفحہ ۱۸۶)

[2] (مراقی الفلاح صفحہ ۱۷ میر محمد کراچی اور ھدایۃ ولا اعتبار لاتباع الحلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ)

یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں کہ مذہب حنفی اور مذہب شافعی میں کئی مسائل ہیں جن میں دونوں مذاہب کا اختلاف ہے مثال کے طور پر مذہب شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ میں متروک تسمیہ عمداً مذبوحہ حلال ہے اور مذہب حنفی میں قصداً متروک التسمیہ مذبوحہ حرام ہے تو جو شخص احناف کو شوافع کے دلائل اس مسئلہ کے بیان کرے گا تو یہ دلیل ہے کہ یہ شخص دعویٰ حنفیت میں صادق نہیں اور مذہب حنفی اس کی نظر میں صحیح نہیں۔ بلکہ جس چیز اور عمل سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار منع کیا ہے اور اس کی مذمت بیان کی آج کل عوام تو عوام ہے مگر خواص نے بھی وہ طریقہ اپنایا ہے۔

ارشاد ربانی جل واعلیٰ ہے:

(۱) فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (النساء ۱۳۵)

ترجمہ: تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

(۲) وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ (انعام ۱۱۹)

ترجمہ: اور بہت لوگ بہکاتے ہیں اپنے خیالات پر بغیر تحقیق، تیرا رب ہی خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو۔

(۳) وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ (ص ۲۶)

ترجمہ: اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دے گی بے شک وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے۔

(۴) أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا (الفرقان ۱۹)

ترجمہ: کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لوگے۔

(۵) أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا (الفرقان ۴۴)

ترجمہ: یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ۔

(۶) فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (القصص ۵۰)

ترجمہ: پھر اگر وہ تمہارا فرمان قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم لوگوں کو۔

(۷) بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ (روم ۲۹)

ترجمہ: بلکہ ظالم اپنی خواہشوں کے پیچھے ہو لئے بے جانے تو اسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

ہواپرست ظاہراً سنتے ہیں مگر دل سے نہیں:

(۸) أُولَئِکَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ (محمد ۱۶)

ترجمہ: یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کردی اور اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے۔

(۹) ھواپرست آیتوں سے اعراض کرنے اور اپنے ہوائے نفسانی کے تابع ہیں۔

وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ (القمر ۳)

ترجمہ: اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے۔

اہل ہویٰ گمراہ ہیں:

(۱۰) أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (الجاثیہ ۲۳)

ترجمہ: بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں رکھتے۔

مذمت متبعین ہوا:

(۱۱) أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ (محمد ۱۴)

ترجمہ: تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر اس جیسا ہو گا جس کے برے عمل اسے بھلے دکھائے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے۔

اہل ہواء کی تابعداری جائز نہیں:

(۱۲) ثُمَّ جَعَلْنَاکَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الجاثیۃ ۱۸)

ترجمہ: پھر ہم نے اس کام عمدہ راستہ پر تمہیں کیا تو اسی راہ پر چلو اور نادانوں کی خواہش کا ساتھ نہ دو۔

اپنے آپ کو ہوائے نفسانی سے منع کرنے والوں کا مقام و مرتبہ:

(۱۳) وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى (۴۰) فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى (النازعات ۴۱)

ترجمہ: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشوں سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہے۔

اہل ہویٰ کی متابعت سے پرہیز کرو:

(۱۴) وَلَاتُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (الکھف ۲۸)

ترجمہ: اوراس کا کہانہ مانو جس کادل ہم نے اپنی یادسے غافل کردیااوروہ اپنی خواہش کے پیچھے چلااوراس کاکام حدسے گزرگیا۔

اہل ہوا کی تابعداری ہلاکت کا باعث ہے:

(۱۵) فَلَايَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَايُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَى (طٰہٰ ۱۶)

ترجمہ: توہرگز تجھے اس کے ماننے سے وہ بازنہ رکھے جواس پرایمان نہیں لاتااوراپنی خواہش کے پیچھے چلاتوہلاک ہوجائے۔

گمراہ پرستوں کے اہویٰ کا تابع نہ ہونا:

(۱۶) وَلَاتَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ (المائدہ ۷۷)

ترجمہ: اورایسے لوگوں کی خواہش پرنہ چلوجوپہلے گمراہ ہوچکے اوربہتوں کوگمراہ اورسیدھے راہ سے بہک گئے۔

اہل تکذیب کی ہویٰ کا تابع نہ ہونا:

(۱۷) وَلَاتَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا (الانعام ۱۵۰)

ترجمہ: اوران کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلناجوہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں۔

اہل ہویٰ کی متابعت سبب ضلالت:

(۱۸) قُلْ لَاأَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَاأَنَامِنَ الْمُهْتَدِينَ (الانعام ۵۶)

ترجمہ: تم فرماؤمیں تمہاری خواہشوں پرنہیں چلتاہوں یوں تومیں بہک جاؤں اورراہ پرنہ رہوں۔

اہل ہویٰ کی تابعداری ممنوع شرعاًاور مضر فی نفسہ ہے:

(۱۹) وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَالَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَانَصِيرٍ (البقرۃ ۱۲۰)

ترجمہ: اوراگرتوان کی خواہشوں کاپیروہوااس کے بعدکہ تجھے علم آچکاتواللہ سے تیراکوئی بچانے والانہ ہوگانہ مددگار۔

اہل ہوا کی تابعداری انسان کو ظالم بناتی ہے:

(۲۰) وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِمَاجَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًالَمِنَ الظَّالِمِينَ (البقرۃ ۱۴۵)

ترجمہ: اوراگرتوان کی خواہشوں پرچلابعداس کے کہ تجھے علم مل چکاتواس وقت توضرورستمگرہوگا۔

اور تفسیر مظہری سے تبصرہ سن لیجئے:

والمقصود من الاية نهى الامة وتهديدهم عن اتباع الأهواء على خلاف العلم الذي جاء من الله تعالى بأبلغ الوجوه حيث أورد الله سبحانه الشرط مؤكدا بالقسم المقدر واللام الموطئة وتعليق الفعل بكلمة ان فانه يدل على انه ایّ جزء يوجد من الاتباع فهو ظلم- والخطاب الى النبي صلى الله عليه وسلم مع كونه حبيبا لله تعالى فغيره اولى بالتهديد- والتفصيل بعد الإجمال في قوله ما جاءک من العلم- وتعظيم العلم بذكره معرفا باللام والجزاء بانّ المؤكدة- واللام في خبرها- والجملة الاسمية- والتعبير بإذن- وكلمة من فان قولک زيد من العلماء ابلغ من قولک زيد عالم- وتعريف الظالم المستلزم لنسبة كمال الظلم اليه لان المطلق محمول على الكامل- وتعميم الظلم حيث حذف متعلقة۔

ترجمہ: اس آیت سے امت کو تہدید اور تادیب مقصود ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے خلاف اہل کتاب کی خواہشوں کا اتباع کریں اور تہدید بھی نہایت مبالغہ کی اور مبالغہ بھی بہت سی وجوہ سے چناںچہ اول قسم مقدر سے اس مضمون کو مؤکد فرمایا دوسرے لام تمہید قسم کا لائے، تیسرے فعل کو ان (اگر) کے ساتھ معلق کیا کیوں کہ یہ تعلق اس پر صاف دال ہے کہ اگر کچھ بھی اتباع پایا جائے گا تو یہ بھی ظلم ہی شمار ہوگا۔ چوتھے رسول ﷺ کو باوجود حبیب ہونے کے یہ خطاب فرمایا تو اس سے اوروں کو نہایت بلیغ دھمکی ہوگئی (جیسے کوئی حاکم اپنی رعایا کے سنانے کے لیے کسی اپنے مطیع و فرماں بردار سے کہے کہ دیکھو اگر تم بھی ایسا کروگے تو سزا پاؤگے) پانچویں مِنۡ بَعۡدِ مَا جَاءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ سے اس کی تفصیل اجمال ہے کہ اول ما موصولہ سے علم کو مجمل ذکر فرمایا مِنَ الۡعِلۡمِ سے اس کی تفصیل فرمادی ظاہر ہے کہ تفصیل بعد اجمال میں زور ہی ہوتا ہے۔ چھٹے علم کو معرف باللام ذکر فرمایا۔ ساتواں جزا کو ان اور لام تاکید اور جملہ اسمیہ سے مؤکد کیا (یہ درحقیقت نو ہوئے) آٹھواں کلمہ اذا (اس وقت) کہ یہ بھی مفید مبالغہ کو ہے لائے۔ نواں من تبعیضیا لائے کہ اس سے نہایت ہی مبالغہ ہوگیا کیوں کہ جملہ زید علماء میں سے ہے یہ بہ نسبت زید عالم ہے کہ زیادہ بلیغ ہے دسویں الظلمین کو معرفہ باللام لائے کہ کمال ظلم کو مقتضی ہے گیارھویں ظلم کو کسی قید سے مقید نہیں کیا اس سے فائدہ تعمیم کا ہوا اس وجہ سے کہ متعلقہ کو حذف کیا۔ ترجمہ از تفسیر مظہری مترجم از مولانا سید عبد الدام الجلالی مطبع دارالاشاعت کراچی (گیارہ جمع دو کل تیرہ وجوہات بنتی ہیں)۔[1]

اہل ہوا کی تابعداری حق سے پھیرنا ہے:

(۲۱) وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَاءَهُمۡ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الۡحَقِّ۔ پارہ ۶ المائدہ آیت نمبر ۴۸

ترجمہ: اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر۔

---

[1] (تفسیر مظہری جلد ۱ صفحہ ۱۴۵)

(۲۲) وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ، الخ (المائدة ۴۹)

ترجمہ: اور یہ کہ اے مسلمان! اللہ کے اتارے پر حکم کر اوران کی خواہشوں پر نہ چل اوران سے بچتارہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا۔

اہل ہویٰ کی تابعداری کرنے والا عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکے گا:

(۲۳) وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَمَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ (الرعد ۳۷)

ترجمہ: اے سننے والے! اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہو گا نہ بچانے والا۔

اہل ہوا کے بجائے حکم الٰہی کی متابعت ضروری اور لازمی ہے:

(۲۴) وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ (الشوریٰ ۱۵)

ترجمہ: اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم ہوا ہے اوران کی خواہشوں پر نہ چلو اور کہو کہ میں ایمان لایا جو کوئی کتاب اللہ نے اتاری۔

اس پر حضرت علامہ قاری صاحب کا اقرار اور شہادت بھی ملاحظہ ہو:

وَمَا ضَلَّ مَنْ ضَلَّ مِنَ الْكَفَرَةِ وَالْحُكَمَاءِ وَالْمُبْتَدَعَةِ وَأَهْلِ الْأَهْوَاءِ إِلَّا بِمُتَابَعَةِ الْعَقْلِ الخ۔

یعنی کفار، حکماء، مبتدعین اوراہل ہواء جو صرف عقل کی وجہ سے گمراہ ہوئے۔[1]

وہ یہ کہ جس اور جتنی احادیث کتب نے یہ احادیث نقل کی ہیں جس میں ہے:

قال (علیہ السلام) ان فی الصلوٰۃ لشغلاً۔

اور اس طرح وہ احادیث مبارکہ جس میں ہے:

فقال (ای رسول اللہ ﷺ) مالی اراکم رافعی ایدیکم کا نہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ صحیح بخاری وغیرہ اور اس طرح: باب ماجاء تحریم الکلام فی الصلوٰۃ و نسخ ما کان من اباحتہ (ثم قال ہذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیہا شئی من کلام الناس اھ مسلم وغیرہ باب الخشوع فی الصلوٰۃ ابن ماجہ وغیرہ اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری وغیرہ۔

اس کیلئے ناسخ بیان کرے تاکہ ہمارے علم میں اضافہ ہو جائے۔

[1] (مرقاۃ ج ۲ صفحہ ۸۵ قبیل باب التیمم امدادیہ ملتان)

سوال: اگر کوئی اس حدیث شریف کہ: مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس السکنوا فی الصلوٰۃ۔ کے جواب میں بطور انکار یا مذاق کہے کہ پھر رکوع اور سجدہ وغیرہ افعال نماز کو بغیر تحریک یدین کیسے ادا کریں گے تو اس شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب: (۱) اس سے یہ شخص اسلام سے خارج ہوا پھر جب کلمہ پڑھا تو مسلمان ہوا مگر تجدید نکاح اس کے لیے ضروری ہے ورنہ تادم حیات زناکار رہے گا۔

(۲) اگر بہ طور انکار اور یا مذاق نہ کہے تو پھر جواب وہ حدیث شریف ہے جس کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے۔

باب جاءفی الوتر برکعة میں حدیث نمبر ۲ اور اس پر حاشیہ نمبر ۵ میں ہے جب ابی مجلز نے حدیث منقولہ میں کہا:

قلت أرایت انه غلبتنی عینی أرایت ان نمت قال اجعل أرایت عند النجم الخ۔

انجاح نے اس پر لکھا ہے:

کان الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم یکرھون معارضة الحدیث حتی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نی ترک الکلام مع ابنه بلاله الخ لما فی حدث ابو هریرة بقوله ﷺ الوضوء مما غیرت النار و قاله ابن عباس انتوضاء من الحمیم فقال ابو هریرة یا ابن اخی اذا سمعت الحدیث من رسول اللہ ﷺ فلا تضرب له مثلاً و کذلک عمران بن حصین و غیرھم من الصحابۃ الخ۔ جلد ۱ صفحہ ۸۲ ابن ماجہ نور محمد کراچی و حدیث ابی هریرة ذکرہ ابن ماجه باب الضوء مما غیرت النار میں جلد ۱ ابن ماجة صفحہ ۳۷۔

اور احادیث صفحہ ۴۴ سے صفحہ ۴۸ تک مذکور ہے۔ اور یہ کہ انگلی اٹھانا اور دونوں ہاتھ اٹھانا ایک ہے یہ صفحہ ۵۹ سے ۶۱ تک مذکور ہے۔

(۳) وہ حرکتیں تو نماز میں فرائض ادا کرنے کے لیے اور یہ آپ بتائیے کہ تشہد میں یہ حرکت کون سے فرض ادا کرنے کے لیے ہے کہ اس کے بغیر وہ فرض ادا نہیں ہوتا؟ کیوں کہ نماز مرکب سے مقاصد اور وسائل سے اور اشارہ نماز میں نہ مقاصد سے ہے اور نہ وسائل سے ہے۔

یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وتر کی حدیث بیان کی تو ابی مجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بتائیے اگر مجھ پر نیند غالب ہوئی اور میں سو گیا تو تیسری رکعت کیسے ادا کروں گا تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ آپ اپنی یہ رائے آسمان کے ستارے میں رکھ دیں یعنی حدیث شریف سے آپکی رائے اتنی بعید اور دور ہے جتنا ستارہ، آپ کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں حدیث کے مقابلہ میں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ایک عام قاعدہ تھا کہ حدیث کے ساتھ مقابلہ مکروہ جانتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیٹے کے ساتھ اس پر باتیں بند کر دیں اور تا وفات ان کے ساتھ باتیں نہ

کی۔ اور حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا کہ اے بھتیجے! جب آپ حدیث سن لیں تو اس کے توڑ کے لیے مثالیں بیان نہ کریں اس طرح عمران بن حصین وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

شیخ محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی نے لکھا ہے:

اعلم ان فی تاریخ۔ دیابکر۔ أن رفع الیدین سنۃ ابراھیمیۃ۔ و جرہ الشافعیۃ الی مذھبھم و حملہ الحنفیۃ علی التحریمۃ و ھو عندی خارج عن موضع النزاع، لان ما ذکرہ من رفع یدیہ ھو الرفع فی الدعاء فنقلوہ الی الصلاۃ من عجلۃ تعتری المرء عند الظفر بالمقصود۔

فیض الباری جلد ۴ صفحہ ۳۳ میں آگے جا کر باب الشاۃ التی سمت الخ میں تحریر کیا ہے:

فکان یشیر عند دعائہ الی تجرید أیضاً و اعلم مر فی ھذا الحدیث ص ۳۴۵ جلد ۲ رفع یدیہ او اصبعہ۔۔۔ و فیہ فائدۃ مھمۃ ینبغی الاعتناء بھا، و ھی ان فیہ اشارۃ الی أن رفع الاصبع أیضا من صور الدعاء و لذا عدہ الشیخ ابن الھمام صورۃ من صورھا فجوزہ فی شدۃ البرد و عند الترمذی فی باب ما جاء فی کراھیۃ رفع الأیدی علی المنبر فی الدعاء أن بشر ابن مروان خطب۔ فرفع یدیہ فی الدعاء فقال عمارۃ قبح اللہ ھاتین الیدین القصیرتین، لقد رأیت رسول اللہ ﷺ و ما یزید علی أن یقول ھکذا و اشار ھیثم بالسبابۃ اھ و حملہ بعضھم علی أن الرفع کان للتفھیم علی ما عرفوہ من عادۃ الخطباء، و ذلک لعدم علمھم بکونہ صورۃ من صور الدعاء ایضاً لفقدان العمل، و انقطاع التعامل و الصواب عندی أنہ کان للدعاء کما بوب بہ الترمذی و کذلک عند البیھقی کیف! و فی الحدیث تصریح بأن الرفع کان للدعاء و لیحفظ قول الترمذی فان فیہ تصریحاً بذلک، اھ۔

ترجمہ: جان لو کہ تاریخ دیار بکر میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا سنت ابراہیمی ہے اس کو شافعیہ حضرات نے اپنی طرف یعنی اپنے مذہب کی طرف کھینچا ہے اور احناف نے کہا کہ تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا ہے اور یہ میرے نزدیک نزاع کے مقام و محل سے باہر ہے اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتا اس لیے کہ مذکورہ تاریخ نے جو ذکر کیا ہے ہاتھ اٹھانے کے بارے میں وہ صرف دعا میں ہاتھ اٹھانا ہے تو انہوں نے نماز میں منتقل کیا ہے کہ انسان اپنی مراد پانے میں اور گھیر لینے میں جلدی کرتے ہیں۔

تو اپنی دعاء کے وقت اشارہ کرتے تھے اس میں تجرید کے قاعدے کی طرف گئے ہیں جان لو کہ اس حدیث میں جلد ۲ صفحہ ۳۴۵ گزر گیا ہے کہ ہاتھ اٹھایا یا انگلی اور اس میں فائدہ مند مشن ہے اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انگلی اٹھانا بھی دعا کی صورتوں میں سے ہے یعنی یہ بھی دعا کی شکل ہے اس طرح علامہ ابن الھمام نے اس کو دعا کی اقسام میں شمار کیا ہے۔ کہ دعا کے اقسام میں سے ایک قسم ہے سردی کی زیادت کے وقت اس کو جائز قرار دیا ہے اور ترمذی باب ما جاء فی کراہیتہ رفع الأیدی علی المنبر فی الدعاء یعنی منبر پر دعا کرنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کی کراہیت میں ذکر کیا کہ بشر ابن مروان نے یقینا خطبہ دیا اور دعا میں ہاتھ اٹھایا تو عمارہ نے فرمایا کہ اللہ پاک ان کو تاہ ہاتھوں کو مونڈا کرے میں نے یقینا

حضور ﷺ کو دیکھا ہے اس پر اضافہ نہیں کہ اشارہ کریں اس طرح اور ہیثم نے مسبحہ پر اشارہ کیا۔ اور بعض نے اس کو تفہیم پر حمل کیا ہے کہ رفع سمجھانے کے لیے کیا تھا اس بنا پر کہ انہوں نے خطباء کی عادت کے مطابق یہ کہا اور یہ ان کے بے علمی کے وجہ سے ہے کہ ان کو یہ علم نہ تھا کہ یہ دعا کی اقسام میں سے ایک قسم بھی ہے عمل کے فقدان اور تعامل کے ختم ہونے کے وجہ سے اور میرے نزدیک صحیح اور حق یہ ہے کہ یہ دعا کے لیے تھا اور امام ترمذی نے اس کے لیے باب رکھ دیا ہے اور اس طرح بیہقی نے بھی۔ کیوں ایسا نہ ہو اور حدیث شریف میں اس پر تصریح موجود ہے کہ رفع ایدی دعا ہی کے لیے تھا۔ اور ترمذی کا لفظ یاد رکھو کیوں کہ اس میں اس کی تصریح موجود ہے، اھ۔[1]

مطلب: جس طرح شاہ صاحب نے تصریح کی اور مدلل وضاحت کی کہ یہ رفع دعا ہی کے لیے تھا جس طرح صحیح ابن حبان سے بھی یہ تصریح گزری ہے۔ اور **جوهر النقی فی ذیل سنن کبریٰ للبیهقی فی روایة له و اشار بالسبابة یدعوا فذکر الدعا دلیل علی انه ذلک کان فی آخر الصلوٰة فرد تاویل البیهقی بانه وارد فی التشهد، اه** اور ابن الهمام سے فتح القدیر میں اور مراقی الفلاح میں سے گزرا ہے کہ یہ نماز ہی میں منسوخ ہوا ہے۔

توضیح السنن میں عبد الحق حقانی نے ذکر کیا کہ امام طحاوی کا رجحان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ کلام فی الصلوٰۃ کے نسخ کے ساتھ رد سلام بالاشارہ بھی منسوخ ہو گیا۔[2]

یہی وجہ ہے کہ محققین احناف اس کو نماز میں حرام بتاتے ہیں۔

توجه الی القبلة: جس طرح کئی آیات میں حکم الٰہی نماز میں توجہ الی القبلۃ مذکورہ ہوا ہے یہ آیت مبارکہ بھی اس پر دال ہے۔

قوله تعالیٰ: وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ، الخ (الاعراف ۲۹)

قال غير واحد المعنى توجهوا الى الجهة التي أمركم الله تعالىٰ بالتوجه اليها في صلاتكم و هي جهة الكعبة، و الأمر على القولين للوجوب، اه۔

پہلا قول یہ ہے:

ای فی وقت کل سجود کما قال الجبائی او مکانه کما قال غیره فعند بمعنی فی و المسجد اسم زمان او مکان بالمعنی اللغوی الا۔[3]

---

[1] (فیض الباری شرح بخاری ۴ جلد ۱۴۳)

[2] (توضیح السنن صفحه ۲۶۵ مطبوع القاسم اکیڈمی)

[3] (روح المعانی جلد ۸ صفحه ۱۰۷ مطبوعه امدادیه ملتان)

یعنی اول قول کے مطابق جبائی معتزلی نے کہا کہ عند لفظ فی کے معنی پر ہے اور مسجد اسم زمان یعنی ہر سجدہ کے وقت۔ لفظ کل مضاف ہے مسجد نکرہ کو اور جب کل کی اضافت نکرہ کو ہو تو افراد کا احاطہ واجب کرتا ہے۔(غایۃ التحقیق وغیرہ) اور دیگر علماء نے فرمایا کہ مسجد اسم مکان ہے یعنی ہر جگہ نماز میں رو بہ قبلہ ہو۔ مگر بہت سے علماء نے فرمایا کہ معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرف کو منہ کریں جس طرف اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز میں توجہ کا حکم دیا ہے جو کہ کعبہ شریفہ ہے۔ اور دونوں اقوال کی بنا پر حکم الٰہی وجوب کے لیے ہے۔ یہ تو مخالفین بتائیں کہ نماز میں خلاف واجب کام کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

دوسری وجہ یہ ہے: اگرچہ اس میں بظاہر چار انگلیاں قبلہ سے پھیر دینا ہے مگر حقیقتاً و حکماً یہ سارا بدن قبلہ سے پھیرنے کے حکم میں ہے۔

عنایہ بر فتح القدیر میں ہے:

انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل۔

جب جزء قبلہ سے پھیر دیا اور وہ رو بہ قبلہ نہ ہوا تو اس سے یہ لازم ہوا کہ سارا جسم رو بہ قبلہ نہ ہوا۔

اس کی تفصیل و جگہ سابقہ اوراق میں گزری ہے، وہاں ملاحظہ ہو۔ جلد ۱ صفحہ ۸۸ عنایہ۔

ضروری وضاحت:

حضور ﷺ کے زمانۂ نبوت ۲۳ سالہ دور میں سے ثابت کرو کہ جب کوئی اسلام لاتا تو تصدیق قلبی اور اقرار لسانی کے ساتھ ساتھ اشارہ انگلیوں سے بھی کرتے تھے۔

مفسرین، محدثین، فقہاء اور علماء علم عقائد نے اس اہم مسئلے کو کہاں ذکر کیا۔ نہ ایمان مفصل میں مذکور ہے اور نہ ایمان مجمل میں کیوں کہ ایمان مجمل ہے: **اقرار باللسان و تصدیق بالقلب** آیا ہے۔

زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق کرتا ہوں۔

ایمان مفصل اور ایمان مجمل دونوں میں اشیر بالبنان نہیں ہے کہ انگلی سے اشارہ کرتا ہوں تو نماز جس کا دارومدار سکون اور وقار پر ہے اس میں یہ اضافہ کہاں سے آیا اور جس سے نماز کا سکون اور وقار پاش پاش ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ اس میں یعنی اشارہ سے نماز میں خلاف وعدہ کام کرنا ہے۔ جب نماز کے علاوہ شرعاً وعدہ خلافی ممنوع ہے تو نماز میں کس طرح جائز ہوگی۔

اس میں یعنی اشارہ کرنے میں ایمان مفصل کی بھی تکذیب ہے اور ایمان مجمل کی بھی۔ **فافهم۔**

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں متعدد آیات میں اگر ایک طرف ہوا پرستی سے ہمیں منع کیا ہے تو دوسری طرف کئی آیات میں ہمیں ہوا پرستوں کی تابعداری سے بھی منع کیا ہے۔

جیسا کہ گزرا ہے:

النبی ﷺ و اصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کانو ایقنعون من المؤمن بکلمۃ الشھادۃ و یحکمون بایمانہ۔

یعنی نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ طریقہ اور عادت تھی کہ مومن سے کلمہ شہادۃ پڑھنے پر خوش اور قانع ہوتے اور اس کے ایمان کا حکم دیتے تھے۔

شرح عقائد صفحہ ۹۱ جلد ۱ مطبع شوکۃ الاسلام لکھنوء اور نبراس صفحہ ۳۹۷ و بیان الواعظ فی حل شرح العقائد ص ۱۴۹-۱۵۱ و شرح مقاصد ج۳ ص ۴۲۲) پر ایک قابل توجہ نکتہ ہے بے توجہی پر افسوس۔

و نحن قاطعون بان النبی ﷺ و من بعدہ الخ۔

شیخ الاجل الامام فرید الدھر وحید العصر الفقیہ الامجد طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری کے بارے میں علامہ عبد الحی الکھنوی نے تحریر کیا ہے:

کان عدیم النظیر فی زمانہ فرید أئمۃ الدھر شیخ الحنفیۃ بما وراء النھر من اعلام المجتھدین فی المسائل المتوفی ۵۴۲ھ **وھو** (اے کتاب خلاصۃ الفتاوی) **کتاب معتبر عند العلماء معتمد عند الفقھاء ماخوذ من فوائد البھیۃ صفحہ ۸۴ نور محمد کراچی۔**

یعنی بڑا کامل شیخ یکتائے دھر و زمان بڑا فقیہ اپنے زمانہ میں مثل نہ رکھنے والا اپنے وقت کے ائمہ میں یکتا ماء وراء النھر کے علماء احناف کے شیخ، مجتہدین مسائل میں بڑا شخص، اس کی تصنیف خلاصۃ الفتاوی علماء کے ہاں معتبر اور فقہاء کے نزدیک با اعتماد کتاب ہے۔

آپ نے اپنے اس فتاویٰ میں تحریر کیا ہے:

روی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لا ینبغی للجاھل ان یتکلم عند العالم او یشیر بیدہ۔[1]

و ایضاً فیہ:۔ و فی الشافی التقدم علی العلماء معصیۃ کبیرۃ کما جاء فی الحدیث من تقدم علی العلماء فھو ملعون ھکذا فی الفتاوی۔[2]

یرضیٰ بھا کل من کانت سریرتہ۔ تقویٰ الالٰہ و کل الخیر مصطنع۔

---

[1] (خلاصۃ الفتاوی جلد ۴ صفحہ ۳۲۷۔ مطبع منشی نور لکشور لکھنو۔ در ۱۳۲۹ھ بمطابق ۱۹۱۱ م)

[2] (خلاصۃ الفتاوی جلد ۴ صفحہ ۳۲۷)

صاحب خلاصہ کی یہ عبارت "لا ینبغی" یہاں بمعنی یحرم ہے جس پر دلیل اس کا متصل یہ بیان کرنا ہے کہ علماء پر تقدم گناہ کبیرہ ہے۔اس لیے معنی یہ ہے کہ عالم کے روبرو غیر عالم کی باتیں کرنا اور یا اس کو ہاتھ سے اشارہ کرنا حرام ہے۔

شافی میں ہے کہ عالم سے تقدم گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے علماء سے تقدم کیا تو وہ ملعون ہے اس طرح خلاصہ میں ہے۔

نتیجہ: توجب ایک عالم کو ہاتھ سے اشارہ کرنا حرام ہے اس لیے کہ یہ اس کی توہین ہے تو پھر اللہ جل و علیٰ کو اشارہ کرنا پھر نماز میں جس کا دارومدار سکون اور وقار پر ہے کس بنا پر اللہ کو اشارہ جائز ہو سکتا ہے؟

صاحب تفسیر معارف القرآن اس آیت: لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ الاية کے تحت رقمطراز ہیں:

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ علماء و مشائخ دین کا بھی یہی حکم ہے کیوں کہ وہ وارث انبیاء علیہم السلام ہیں اور دلیل اس کی یہ واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے چل رہے ہیں تو آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ کیا تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے الخ (از روح البیان از کشف الاسرار) معارف جلد ۸ صفحہ ۱۰۰

اس طرح لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ کے تحت لکھا ہے:

مسئلہ: جس طرح تقدم علی النبی کی ممانعت میں علمائے دین بہ حیثیت وارث انبیاء ہونے کی داخل ہیں اسی طرح رفع صوت کا بھی یہی حکم ہے کہ اکابر علماء کی مجلس میں اتنی بلند آواز سے نہ بولے جس سے اُن کی آواز دب جائے۔ (قرطبی)[1]

آگے جا کر لکھتے ہیں: تقدم اور رفع صوت اگرچہ بقصد ایذا نہ ہو پھر بھی اُن سے ایذاء کا احتمال ہے اسی لیے اُن کو مطلقاً ممنوع اور معصیت قرار دیا ہے۔ تقدم علی النبی اور رفع الصوت ایسی معصیت ٹھہریں کہ جن سے خطرہ ہے کہ توفیق سلب ہو جائے اور یہ خذلان آخر کار کفر تک پہنچا دے جس سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں اور کرنے والے نے چوں کہ قصداً ایذا نہ کیا تھا اس لیے اس کو اس کی خبر نہ ہو گی کہ اس ابتلاء کفر اور حبط اعمال کا سبب کیا تھا، الخ۔[2]

حکم الٰہی کا ٹھٹھا کرنا:

اگر کسی کو کہا گیا کہ حکم الٰہی ہے کہ نماز میں اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کیا کریں تو اس نے کہا کہ سجدہ میں ناک کے ساتھ کیا کرو گے۔ یہ حکم الٰہی قرآن کریم میں چھ بار مذکور ہے اور اس لیے اس کا ٹھٹھا کر دیا تو اگرچہ اس نے تجدید اسلام تو کیا ہو گا مگر

---

[1] (معارف جلد ۸ صفحہ ۱۰۱)

[2] (معارف جلد ۸ صفحہ ۱۰۲)

اس کے لیے لازمی ہے کہ تجدید اسلام کے ساتھ ساتھ تجدید نکاح بھی کرے اور حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک بعد میں آئے گا۔

صاحب شامی اقسام علم میں تحریر فرماہیں:

وعلم الالفاظ المحرمة أو المكفرة ولعمری هذا من اهم المهمات فی هذا الزمان لانک تسمع کثیرا من العوام یتکلمون بما یکفرو هم عنها غافلون والا حتیاط أن یجدد الجاهل ایمانه کل یوم ویجدد نکاح امرأته عند شاهدین فی کل شهر مرة او مرتین اذا الخطاء وان لم یصدر من الرجل فهو من النساء کثیر۔

یعنی حرام کرنے والے اور کافر کرنے والے الفاظ کا علم حاصل کرے اس ذات پر قسم جس نے مجھے عمر دی ہے اس زمانہ میں اہم اور ضروری سے ضروری کاموں میں سے ہے کیوں کہ آپ بہت سے عوام الناس سے سنتے ہیں ان الفاظ پر باتیں کرتے ہیں جس سے وہ کافر ہوتے رہتے ہیں اور وہ اس سے غافل ہی ہیں۔

احتیاط اس میں ہے کہ مذکورہ علم سے ناواقف ہر روز اپنا ایمان کا تجدید کریں اور ہر مہینے میں ایک یا دوبار اپنے بیوی سے دو گواہوں کے موجودگی میں نکاح کا تجدید کرے۔ کیوں کہ خطا اگر مرد سے نہیں تو عورتوں سے بہت صادر ہوتی ہے۔ [1]

استہزاء اور ٹھٹھا کرنا:

اللہ جل مجدہ نے ہمیں سورۃ انعام آیت نمبر ٦٨ میں فرمایاہے، جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

ترجمہ: اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، طعن تشنیع اِستِہزاء کے ساتھ، اور ان کی ہم نشینی ترک کر۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں، اس سے ثابت ہو گیا کہ کُفّار اور بے دینوں کے جلسے جن میں وہ دین کے خلاف تقریریں کرتے ہیں ان میں جانا، سننے کے لئے شرکت کرنا جائز نہیں اور ردو جواب کے لئے جانا مُجالَست نہیں بلکہ اظہارِ حق ہے ممنوع نہیں جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے۔ [2]

---

[1] (ردالمختار جلد ا صفحہ ۳۲ مصری)

[2] (کنز الایمان تفسیر خزائن العرفان)

تنبیہ بطرز دیگر:

مذکورہ مذاق کو معلوم ہونا چاہیئے کہ لفظ رکوع مختلف صیغہ سے تیرہ (۱۳) جگہ قرآن کریم میں آیا ہے ملاحظہ ہو:

(۱، ۲) وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ: (البقرۃ ۴۳) وَارْكَعُوا: فعل امر مبنی علی حرف النون۔ الراکعین مضاف الیه مجرور جمع راکع وهو اسم فاعل۔

(۳) وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (البقرۃ ۱۲۵) الرکع جمع راکع اسم فاعل من رکع یرکع باب فتح۔

(۵،۴) وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ (آل عمران ۴۳) ارکعی فعل امر علی حذف النون والیاء راکعین جمع راکع وهو اسم فاعل۔

(۶) وَهُمْ رَاكِعُونَ (المائدۃ ۵۵) راکعون: جمع راکع وهو اسم فاعل۔

(۷) الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ (التوبہ ۱۱۲) اراکعون جمع راکع وهو اسم فاعل۔

(۸) وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (الحج ۲۶) الرکع: جمع راکع اسم فاعل کمامر۔

(۹) ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا (الحج ۷۷) ارکعوا۔ فعل امر

(۱۰) وَخَرَّ رَاكِعًا (ص ۲۴) راکع۔ اسم فاعل

(۱۱) رُكَّعًا سُجَّدًا (فتح ۲۹) رکعا حال من مفعول تراهم۔ اسم فاعل

(۱۲) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ (المرسلات ۴۸) ارکعوا۔ فعل امر

(۱۳) لا یرکعون: یرکعون جمع یرکع مضارع۔

اس میں صرف چار بار امر کے لیے آیا ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا یعنی اللہ جل مجدہ نے قرآن کریم چار بار ہمیں رکوع کرنے کا حکم دیا۔

لفظ سجدہ: لفظ سجدہ مختلف صیغوں سے کئی بار قرآن میں مذکور ہے۔ ۵۵ دفعہ ہم ان میں سے صیغۂ امر سے آنے کا انتخاب کرتے ہیں۔

۱۔ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا (البقرۃ ۳۴) اسجدوا فعل امر ہے۔

۲۔ وَاسْجُدِي: (آل عمران ۴۳) فعل امر۔

۳۔ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا (الاعراف ۱۱) فعل امر ہے۔

۴۔ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ (الحجر ۹۸) فعل امر ہے۔

۵۔ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا (الکهف ۵۰) اسجدوا امر ہے۔

۶۔ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا (طه ۱۱۶) اسجدوا امر ہے۔

۷۔ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا (الحج ۷۷) اسجدوا امر ہے۔

۸۔قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا (الاسراء ۶۱) اسجدوا امر ہے۔

۹۔وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ (الفرقان ۶۰) اسجدوا امر ہے۔

۱۰۔وَاسْجُدُوا لِلّٰہِ: حٰمٓ السجدہ (فصلت ۳۷) امر ہے۔

۱۱۔وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ (الانسان (الدھر) ۲۶) فاسجد امر ہے۔

۱۲۔وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق ۱۹) وَاسْجُدْ امر ہے۔

حاصل کلام: یعنی سجدہ کرنے کا امر تیرہ بار آیا ہے۔

باقی رہا قیام: نماز میں قیام:

(۱) وَقُومُوا لِلّٰہِ قٰنِتِينَ (البقرۃ ۲۳۸)

قوموا: صیغۂ جمع امر حاضر ہے اور قانتین کا مختلف معانی مفسرین نے بیان کی ہے:

وَقُومُوا لِلّٰہِ قٰنِتِينَ، فأمروا بالسکوت: والمعنی وقوموا فی الصلوٰۃ۔[1]

(۲) فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ (النساء ۱۰۲)

الفاء رابطة لجواب اذا (اللام) لام الأمر تقم مضارع مجزوم بلام الأمر۔[2]

(۳) وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ: آیت نمبر ۲۹ پارہ ۱۸ الاعراف والامر۔۔۔للوجوب۔[3]

(اقیموا) فعل أمر مبنی علی حذف النون۔[4]

نتیجہ: مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ رکوع کا امر ہمیں قرآن کریم میں چار دفعہ ہوا ہے اور سجدہ کا امر تیرہ دفعہ اور قیام کا تین بار مذکور ہوا۔

(۴) تین دفعہ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ مذکور ہیں، یونس آیت نمبر ۱۰۵ اور روم آیت ۳۰ اور صفحہ ۴۳۔

مقاصد: نماز میں قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ مقصودی امور میں سے ہیں نہ کہ وسائل سے۔ اور نماز مقاصد اور وسائل سے مرکب ہے۔ کما فی الکتب المعتبرۃ ایک اعتبار سے قیام اور رکوع وسائل میں سے ہیں اور سجدہ مقاصد میں سے ہے اور دوسرے اعتبار سے قیام اور رکوع مقاصد ہیں اور اس کیلئے جو حرکات وغیرہ وہ وسائل سے ہیں اسی طرح قعدہ وسائل سے ہے

[1] (تفسیر البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (الجدول فی اعراب القرآن وصرفه وبیانه جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)

[3] (روح المعانی جلد ۸ صفحہ ۱۰۷)

[4] (الجدول فی اعراف القرآن وصرفه وبیانه جلد ۴ صفحہ ۳۸۹)

سلام کیلئے اور سلام مقاصد میں سے ہے توجہ الی القبلہ کی طرح مذکورہ مقاصد بغیر عذر شرعی ساقط نہیں ہوتے۔ قیام میں بدن کا اہم جزء یعنی دل روبہ قبلہ ہوتا ہے باقی تابع ہیں اور رکوع میں بدن کے دونوں اعضاء دل و دماغ روبہ قبلہ ہوتا ہے۔ سجدہ میں بھی دل و دماغ دونوں روبہ قبلہ ہوتے ہیں اور قعدہ میں دل روبہ قبلہ ہوتا ہے۔ اور باقی اعضاء اس کے تابع ہیں اور یہ خصم بتائیں گے کہ قعدہ کی حالت میں اشارہ وسائل سے ہے یا مقاصد سے؟ منافقین کے عمل سے پرہیز۔

منافقین کے عمل سے پرہیز:

کہ اگر ایک حکم شرعی کے ساتھ استہزاء کرے: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ الایۃ الخ۔

اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اسکی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔

شانِ نُزول: غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں میں سے دو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت تمسخراً کہتے تھے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آجائیں گے، کتنا بعید خیال ہے اور ایک نفر بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا ہم راستہ کاٹنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی اور ان کا یہ عذر و حیلہ قبول نہ کیا گیا اور ان کے لئے یہ فرمایا گیا جو آگے ارشاد ہوتا ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ جب ایک حکم شرعی سن لیں اور اس کے خلاف حکم شرعی ہمیں معلوم نہ ہو تو اپنے ہوائے نفسی سے اس کو رد کرنے سے پرہیز کریں۔

فصل:

اس فصل میں محققین محدثین کا خشوع اور سکون کے بارے میں مختصر بیان کرنا ہے: السکون ھو طریق ما اجمع علی طلبہ فی الصلاۃ اعنی الخشوع آگے جا کر لکھتا ہے:

ان المطلوب من الشرع عدم الحرکۃ فی الصلاۃ و مبناھا السکون و الخشوع کما ھو شاکلۃ الخدام و العبید و الغلمان بین ایدی ساداتھم بالاستکانۃ و القرار بلا حرکۃ علی حسب عادتھم۔[1]

[1] (اعلاء السنن، جلد ۲ ص ۸۵۰)

سکون سے مراد خشوع ہے یہ وہ طریقہ ہے کہ نماز میں اس کے کرنے پر اجماع ہے۔ شریعت سے مطلوب نماز حرکت نہ کرنا ہے جس کا دارومدار سکون اور خشوع ہی پر ہے جیسا کہ یہ خدمت کرنے، غلاموں اور لڑکوں کی روش و طریقہ ہے اپنے سرداروں کے آگے اپنی عادت کے مطابق عاجزی، انکساری بغیر حرکت کے کرتے ہیں۔

السکون الذی ھو طریق ما أجمع علی طلبه فی الصلوٰۃ أعنی الخشوع اھ صفحه ۲۳۷ کما فی القرآن (قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (۱) الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (۲)) سورۃ المؤمنون آیت نمبر ۱ و ۲۔ والخشوع المطلوب فی الصلاۃ ھو السکون الذی امر به النبی ﷺ بقوله: اسکنوا فی الصلاۃ۔

قال الحافظ فی الفتح: والخشوع تارۃ یکون من فعل القلب: کالخشیة وتارۃ من فعل البدن کالسکون۔ وقیل: لا بد من اعتبارھما حکاہ الفخر الرازی رحمہ اللہ فی تفسیرہ و قال غیرہ ھو معنی یقوم بالنفس، یظھر عنه سکون فی الاطراف، یلائم مقصود العبادۃ ویدل علی أنه من عمل القلب حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنه الخشوع فی القلب أخرجه الحاکم وأما حدیث: لو خشع ھذا خشعت جوارحه ففیه اشارۃ الی ان الظاھر عنوان الباطن، اھ وروی البیھقی باسناد صحیح عن مجاھد قال: کان ابن الزبیر اذا قام فی الصلاۃ کانه عود وحدث ان ابابکر الصدیق کان کذلک قال و کان یقال ذاک الخشوع فی الصلاۃ اھ۔۔ فزینة الصلاۃ الترک الذی ھو السکون لا الرفع فبھذا یترجح ما ذھب الیه الاحناف رحمھم اللہ تعالیٰ۔

موسوعة فتح الملھم بشرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ تالیف الشیخ، شبیر احمد العثمانی رحمہ اللہ تعلیقات العلامة المفتی محمد رفیع العثمانی جلد ۳ صفحه ۲۳۷ اور اس سے قبل تحریر کیا ہے:

أن المقصود الا صلی فی الصلاۃ السکون والحرکة انما تقع لضرورۃ، والضرورات تقدر بقدرھا صفحه ۲۳۶۔

وقدمر أن الخشوع ھو المطلوب الأصلی فی جمع أجزاء الصلاۃ جلد ۳ صفحه ۳۴۱۔

والمفھوم من معانی الآثار أنه علیه السلام کان یشیر لرد السلام ثم صار منسوخاً مشمولاً بنسخ الکلام و قول الطحاوی ھذا لیس۔ ببعید لان الکلام فی الصلاۃ، والاشارۃ کانت جائزۃ فیھا ثم نسخ الکلام فلعله فسحب علی الاشارۃ ایضاً اھ الی ان قال: و قال فی آخرہ: فلما أمر رسول اللہ ﷺ بالسکون فی الصلاۃ و کان رد السلام بالاشارۃ فیه خروج من ذلک لأن فیه رفع الید و تحریک الأصابع ثبت بذلک أنه قد دخل فی ما أمر به رسول اللہ ﷺ من تسکین الأطراف فی الصلوٰۃ، واللہ أعلم جلد ۳ صفحه ۳۷۰-۳۷۱ و نسخه اخری ج ۳ ص ۲۴۶۔ أما التقدم علی الامام فی الخفض للرکوع والسجود فقیل یلتق به من باب الأولی، لان الاعتدال والجلوس بین السجدتین من الوسائل والرکوع والسجود من المقاصد و اذا دل الدلیل علی وجوب الموافقة فیما ھو وسیلة فأولی أن یجب فیما ھو مقصد اھ جلد ۳ صفحه ۳۷۵ فتح الملھم: دار الاحیاء والتراث العربی بیروت۔

ترجمہ: عبارت اعلاء السنن ہو چکی ہے۔

اب فتح الملهم کے عبارت کا ترجمہ: میری مراد سکون سے وہ خشوع ہے۔ جس کے طلب پر نماز میں اجماع ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ وہ مؤمنین کامیاب ہیں جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ نماز میں خشوع مطلوبہ وہ سکون ہے جس کا حکم حضور علیہ السلام نے اپنے اس قول میں فرمایا ہے کہ نماز میں سکون اختیار کرو۔

حافظ نے فتح میں فرمایا: خشوع کبھی دل کا عمل ہوتا ہے جیسا ڈرنا اور کبھی بدن کا عمل ہوتا ہے: جیسے سکون و عدم حرکت اور کہا گیا ہے دونوں کے معتبر ہونے سے مخلص نہیں اس کو فخر رازی نے اپنے تفسیر میں بیان کیا اور اوروں نے کہا کہ یہ وہ اثر ہے جو نفس سے قائم ہوتا ہے جس سے اطراف میں سکون ظاہر ہوتا ہے (اس کو حضور علیہ السلام نے حدیث میں اشارہ فرمایا کہ بدن میں ایک ٹکڑا ہے جس کی اصلاح فساد سے سارے بدن کا اصلاح اور فساد ہے) جو عبادت کے مقصود کو پہنچتے ہے۔ حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ خشوع دل میں ہوتا ہے۔ اس کو حاکم نے نقل کیا ہے۔

اور یہ حدیث کہ اگر اس میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء خاشع ہوتے۔ اس میں اشارہ ہے کہ ظاہر باطن کا سرنامہ ہے۔

بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے: ابن زبیر جب نماز پر کھڑے ہوتے تو گویا وہ لکڑی ہوتے اور حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایسے ہوتے۔ فرمایا: وہ کہتے تھے کہ نماز میں خشوع ہے اھ۔۔۔ نماز کی زینت اس کا یعنی حرکت کا ترک ہے جو کہ خلاف سکون ہو نہ کہ اٹھانا اس سے مذہب حنفی اور احناف کو ترجیح حاصل ہے۔ (جلد ۳ صفحہ نمبر ۲۳۷)

پہلے بیان ہو چکا کہ نماز میں اصلی مقصد سکون ہے اور حرکت صرف ضرورت کے وجہ سے آتی ہے اور ضروریات ضرورت کی مقدار میں کی جاسکتی ہے صفحہ نمبر ۲۳۶۔ اور یہ گزرا ہے کہ مقصد اصلی سارے اجزائے نماز میں خشوع ہی مطلوب ہے۔ ج ۳ ص ۳۴۱۔

معانی الآثار میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام جواب سلام کے لیے اشارہ فرماتے تھے نہ کہ توحید کیلئے پھر منسوخ ہوا۔ باتیں کرنے کا نسخ اس کو شامل ہوا اور ساتھ منسوخ ہوا۔ (معانی الآثار اور دیگر کتب معتبرہ سے یہ بات معلوم اور ثابت ہے کہ اختلاف رد سلام کے لیے اشارہ میں ہے اور نفی اثبات کے لیے اشارہ کرنا مجتہدین اربعہ میں سے کسی سے ثابت نہیں اور نہ قرآن و حدیث میں اس کی کوئی اصل موجود ہے) امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حق سے بعید نہیں۔ کیوں کہ نماز میں باتیں کرنا اور اشارہ کرنا جائز تھا پھر نماز میں باتیں کرنا منسوخ ہوا تو اشارہ پر بھی جاری ہوا یعنی منسوخ ہوا۔ جب رسول مقبول ﷺ نے نماز میں سکون کا حکم دیا اور سلام کا رد اشارہ سے نماز میں تھا اس میں اس سے نکلنا ہے اس لیے کہ اس میں ہاتھ اٹھانا اور انگلیوں کو حرکت دینا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس چیز کا رسول مقبول ﷺ نے حکم دیا تھا اس میں داخل ہوا وہ نماز میں تسکین اطراف ہے۔

جلد ۳ صفحہ ۳۷۰۔۳۷۱ (یہ قول جو ہم نے اس باب میں بیان کیا یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اور محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۳۰۹ ایچ ایم سعید کراچی قبیل باب المرور بین یدی المصلی)

اس طرح کتاب الآثار مترجم صفحہ ۷۶ وغیر مترجم ۲۷۔۲۸ رکوع اور سجدہ جانے میں امام سے تقدم تو کہا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ بہ طریق اولیٰ ملحق ہوتا ہے کیوں کہ اعتدال اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا وسائل میں سے اور رکوع اور سجدہ مقاصد میں سے ہیں۔ تو جب وسائل میں دلیل نے موافقت ثابت کر دی تو مقاصد بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا۔ جلد ۳ ص ۳۷۵ فتح الملہم۔

شیخ ابو الوفا الافغانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ:

ان المعلوم من تدرج الأحكام الشرعية انه قد كان في مبادى الاسلام و اوائله تخفيفات كمية و كيفية ثم زادت الأحكام و ترقت يوماً فيوما لا سيما في الصلاة من التشديدات من سد باب الكلام و الحركة و المشي و قلة الركعات و الافعال الكثيرة و رد السلام و غير ذلک ثم نسخت و تشدت و أحكمت الأحكام و أكمل الدين اه شرح كتاب الآثار لمحمد شيخ المذكور دار الكتب العلمية بيروت صفحه نمبر ۲۴۳۔۲۴۴ شيخ ابو الوفاء الافغاني۔

و اخرج الترمذی عن عبدالله بن ادريس عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل قال قدمت المدينة قلت لأنظرن الى صلاة رسول الله ﷺ فلما جلس يعني للتشهد افترش رجله اليسرى و وضع يده اليسرى يعني على فخذه اليسرى و نصب رجله اليمنى (ثم قال) هذا حديث حسن صحيح و العمل عليه عند اكثر اهل العلم و هو قول سفيان الثورى و ابن المبارک و أهل الكوفة: (كتاب مذكور صفحه ۲۷۳۔ يقول الكاتب لقد اثبت الترمذی عدم الاشارة فی مذهب الاحناف و اكثر اهل العلم و الاشارة قول البعض و بذلک الحديث استدل امام الطحاوی و غيرهم من الاكابر فافهم۔

۱۱۳۔ محمد قال اخبرنا ابو حنيفة قال حدثنا معن بن عبدالرحمن عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابيه عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: وقروا الصلاة يعني السكون فيها قال محمد و به نأخذ و هو قول ابی حنيفة رضی الله تعالىٰ عنه۔

و فی مجمع بحار الانوار فيه لم يفضلكم ابو بكر بكثرة صوم و لا صلاة و لكن شئی وقر فی القلب ای سكن فيه و ثبت من الوقار الحلم و الرزانة و قريوقر و قارا اه و فی تلخيص اليسوطی و قر فی القلب سكن فيه و ثبتا۔ و قال الراغب و الوقار السكون و الحلم الخ من مجمع بحار الانوار (جلد ا صفحه نمبر ۱۳۱) و منه قارو الصلاة ای اسكنو فيها و لا تحركو و لا تعبثو اه كتاب الآثار قلت و اخرجه الامام ابو يوسف فی آثاره (ص ۵۰) عنه قد بلغنی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انه قال تو قروا فی الصلاة و اخرجه الطبرانی فی الكبير عن ابن مسعود قال قاروا الصلاة يقول سكنوا اطمئنوا و رجاله رجال الصحيح (قلت و هو عند البيهقی فی سننه (جلد ۲ صفحه ۲۸۰) عن الأعمش عن ابی الضحى عن مسروق قال قال عبدالله) قاروا فی الصلاة و فی نسخه للصلاة الخ كتاب الاثار مع تعليق ابو الوفاء علیہ الرحمۃ صفحه ۳۰۱ و روى مسلم من طريق تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالی اراكم رافعی ايديكم كانها

اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ الخ الحدیث (ج ا ص ۱۸۱)قال النووی وفیہ الامر بالسکون فی الصلاۃ والخشوع فیھا والاقبال علیھا وروی الترمذی من طریق ابن المبارک عن اللیث عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ الصلاۃ مثنی مثنی تشھد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیک یقول ترفعھا الی ربک مستقبلا ببطونھما وجھک وتقول یا رب یا رب ومن لم یفعل ذلک فھو کذا وکذا قال ابو عیسیٰ وقال غیر ابن المبارک فی ھذا الحدیث من لم یفعل ذلک فھو خداج اھ (ص ۸۲) الخ (الیٰ ان قال) قال ابو الحسن علیہ الرحمۃ (ینبغی للرجل اذا دخل فی صلاۃ ان یخشع فیھا فان اللہ تعالیٰ مدح الخاشعین فی صلاتھم فیکون منتھی بصرہ الی موضع سجودہ ۔۔۔ اما الخشوع لقولہ تعالیٰ "الذین ھم فی صلاتھم خاشعون وروی ان النبی ﷺ رأی رجلا یعبث بلحیتہ فی صلاتہ فقال لو خشع قلبہ لخشعت جوارحہ الخ کتاب الآثار مع تعلیق ابو الوفا الافغانی صفحہ ۳۳۰، ۳۰۱ و ۳۰۲

ملتقطاً وقول الحلوانی علیہ الرحمۃ: منفردات الحلوانی مثل قولہ فی تسمیۃ الذبح بسم اللہ اللہ اکبر ولا یقول واللہ اکبر لانہ یقطع الفور مردودۃ علیہ لانہ اجتھاد فی مقابلۃ النص او مقابلۃ امامہ وکذا اقوال غیرہ من علماء المذھب خلاف صاحب المذھب واصحابہ مردودۃ علیھم لا یصغی الیھا ولیست بحجۃ علی مقلد امام خاص ولا یلزمہ الأخذ بہ وکذلک قول بعض معاصرین فی بعض مؤلفاتہ (الیٰ ان قال) ولو سلم انہ مجتھد فقولہ لا یکون حجۃ لنا صفحہ ۲۶۶ ۔اھ (آگے جا کر تحریر فرماتے ہیں) وکذالک لا حاجۃ الی تطبیق قول الحلوانی مع قول الامام وتأویلہ لأن ظاھر قولہ یرد قول الامام وللمقلد ان یقلد امامہ ولا یلتفت الی قول من سواہ ولا یکون قول الغیر حجۃ علیہ حتیٰ یحتاج الی تأویلہ اھ صفحہ ۲۷۱ (وایضاً قال) ومنفردات الحلوانی فی مقابلۃ قول امامہ معروفۃ کتب الفقھہ لا یخفی علی من دارس الفقہ ۔اھ صفحہ ۲۷۱ و ۲۷۲ کتاب الآثار لامام محمد علیہ الرحمۃ بتعلیق ابو الوفاء فالحق ان اقوال من سواہ من مقلدیہ بقولہ تترک بقولہ وجہ لا یبالی باقوالھم ۔الافغانی علیہ الرحمۃ

ترجمہ: یہ بات معلوم ہے کہ احکام شرعیہ اسلام کے ابتداء اور شروع میں مقدار اور طور طریقے کے لحاظ سے ہلکے تھے۔ پھر یوماًفیوماً (دن بدن) ترقی کرتے ہوئے زیادہ اور کثیر ہوئے۔ خاص کر نماز میں سخت باتیں کرنا حرکت کرنا چلنا اور رکعات کی کم اور زیادہ افعال اور جواب ورد سلام وغیرہ کا دروازہ بند ہوا اور یہ امور نماز میں منسوخ ہوئے اور احکام کو محکم کرکے تشدد ہوا اور دین کو مکمل کیا صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴: ترمذی نے وائل سے حدیث نقل کی ہے فرمایا میں مدینہ منورہ آیا میں نے کہا کہ میں ضرور رسول مقبول ﷺ کا نماز دیکھوں گا۔ جب تشہد کے لیے بیٹھا تو بائیں پاؤں پھیلایا اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ دیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر دیا (پھر کہا) کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اس پر اکثر اہل علم کا عمل ہے اور یہ سفیان ثوری وابن المبارک اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ (جس میں اشارے کا ثبوت نہیں) یعنی امام ترمذی نے ثابت کر دیا کہ مذہب احناف میں اشارہ کرنا نہیں) صفحہ ۲۷۳ کتاب مذکور اور اس حدیث پر امام طحاوی وغیرہ نے عدم اشارہ پر دلیل پکڑی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نماز کی تعظیم کرو۔ یعنی سکون سے ادا کرو (اس طرح مجمع بحار الانوار جلد ۵ صفحہ ۱۰۱) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی قول (یہ واضح طور پر ثابت کرتا ہے کہ مذہب حنفی میں اشارہ نہیں) مجمع بحارالانوار میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روزوں کی زیادتی اور نماز کی کثرت کے وجہ سے یہ فضیلت حاصل نہیں کی مگر آپ کے دل میں تعظیم یعنی سکون تھا اور وقار بردباری اور سنجیدگی تھی اس سے ثابت ہوا۔ وقر ماضی یوقر مضارع وقارا مصدر امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تلخیص میں ہے وقر فی القلب دل میں سکون اختیار کیا اور اس میں ساکن ہوا اور جمارہا۔ راغب نے فرمایا کہ وقار سکون اور بردباری ہے الخ مجمع الانوار جلد ا صفحہ ۱۳۱ میں ہے: قاروالصلوٰۃ یعنیاس میں ساکن رہو اور حرکت مت کرو اور عبث کام مت کرو۔ اھ۔ میں کہتا ہوں اس کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب الآثار میں نقل کیا ہے ص ۵۰ (ونسخہ دیگر صفحہ ۱۲۸) اخرجہ عبد الرزاق ۳۳۰۵۔ ابن ابی شیبہ ۷۳۱۶۔ ۷۳۲۰۔ ۷۳۲۱۔قال قاروا الصلاۃ یقول اسکنوا اطمئنوا تحت الخط عنہ۔ یہ مجھے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہنچا ہے کہا کہ نماز کی تعظیم کرو فرمایا سکون اور اطمینان سے نماز ادا کرو سند والے صحیح بخاری کی سند کے رجال ہیں اور میں کہتا ہوں کہ بیہقی نے سنن میں جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ پر بیان کی ہے:

اعمش سے انہوں نے ابی الضحی سے انہوں نے مسروق سے روایت کی کہا کہ عبد اللہ نماز کی تعظیم کرو اور ایک نسخہ میں کہا کہ نماز کے لیے تعظیم کرو۔ ابو الوفاء صفحہ ۱۰۳ مسلم نے تمیم بن طرفۃ و جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہوں نے کہا کہ ہم پر رسول مقبول ﷺ ایک دن تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔ الحدیث جلد ا صفحہ ۱۸۱ نووی نے فرمایا اس میں نماز میں سکون اور خشوع کا حکم ہے اور اس کے طرف اقبال ہے اور ترمذی نے ابن المبارک سے اور اس نے لیث سے اس نے فضل بن عباس سے روایت کی فرمایا رسول مقبول ﷺ نے، نفل نماز دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت میں تشہد ہے خشوع کرنا عاجزی کرنا اور سکون ہے اور ہاتھوں کو اٹھاؤ اپنے رب کیلئے کہ ہتھیلیاں منہ کی طرف ہوں اور کہتے ہوئے اے رب اے رب جس نے ایسا نہ کیا وہ ایسا ایسا ہے اور ایک روایت میں مبارک کے علاوہ کہ اس کی نماز ناقص ہے صفحہ ۸۲ ترمذی الخ (یہاں تک کہ فرمایا) ابو الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (جب آدمی نماز شروع کرے تو اس کو چاہیئے کہ اس میں خشوع کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں خشوع کرنے والوں کی صفت فرمائی ہے اس کی نظر کی انتہاء سجدہ کی جگہ پر ہو آسمان کو نہ دیکھے نہ سر بلند کرے اور نہ نیچے کرے) خشوع اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے وہ لوگ جو اپنے نماز میں خشوع کرتے ہیں (کامیاب ہیں) اور روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ

نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں اپنی داڑھی میں عبث کر رہا تھا یعنی ہلا کر خلط ملط کر رہا تھا تو فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء ضرور خشوع کرتے الخ صفحہ ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲ ملتقطاً۔

منفردات حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے منفردات میں سے کچھ یہ ہے۔ مثلاً آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جانور ذبح کرنے پر بسم اللہ اکبر کہے اور بسم اللہ و اللہ اکبر نہ کہے اس لیے کہ یہ عجلت ختم کرتا ہے یہ حکم اس پر رد ہے اس لیے کہ یہ نص قرآنی کا مقابلہ ہے اور یا نص کا مقابلہ ہے یا اپنے امام کا مقابلہ ہے۔ اس طرح دوسرے مذہبی علماء کے اقوال جو کہ صاحب مذہب اور آپ کے اصحاب کے خلاف ہو ان کو واپس کیا جاتا ہے۔ اس کو کان لگا کر نہیں سنایا جاتا ہے یعنی قبول نہیں کیا جاتا اور ایک خاص مذہب کے مقلد پر حجت نہیں اور مقلد کو ضرور نہیں کہ وہ اس کو قبول کرے اور اس طرح ہمارے ہم عصر بعض علماء اپنے بعض مولفات میں درج کردہ مسائل بھی ایسے ہی ہیں۔ (یہاں تک کہ فرمایا) اور اگر یہ مانا جائے کہ یہ مجتہدین ہے تو ان کا قول ہمارے لیے دلیل نہیں صفحہ ۲۶۶ کتاب مذکور (آگے جا کر لکھا ہے) اور اسی امام حلوانی کے قول کا امام صاحب کے قول کے ساتھ اور یا تاویل کی بھی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کا ظاہر قول امام صاحب کے قول کی تردید کرتا ہے مقلد کے لیے ضروری ہے کہ اپنے امام کی تقلید کرے (تاکہ غیر مقلد نہ بنے) اور اپنے امام کے قول کے خلاف کسی کے قول کو التفات نہیں کرے گا۔ اور نہ ان کا قول اس پر حجت ہے تاکہ تاویل کو محتاج ہو۔ اھ۔ صفحہ ۲۷۱ (وایضاً فرمایا) کتب فقہ میں امام حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تفردات اپنے امام کے خلاف معلوم ہے۔ جس نے فقہ پڑھا ہو تو حق یہ ہے کہ اپنے امام کے علاوہ آپ کے مقلدین اپنے امام کے قول پر ان کا قول چھوڑ دیں اور ان کو اپنے امام کے قول پر چھوڑ دیں اور ان کے اقوال کی کوئی پرواہ نہ کریں یعنی خاطر میں نہ لائیں۔ صفحہ ۲۷۲۔ ۲۷۱ کتاب مذکور۔

ابو الوفا الافغانی نے کتاب الآثار کی تعلیق میں ذکر کیا:

روی الامام ابو یوسف فی آثارہ (ص ۲۱) عن الامام عن طلحۃ ابن مصرف عن ابراھیم قال ترفع الأیدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوٰۃ و افتتاح القنوت فی الوتر و فی العیدین و عند استلام الحجر و علی الصفا و المروۃ و عرفات و جمع و عند الجمرتین اھ (و نسخہ اخری صفحہ ۶۷)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آثار میں ابراہیم سے نقل کی سات جگہوں میں ہاتھ اٹھایا جاتا ہے نماز کے شروع میں وتر میں قنوت کے شروع میں عیدین میں حجر اسود کے استلام کے وقت و صفا مروۃ میں اور عرفات میں اور مزدلفہ میں اور جمرتین کے ساتھ۔

(مطبوعہ دارالکتب صدف پلازہ پشاور ص۶۷ حدیث نمبر ۱۰۱ و حدیث نمبر ۱۰۰ میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ارفع یدیک فی التکبیر الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰۃ ولا ترفع یدیک فیما سواھا) فرمایا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آثار کے ص۳۷ میں:

ورواہ الامام الطحاوی فی شرح الآثار جلد ۱ صفحہ ۳۹۱ وقد روی فی ذلک عن ابراھیم النخعی ماحدثنا سلیمان بن شعیب بن سلیمان عن ابیہ عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ عن طلحۃ بن مصرف عن ابراھیم النخعی قال ترفع الأیدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلاۃ وبجمع وعرفات وعند المقامین عند الجمرتین ۵۸۲ وکان الحسن لا یرفع یدیہ فی القنوت ویؤمی باصبعہ ثم ذکر عن سعید ابن المسیب والاوزاعی نحوہ صفحہ ۵۸۳۔ واما الایماء باصبعہ المراد منہ الاشارۃ بالمسبحۃ مع عقد باقی الاصابع کما فی التشھد عند بعض الأئمۃ لانھا للدعاء مثل رفع الیدین صفحہ ۵۸۳ ولأن ھذا انتقال من حال الی حال یخالفھا فالسنۃ فیھا التکبیر کالانتقال فی سائر الارکان وانما یرفع یدیہ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن الخ ۵۸۴ وروی فرج مولیٰ ابی یوسف انہ کان یشیر بیدہ فی دعاء القنوت لنا قولہ علیہ السلام کفوا ایدیکم فی الصلاۃ ۵۸۴ لان الدعاء الموضوع فی الصلاۃ لا یسن فیہ بسط الید کالتشھد وجہ قول ابی یوسف (ای الروایۃ عنہ) ان بسط الیدمن سنۃ الدعاء بدلالۃ ماروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما رأیت رسول اللہ ﷺ بعرفات باسطا یدیہ کالمستطعم المسکین وأما روایۃ الحسن فی الاشارۃ بالاصبع فقد ذکر الحسن فی روایۃ انہ یشیر فی حال التشھد ایضاً وروی عن محمد بن الحنیفۃ رضی اللہ عنہ ان الاشارۃ فی دعاء الرغبۃ ان یجعل بطن راحتہ الی السماء والرھبۃ ان یجعل ظھر کفہ الی وجھہ کالمستغیث والمسألۃ ان یشیر بسبابتہ اھ ۵۸۴ اما قولہ روایۃ الحسن انہ یشیر فی حال التشھد ایضا خلاف ظاھر الروایۃ کما ھو خلاف ظاھر المذھب فی قنوت الوتر قال الامام الطحاوی فی مختصرہ (ص ۲۷) فاذا قعد للتشھد قعد علی رجلہ الیسری مفترشالھا ونصب رجلہ الیمنی واستقبل باصابعھا القبلۃ ثم یبسط کفیہ علی رکبتیہ وینشر اصابعہ ولم یشر بشئی منھا اھ وقال الامام ابوبکر الرازی الجصاص فی شرحہ لہ ولا یشیر بشئی منھا لقولہ ﷺ کفوا ایدیکم فی الصلاۃ واسکنوا فی الصلاۃ اھ وکفی بھما قدوۃ ومعرفۃ للمذھب ۵۸۵ ابو الوفاء الافغانی۔

ترجمہ: امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ نے طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہ ہاتھ سات جگہوں میں اٹھایا جاتا ہے نماز کے شروع کرنے کے وقت اور مزدلفہ میں اور عرفات وعند المقامین اور دونوں جمرات کے ہاں ۵۸۲ یقیناً حسن دعاء قنوت میں ہاتھ نہ اٹھاتے انگلی سے اشارہ فرماتے تھے۔ پھر سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ اور اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے

نحوہ۔ صفحہ ۵۸۳ انگلی سے اشارہ سے مراد مسبحہ پر باقی انگلیاں بند کر کے اشارہ جیسا کہ بعض ائمہ کے ہاں ہے مراد ہے یہ رفع یدین کی طرح دعا کے لیے ہے۔[1]

وجہ یہ ہے کہ یہ ایک حال سے مخالف دوسرے حال کو انتقال ہے تو تکبیر دوسرے انتقالات کی طرح اس میں سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے وجہ سے کہ فرمایا سات مقامات کے علاوہ دوسرے جگہ ہاتھ نہ اُٹھائے الخ ۵۸۴ کتاب مذکور مولیٰ ابی یوسف فرج رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ آپ دعاء قنوت میں ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔

ہمارے لیے دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے۔ نماز میں ہاتھوں کو بند رکھو یعنی اٹھاؤ مت صفحہ ۵۸۴۔ نماز میں جو دعا رکھی گئی ہے تشہد کی طرح اس میں ہاتھ پھیلانا سنت نہیں ہے وجہ ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول (یعنی اس سے روایت) کہ ہاتھ پھیلانا دعا میں سنت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مروی روایت کی وجہ سے کہ میں نے رسول ﷺ ہاتھ کو پھیلائے ہوئے دیکھا مسکین کے مستطعم کی طرح جو روایت حسن نے کی ہے انگلی سے اشارہ کی بابت تو حسن نے اپنے روایت میں ذکر کی کہ وہ حالت تشہد میں بھی اشارہ کرتے اور محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دعاء رغبت میں اشارہ اس طرح ہے کہ ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرے اور دعا رہبت ہتھیلیوں کی پشت اپنے منہ کی طرف کرے مستغیث کی طرح اور سوال کرنا ایسا ہے کہ اپنے مسبحہ سے اشارہ کرے ص ۵۸۴ باقی رہا اس کا یہ فرمان کہ روایت ہے کہ حسن حالت تشہد میں بھی اشارہ کرتا یہ ظاہر الروایت کے خلاف ہے (اس لیے حجت نہیں) جیسا کہ یہ ظاہر مذہب کے بھی خلاف ہے (یعنی اصل مذہب میں اشارہ نہیں) وتر کی قنوت میں امام طحاوی (عالم کامل بر مذاہب) نے اپنے مختصر ۲۷ پر تحریر فرما ہے جب تشہد کے لیے بیٹھ جائے تو بائیں پاؤں پر بیٹھے کہ اس کو پھیلائے ہوئے ہوتے۔ اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے اس کی انگلیوں کو روبہ قبلہ کرے پھر اپنے رانوں پر دونوں ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے رکھ دے اور اپنی انگلیوں کو پھیلائے اور ان میں سے کسی پر بھی اشارہ نہ کرے اھ اور علامہ ابو بکر الرازی الجصاص (مجتہد) نے اس کی اپنی شرح میں فرمایا کہ اس میں سے کسی پر بھی اشارہ نہ کرے رسول اللہ ﷺ کے اس امر کی وجہ سے کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو بند رکھو اور نماز میں سکون کرو۔ اھ۔ یہ دونوں پیشوا و مقتدا ہونے کے لیے اور مذہب حنفی کو پہچاننے کے لیے کافی ہے۔[2]

وضاحت: حدیث شریف : **لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن** سات جگہوں کے علاوہ ہاتھوں کو مت اٹھاؤ۔ فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے کتابوں میں بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً: ہدایہ باب صلوٰۃ الوتر صفحہ ۱۲۸ اور عنایہ علی فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۸

---

[1] (کتاب الآثار تعلیق ابو الوفاء الافغانی، ۵۸۳)

[2] (تعلیق لکتاب الآثار شبانی رحمھم اللہ تعالیٰ لابو الوفاء افغانی ص ۵۸۵)

سکھر۔ اور بدائع الصنائع ترتیب الشرائع لعلامہ کاسانی ملک العلماء المتوفی سنۃ ۵۸۷ھ ایچ ایم سعید کراچی جلد ا صفحہ ۲۷۳ ولنا ماروینا من الحدیث المشھور الخ صفحہ ۲۷۷ ہمارے لیے دلیل حدیث مشہور ہے جس کو ہم نے بیان کیا۔ اھ۔

محیط برحانی جلد ۲ صفحہ ۲۱ اور البنایۃ فی شرح الہدایۃ جلد ۲ صفحہ ۲۹۰ اور صفحہ ۲۹۱ **تحت الخط فی تعلیقه کذا فی الاصل**۔ اور **کتاب الاصل بتعلیق ابو الوفا الافغانی** جلد ا صفحہ ۱۶۴ **قلت و فی کم مواطن ترفع الأیدی؟ قال فی سبع مواطن الخ** یہ کتاب الاصل میں امام محمد شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح ہے کہ حالت تشہد میں رفع الایدی نہیں یعنی اشارہ کے لیے رفع اصباع نہیں اور شامی جلد ا صفحہ ۴۹۲ مصری اور جلد ا صفحہ ۳۴۷ شامی مصری اور در مختار جلد ا صفحہ ۷۶ اور حاشیہ طحطاوی علی در مختار جلد ا صفحہ ۲۲۴ اور اخراج حدیث الطبرانی اس میں اور نصب الرایۃ جلد ا صفحہ ۴۶۹ الحدیث الثامن والثلاثون اور تحقیق احمد شمس الدین تحت الخط مجمع الزوائد (ج ۲۔ ۰۲ او مجمع الزوائد (ج ۳۔۲۳۸) و اخرجہ عن البزار ج ا ص ۱۳۹ اور مصنف ابی شیبۃ اور حاکم (ای المستدرک ا۔ ۳۲۷) تحت الخط واز سنن الکبری (۵/۱۱۷ حدیث نمبر ۹۲۱۰) تحت الخط اور رفع الیدین کے بجائے اشارہ بالمسبحہ کو کافی بتاتے ہیں۔

اشارہ بالمسبحہ برائے **اثبات توحید و نفی شرک۔ بوقت التشھد ان لا الہ الخ** نہ مذہب حنفی ہے اور نہ اس کا ثبوت امام شافعی امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ تعالیٰ سے ہے دراصل اختلاف اشارہ برائے رد سلام میں ہے کہ مذہب حنفی میں نہیں اور باقی آئمہ ثلاثہ کے ہاں ہے۔

علامہ ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں تحریر فرماہیں:

جلد ا صفحہ ۲۷۲ وضع کفه الیمنی علی فخذہ الیمنی و قبض أصابعه کلها و اشار الخ و لا شک أن وضع الکف مع قبض الاصابع لا یتحقق۔۔۔ و ھو المروی عن محمد فی کیفیة الاشارة۔۔۔ و کذا عن ابی یوسف علیہ الرحمۃ **فی الامالی و ھذا فرع تصحیح الاشارة** (یعنی اشارۃ برائے نفی و اثبات) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی داہنی ہتھیلی اپنی داہنی ران پر رکھ دی اور ساری کی ساری انگلیاں بند کر دیں اور اشارہ کیا الخ۔ امام ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ انگلیاں بند ہونے کے ساتھ ہتھیلی رکھنا متحقق نہیں اور ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ کی توجیہ کار آمد نہیں (اپنے امام کے مقابلہ میں۔ آگے لکھتا ہے) یہ اشارہ کی کیفیت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت شدہ ہے۔۔۔ اور اس طرح امالی میں ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ فرع ہے تصحیح اشارۃ کی یعنی اصل میں اشارہ برائے نفی و اثبات نہیں۔ جس کا نوادرات کے بارے میں عمدۃ الرعایہ کی تحقیق گزری ہے۔

اور اس طرح صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے:

و طریق نقله لذلک عن المجتهد أحد أمرین اما أن یکون له سند فیه أو یأخذه من کتاب معروف تداولته الایدی نحو کتب محمد بن حسن و نحوها من التصانیف المشهورة للمجتهدین لانه بمنزلة الخبر المتواتر أو المشهور هکذا ذکر الرازی فعلی هذا لو وجد بعض نسخ النوادر فی زماننا لایحل عزو مافیها الی محمد و لا الی أبی یوسف لانها لم تشتهر فی عصر نافی دیار نا ولم تتداول اھ جلد ٦ صفحه ٢٦٥ و مقدمه عمدة الرعایه ص ١١، فتح القدیر ج ٦ ص ٣٦٠، شامی مصری ج ٤ ص ٣٢٩، دراسات فی اصول الحدیث علی منهج الحنفیه ص ٥٠٠، مدخل لاصول الحدیث ص ٢٥٠، النهر الفائق ج ٣ ص ٢٠٢، بدائع الصنائع ج ١ ص ١٠٧، تبنسیق النظام علی مسند الامام ص ٢٤ حاشیه ٦ میں ہے: و النادر ملحق بالعدم اور شرح زیادات ج ١ ص ١٠١ میں ہے: انهم لم یشرحوا النوادر لانهم لیس لهم بدلائل النوادر و اصولها۔ یعنی علماء میں سے کسی نے نوادر کی شرح نہیں لکھی ہے اس لئے کہ انہیں نوادر کے دلائل اور اصول کا علم نہیں۔

یعنی مفتی غیر مجتہد سے نقل کرنے کا دو طریقوں میں سے ایک یہ ہے یا تو اس کے لیے اس مسئلہ کا مجتہد سے سند ہو یا معروف کتاب متداول سے نقل کرنا ہے جیسے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور اس طرح مشہور تصانیف مجتہدین کی کیوں کہ یہ متواتر یا مشہور حدیث کے مرتبہ میں ہیں اس طرح امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اس وجہ سے اگر نوادر کا بعض نسخے پائے جائیں ہمارے زمانہ میں تو اس میں جو مسئلے ذکر کئے گئے ہوں اس کی نسبت نہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو اور نہ امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو صحیح ہے۔ کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اور امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اس لیے یہ کتب ہمارے بستیوں میں ہمارے زمانہ میں مشہور نہیں ہوئیں اور نہ متداول ہوئیں۔ (تو وہ مذہب کیسے بنے۔ یعنی وہ کبھی بھی مذہب حنفی ہے ہی نہیں) تو جب نوادر کے مسئلہ کا ان اماموں کو منسوب کرنا صحیح نہیں کہ یہ ان کا قول ہے تو پھر یہ مذہب حنفی بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ مذہب حنفی کے ساتھ مذاق ہے کہ اس کو جب نمازی سجدہ میں گھٹنے زمین پر نہ رکھ دے تو امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ یہ جائز ہے فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الفتاوی میں ذکر کیا ہے یہ یہی شاذ روایت ہے ہم اس پر عمل نہیں کرتے جلد ۱ صفحہ ۹۸ کتب علمیہ بیروت۔

جب نوادر کے نہ دلائل معلوم اور نہ اصول معلوم تو پھر وہ حجت کیسے بنے اور مذہب کیسے بنے۔

اس طرح مذکورہ حدیث میں ایسا کوئی نکتہ نہیں جس سے یہ مسئلہ ثابت ہو جائے۔ بلکہ امام مالک اور امام شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ رد سلام کے لیے تھا اور مذہب حنفی میں یہ منسوخ ہے اس لیے رد سلام اور دعا کے لیے انگلی سے

اشارہ نہ کرے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبث بالحصیٰ کے لیے نقل کی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مستحقین صدقات کے بارے میں ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (التوبة ٦٠)

زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لئے ہے (۱۳۷) محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھوڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

جب منافقین نے تقسیمِ صدقات میں سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا تو اللہ عزوجل نے اس آیت میں بیان فرما دیا کہ صدقات کے مستحق صرف یہی آٹھ قسم کے لوگ ہیں۔ انہیں پر صدقات صَرف کئے جائیں گے، ان کے سوا اور کوئی مستحق نہیں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اموالِ صدقہ سے کوئی واسطہ ہی نہیں، آپ پر اور آپ کی اولاد پر صدقات حرام ہیں تو طعن کرنے والوں کو اعتراض کا کیا موقع۔ صدقہ سے اس آیت میں زکوٰۃ مراد ہے۔

مسئلہ : زکوٰۃ کے مستحق آٹھ قسم کے لوگ قرار دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے مولّفۃُ القلوب باجماعِ صحابہ ساقط ہو گئے کیونکہ جب اللہ تبارَک وتعالٰی نے اسلام کو غلبہ دیا تو اب اس کی حاجت نہ رہی۔ یہ اجماع زمانۂ صدیق میں منعقد ہوا۔

مسئلہ : فقیر وہ ہے جس کے پاس ادنٰی چیز ہو اور جب تک اس کے پاس ایک وقت کے لئے کچھ ہو اس کو سوال حلال نہیں۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ سوال کر سکتا ہے۔

عاملین وہ لوگ ہیں جن کو امام نے صدقے تحصیل کرنے پر مقرر کیا ہو، انہیں امام اتنا دے جو ان کے اور ان کے متعلقین کے لئے کافی ہو۔

مسئلہ : اگر عامل غنی ہو تو بھی اس کو لینا جائز ہے۔

مسئلہ : عامل سید یا ہاشمی ہو تو وہ زکوٰۃ میں سے نہ لے۔ گردنیں چھوڑانے سے مراد یہ ہے کہ جن غلاموں کو ان کے مالکوں نے مکاتَب کر دیا ہو اور ایک مقدار مال کی مقرر کر دی ہو کہ اس قدر وہ ادا کر دیں تو آزاد ہیں، وہ بھی مستحق ہیں، ان کو آزاد کرانے کے لئے مالِ زکوٰۃ دیا جائے۔ قرضدار جو بغیر کسی گناہ کے مبتلائے قرض ہوئے ہوں اور اتنا مال نہ رکھتے ہوں جس سے قرض ادا کریں انہیں ادائے قرض میں مالِ زکوٰۃ سے مدد دی جائے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بے سامان مجاہدین اور نادار حاجیوں پر صَرف کرنا مراد ہے۔ ابنِ سبیل سے وہ مسافر مراد ہیں جس کے پاس مال نہ ہو۔

مسئلہ : زکوٰۃ دینے والے کو یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان تمام اقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک ہی قسم کو دے۔

مسئلہ :زکوٰۃ انہیں لوگوں کے ساتھ خاص کی گئی تو ان کے علاوہ اور دوسرے مصرف میں خرچ نہ کی جائے گی، نہ مسجد کی تعمیر میں، نہ مردے کے کفن میں، نہ اس کے قرض کی ادامیں۔

مسئلہ :زکوٰۃ بنی ہاشم اور غنی اور ان کے غلاموں کو نہ دی جائے اور نہ آدمی اپنی بی بی اور اولاد اور غلاموں کو دے۔[1]

ف: یہ کل آٹھ مصارف ہیں ان کے متعلق یہ مسائل ہیں:

مسئلہ: مؤلفۃ القلوب کو جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زکوٰۃ دی جاتی تھی گو وہ مسلمان نہ ہوں مگر ان کے مسلمان ہونے کی امید ہو یا محض ان کے شر وفتنہ سے بچنے کے لیے اور یا مسلمان ہوں مگر غریب نہ ہوں محض ان کو اسلام سے محبت پیدا کرنے کے لیے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں اجماع ہو گیا ان کے عدم استحقاق پر، جو علامت ہے حکم سابق کے منسوخ ہو جانے کی۔

اخرجه ابن ابی شبية و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشيخ و البخاری فی تاريخه عن ابن جبير و الشعبی و عبيدة اسلمانی رضی الله عنه كذافی الدر المنثور۔

البتہ اگر مسلمان اور غریب ہو تو دوسرے اصناف میں داخل ہو جائیں گے۔ اھ۔

ترجمہ کنز الایمان:(و اقول ایضاً فيه) و قبض أصابعه كلها۔ المناط فيه السكون۔ (وهو الذى) لا يمكن أن ينقطع حتىٰ ينقطع أصل التكليف و ذلک عند قيام الساعة۔ فافهم) اگر کوئی غیر حنفی نہ مانے تو نہ مانے۔

مثال دوم: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۲- ۲۸۳ ابن ماجة ابو اب الشهادات باب الاشهاد على الدين: عن ابی سعيد الخدری تلا هذه الاٰية يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَى أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۲۸۲) وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا

[1] (تفسیر احمدی و مدارک)

فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (۲۸۳) ۔۔۔حتی بلغ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فقال هٰذه نسخت ماقبلها۔

انجاح الحاجة حاشیہ نمبر ۳ پر لکھتے ہیں:

فانسخ ههنا بمعنى التخصيص الخ ابن ماجه صفحه ۱۷۱ یہاں تک پہنچا: (اور اگر ایسے وقت میں بھی) ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو (اور اس لیے رہن کی ضرورت نہ سمجھے تو) تو فرمایا ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ حدیث میں کہ اس نے ماقبل کو منسوخ کر دیا ہے۔ مجد د عبدالغنی دہلوی نے شرح میں ذکر کیا کہ نسخ سے مراد نسخ اصطلاحی نہیں بلکہ یہاں نسخ تخصیص کے معنی پر ہے (میں کہتاہوں کہ تخصیص بھی اقسام نسخ سے ہے جیسا کہ اپنے محل پر مذکور ہے اس حدیث مذکورہ کا حصہ اشارہ نماز میں منسوخ ہے اور قلب الحصی کا حصہ غیر منسوخ۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ میں العمل فی الجلوس فی الصلوٰۃ صفحہ ۷۰،۷۱ پر ذکر کیا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الام جلد ۱ صفحہ ۳۸۴، ۳۸۵ پر حدیث نمبر ۲۰۰ پر بیان کی ہے اور مسند الامام الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ مترجم ۱۸۲ اور صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۱۶ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں باب العبث بالحصی فی الصلوٰۃ ومایکرہ من تسویتہ میں صفحہ ۱۰۶ پر لے آئے ہیں۔

عرض یہ ہے کہ اس روایت میں یہ تمام انگلیا ں بند کرلیتے تھے اورانگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کے ذریعے اشارہ کرتے تھے۔ جس کی تفصیل گزری ہے انگلیاں بند کرلیتے تھے یعنی انگلیاں ساکن ہوتیں اوراشارہ کرتے تھے یہ دلیل ہے کہ ساکن نہ ہوتے بلکہ حرکت کرتے اسلئے ہر عالم یہ محسوس کرے گا کہ اس میں ایک لفظی اوردوسرا معنوی اضطراب ہے اور مضطرب حدیث سے احتجاج نہیں ہوسکتا دوسری بات یہ ہے کہ اس میں تصریح نہیں ہے کہ اشارہ نفی اثبات کیلئے تھا یا کسی اور مقصد کے لئے تھا نہ کتاب الام کوئی میں وضاحت منقول ہے اور نہ دیگر کتابوں میں۔

اعلاء السنن میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کشف رکبتیہ کی حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

بانه حديث مضطرب لايقوم بمثله حجة۔

یعنی مضطرب حدیث حجت نہیں ہوسکتی۔ ج ۲ ص ۲۴۷، قلت وبالامكان لايرتفع الاضطراب الالم يبق فى الدنيا حديث مضطرب فافهم۔ اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۸۷، (هيئة جلسة التشهد والاشارة)

یعنی امکان پر اضطراب ختم نہیں ہوسکتا اگر ایسا نہ ہو تو پھر دنیا میں حدیث مضطرب باقی نہیں رہتی اس کو پہچان لو۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

یعنی جب کسی روایت میں احتمال آجائے تو اس پر دلیل پکڑنا باطل ہوجاتا ہے۔[1]

---

[1] (اعلاء السنن ج ۲ ص ۵۷۵ و ص ۶۴۹)

مضطرب حدیث کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہومقدمہ مشکوۃ ص ۴ومقدمہ ابن الصلاح اوراس کی شرح التقیید والایضاح ص ۱۲۴ کے ساتھ۔ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ اورمقدمہ ابن الصلاح النوع التاسع عشر معرفة المضطرب ص ۴۲، النکت علی مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۲۳ اورالشذا الضیاح من علوم الابن الصلاح ص ۱۳۷۔

ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایااور نفی اشارہ کیلئے دلیل یہ بیان کی:

وعن کثیر من المشائخ لایشیر اصلاً۔

یعنی جمہور علماء احناف کے ہاں بالکل اشارہ نہ کرے۔

لہٰذا ان کے مقابلہ میں بعض شاذ علماء کا قول حجت نہیں اورجب عدم اشارہ یااشارہ نہ کرنا روایت ودرایت سے ثابت ہے اس لئے ابن الہمام نے تحریر کیا: هو خلاف الدراية والرواية۔ کہ درایت اورروایت سے اشارہ کرنا خلاف ہے اس لئے اشارہ مذہب حنفی میں نہیں یعنی اشارہ کرنا درایت وروایت کے خلاف ہے اس لئے اشارہ نہ کرے اوردیگر دلیل عدم اشارہ کیلئے یہ ذکر کی: وعن الحلوانی علیہ السلام نقیم الاصبع عند لااله وضعها عند الاالله لیکون الرفع لنفی ولوضع للاثبات۔ یعنی حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ لا اله کہنے کے وقت انگلی اٹھائے اور الا الله کہنے کے وقت اسے رکھ دے تاکہ اٹھانا نفی کیلئے ہو اور رکھنا اثبات کیلئے ہوجائے۔

شاہ انور شاہ کشمیری نے بھی عرف شذی میں تحریر کیاہے کہ یہ حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے(اوراس کی رائے جیسا کہ گزری ہے کہ مجتہد نہیں، دلیل نہیں اور اگر مجتہد بھی ہو تو امام صاحب کے مقابلہ میں متروک ہے۔)[1]

پھر آگے جاکر تحریر کیاہے:

فرج مولا ابی یوسف قال رایت مولای ابایوسف اذادخل فی القنوت للوتر رفع یدیه فی الدعاء قال ابن عمران کان فرج ثقة انتهیٰ ووجهه عموم دلیل الرفع للدعاء ویجاب بانه مخصوص بمالیس فی الصلاة للاجماع علی ان لارفع فی الدعاء التشهد۔

یعنی ابویوسف کے مولا فرج نے کہاکہ میں نے اپنے مولا ابویوسف کودیکھاکہ جب وہ وتر میں دعائے قنوت شروع کرتے تو دعامیں ہاتھ اٹھاتے تھے۔(ابن ابی عمران نے کہاکہ فرج ثقہ تھا۔انتہیٰ۔)اوراس کی وجہ دعاکیلئے ہاتھ اٹھانے کی دلیل عام کی عموم ہے۔اورجواب دیاجاتاہے کہ یہ اس دعاکے ساتھ خاص ہے جو نماز میں نہیں ہو بلکہ خارج از نماز ہو اجماع کی وجہ سے کہ تشہد کی دعامیں ہاتھ اٹھانا نہیں۔[2]

---

1 (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۲)

2 (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۷۵ مطبوعہ سکھر)

الشیخ محمد انور شاہ کشمیری ثم الدیوبندی نے تحریر فرمایا ہے:

و اعلم انہ مر فی ھذا الحدیث صفحہ ۳۴۵ جلد ۲ رفع یدہ أو اصبعہ ثم قال فی الرفیق الأعلی۔

و فیہ فائدۃ مھمۃ ینبغی الاعتناء بھا۔ وھی أن فیہ اشارۃ الی ان الرفع الاصبع أیضاً من صور الدعاء۔ و لھذا عدہ الشیخ ابن الھمام صورۃ من صورھا فجوزہ فی شدۃ البرد و عند الترمذی فی باب ماجاء فی کراھیۃ رفع الایدی علی المنبر فی الدعاء [عن حصین بن عبدالرحمن السلمي:] سَمِعتُ عِمارۃَ بنَ رُوَیبۃَ وبِشْرُ بنُ مَرْوانَ یَخطُبُ، فرَفعَ یَدیْہ في الدُّعاءِ، فَقال عِمارۃُ: قَبّح اللہُ ھاتَینِ الیَدیْنِ القَصیرَتینِ! لَقد رَأیتُ رَسولَ اللہِ ﷺ، وَما یَزیدُ علی أنْ یَقولَ ھَکذا، وأَشارَ ھُشَیمٌ بِالسَّبّابۃِ، اھ۔[1]

و حملہ بعضھم علی ان الرفع کان للتفھیم علی ماعرفوہ من عادۃ الخطباء، و ذلک لعدم علمھم بکونہ صورۃ من صور الدعاء ایضاً و فقدان العمل، و انقطاع التعامل، و الصواب عندی انہ کان للدعاء کما بوب بہ الترمذی و کذلک عند البیھقی کیف: و فی الحدیث تصریح بان الرفع کان للدعاء و الیحفظ لفظ الترمذی فان فیہ تصریحاً بذلک، اھ۔[2]

و لقد مر من اعلاء السنن: أن المطلوب من الشرع عدم الحرکۃ فی الصلاۃ و مبناھا السکون و الخشوع و ایضاً قال السکون الذی ھو طریق ما اجمع علی طلبہ فی الصلاۃ أعنی الخشوع۔[3]

علامہ انور شاہ کشمیری نے فرمایا کہ یہ حدیث گزری ہے۔ ہاتھ یا انگلی کو اٹھایا پھر فرمایا کہ رفیق الاعلیٰ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس میں بہت اہم فائدہ ہے۔ اس طرف توجہ کرنا چاہیے۔ یقیناً انگلی اٹھانا بھی دعا کے طریقوں میں سے ہے۔ اس وجہ سے شیخ ابن الھمام نے اس کو دعا کے طریقوں میں سے ایک طریقہ شمار کیا۔ (جس کا تذکرہ مختلف کتابوں میں سے گزرا ہے) تو سختی کے حالت میں اس کو جائز کیا۔ ترمذی میں باب ہے اس کے بیان میں جو منبر پر دعا کرنے میں ہاتھ اٹھانے کی کراہیت کے بارے میں آئے ہیں کہ بشر بن مروان نے تقریر میں خطبہ دیتے ہوئے ہاتھ اٹھایا تو عمارۃ نے فرمایا، بد دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان چھوٹے ہاتھوں کو برباد کرے۔ یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس طرح اشارہ سے زیادتی نہیں کی اور ہشیم نے مسبحہ پر اشارہ کیا اھ۔ اور بعض نے اس کو تفہیم پر محمول کیا ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے خطباء کے عادۃ یہی پہچانی۔ اور یہ اس وجہ سے کہ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ایک شکل ہے دعا کے طریقوں میں سے بھی اس پر عمل کے کمی کے وجہ سے اور تعامل ختم ہونے کے وجہ سے اور میرے ہاں حق یہ ہے کہ یہ اٹھانا دعا کے لیے تھا۔ جیسا کہ ترمذی نے اس پر باب منعقد کی اور اس طرح بیہقی کے ہاں بھی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو۔ کہ حدیث شریف میں اس کا وضاحت موجود ہے کہ انگلی اٹھانا دعا کے لیے تھا۔ ترمذی کا لفظ یاد رکھو اس لیے کہ اس میں

---

[1] (الترمذی ج ۱ ص ۶۸ فاروقی کتب خانہ ملتان)

[2] (فیض الباری علی صحیح البخاری، ج ۴ صفحہ ۱۴۳ کتاب المغازی)

[3] (اعلاء السنن، جلد ۲ صفحہ ۸۵۰)

اس کا تصریح موجود ہے (اعلاء السنن سے گزرا ہے کہ شریعت میں نماز میں حرکت نہ کرنا مطلوب ہے۔ اور نماز کا بنا سکون اور خشوع پر ہے اور ایضاً فرمایا کہ نماز میں سکون وہ طریقہ ہے جس کے طلب پر نماز میں اجماع ہے میرا مراد خشوع یعنی دل میں باطل خیالات بالقصد حاضر نہ کرنا اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرنا ہے۔

نتیجہ:

تحقیق مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مذاہب اربعہ کے اماموں یعنی امام ابو حنیفۃ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کوئی بھی تشہد میں نفی اور اثبات کے لیے اشارہ کا قائل نہیں نہ ان سے کوئی تصریح موجود ہے اور اشارہ برائے رد سلام کا ائمہ ثلاثہ قائل ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے ہاں دعا کے وقت نماز کے اخر میں انگلی اٹھانا تھا جیسا اجماعاً متروک ہے اس طرح رد سلام کے لیے نماز میں انگلی اٹھانا نہیں ہے۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیری نے فرمایا انگلی سے دعا جس کا تفصیل گزرے ہوئے اوراق میں کئے کتب سے بیان ہوا ہے ناپید ہونے کے وجہ سے علماء اپنے اپنے صواب دید پر کسی نے اشارہ برائے رد سلام پر محمول کیا اور کسی نے نفی اثبات پر۔

شاہ صاحب کی تائید کے لیے مسند طیالیسی کا نقل کردہ حدیث ملاحظہ کرو:

حدیث نمبر ۱۱۱۳ (بحث) وحدثنا ابو دأود قال حدثنا سلام بن سلیم قال حدثنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل الحضرمی قال صلیت الی ان قال: ثم وضع کفه الیمنی علی فخذه الیمنی، ویده الیسری علی فخذه الیسری وجعل یدعوا هکذا یعنی بالسبابة یشیر بها اھ مکتبه: دار الکتب علمیه بیروت جلد ۱ ص ۵۷۵ سلیمان بن داؤد متوفی ۲۰۴ھ۔

یعنی کلیب وائل حضرمی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا میں نے نماز کی الیٰ ان قال پر اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر اور اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر رکھ دے اور اس طرح دعا شروع کی یعنی مسبحہ پر دعا کرتے ہوئے اس پر اشارہ کرتے تھے۔ وائل بن الحضرمی کا حدیث ترمذی کے حوالہ سے پہلے بیان ہوا ہے۔

مولانا حسین علی النقشبندیؒ تحریرات حدیث علی اصول التحقیق میں تحریر کرتا ہے:

وعند الشافعية یستحب عند قوله: الا اللہ فهذا لا ندری ماخذه صفحه ۱۶۱ واما الرفع عند الوضع عنه الا اللہ لم نریٰ فی حدیث تابی هذا اشد اباء صفحه ۱۶۱ (شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے شرح موطا میں بھی شافعیہ کے قول کا اتباع کی ہے) **واما الاشارة عند النفی والوضع عند الاثبات فلا شبة انه لیس بشئی صفحه ۱۴۵۔**

شوافع کے ہاں الا اللہ پڑھتے وقت مسبحہ اٹھانا مستحب ہے۔ اس کا ماخذ کہ کس حدیث سے ثابت ہے ہمیں معلوم نہیں۔

اور ران پر ہاتھ رکھ کر الا اللہ پڑھتے وقت انگلی اٹھانا کسی حدیث میں ہم نے نہیں دیکھا ہے یہ سخت انکار کرتا ہے۔

جو نفی کے وقت اشارہ کرنا اور اثبات کے وقت انگلی رکھنا اس میں کوئی شک ہے نہیں کہ یہ کوئی چیز ہے نہیں۔

تحریرات حدیث ابھی ابھی دستیاب ہوئیں ان شاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے اخر میں اس کو یعنی حصہ اشارہ کو باترجمہ منسلک ہذا کروں گا۔

قابل توجہ نکتہ: امام ابو داؤد طیالسی نام و نسب سلیمان، ابو داؤد کنیت اور سلسلۂ نسب یہ ہے۔ سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیاسی۔

عظمت: الف: موصوف کا تعلق خیر القرون سے ہے اور تبع تابعین میں شمار ہے۔ مصنف کی حیثیت سے موصوف کا شمار صف اول کے مصنفین میں کیا جاتا ہے۔ محدثین نے مسند ابی داؤد الطیاسی کی وایات کو کتاب السنن میں نقل کیا ہے۔ آپ کو فن جرح و تعدیل میں بھی بلند مقام حاصل تھا۔ ماخوذ از النور الطرابلسی فی تبویب المسند لابی داؤد الطیالسی مترجم مولانا ابو احمد محمد دلپذیر صاحب کے مقدمہ مولانا محمد عبد الحلیم چشتی فاضل دیوبند: تفصیل کے لیے اس کے طرف رجوع فرمادیں۔

اظہار حقیقت:

(مالا بدمنہ) باب موضع النظر فی الصلاۃ۔

صاحب اعلاء السنن نے اس باب میں ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن سرین رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت سیدنا أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے احادیث بیان کی ہے اور تحت الخط تحریر کرتے ہیں:

وحديث أبي دأود ظاهر ايدل على أن يكون نظره في حال القعود الى حجره كما قاله الشيخ و في الدر المختار لها (اى للصلاة) آداب الئ ان قال: نظره الى موضع سجوده حال قيامه۔۔۔ والى حجره حال قعوده۔۔۔ لتحصيل الخشوع، اه۔

ابو داؤد کا حدیث شریف ظاہر طور پر اس پر دلالت کرتا ہے کہ قعدہ کے حالت میں نمازی اپنے گود کی طرف دیکھیں۔ جیسا کہ شیخ نے کہا ہے اور در مختار میں ہے کہ نماز کے لیے اداب ہیں یہاں تک کہ فرمایا قیام کے وقت اس کا نظر سجدہ کے جگہ پر ہو۔ اور التحیات میں اپنے گود کو دیکھیں خشوع کے حصول کے لیے۔ یعنی نماز خشوع کے ساتھ ادا ہو۔ [1]

---

[1] (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۷۷ ۶ کتاب مذکورہ)

علاؤ الدین الحصکفی کا فتویٰ:

آداب نماز بیان کرتے ہوئے فرمایا:

نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظہر قدیمہ حال رکوعہ والی ارنبۃ انفہ حال سجودہ والی حجرہ حال قعودہ وال متکبہ الایمعاو الایسر عند التسلیمۃ او لالیٰ و الثانیۃ لتحصیل الخشوع، انتہی۔

ترجمہ: مستحب ہے۔ کہ حالت قیام مین نظر سجدہ کی جگہ رکوع میں پشت قدم پر سجدہ میں ناک پر اور بیٹھنے کی حالت میں گود پر اور پہلے سلام کے وقت دائیں کندھے پر اور بائیں سلام کے وقت بائیں کندے پر نظر رکھنا چاہیئے۔[1]

اور علامہ ابن عابدین نے حاشیۂ شامی میں جلد ۱ صفحہ ۳۵۳ پر ذکر کیا ہے:

(قولہ والیٰ أرنبۃ أنفہ) أی طرفہ قاموس (قولہ والیٰ حجرہ) بکسر الحاء والجیم والراء المھملۃ ما بین یدیک من ثوبک قاموس (قولہ لتحصیل الخشوع) علۃ للجمع لان المقصوء الخشوع و ترک التکلف الخ۔

یعنی سجدہ میں ناک کے طرف کو اور حجر سے گود مراد ہے یہ حجر کا اردو ترجمہ ہے اور اس کا یہ قول کے لتحصیل الخشوع ہے یہ سب کے لیے علت اس لیے کہ مقصود خشوع اور تکلف نہ کرنا ہے۔[2]

اور حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار، بحر الرائق اور بدائع الصنائع میں ہے:

لان ہذا کلہ تعظیم و خشوع۔

یعنی سب تعظیم اور خشوع ہے۔[3]

اور مختصر الطحاوی مع شرعہ: شرح مختصر الطحاوی میں ہے:

قال ابو جعفر: (والاصل للمصلی أن یکون نظرہ فی قیامہ الی موضع سجودہ و فی رکوعہ الی قدیمہ، و فی سجودہ ألی انفہ و فی قعودہ الی حجرہ) قال ابوبکر أحمد: الاصل فیہ قول اللہ (تعالیٰ) عزوجل: (الذین ہم فی صلاتہم خشعون قیل فی معنی الخشوع أنہ السکون۔[4]

ویدل علیہ قول النبی ﷺ فی حدیث جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ (أسکنوا فی الصلاۃ) و ظاہر الآیۃ و الخبر یقتضی منع تکلف النظر الیٰ غیر الموضع الذی یقع بصرہ علیہ فی ہذا الاحوال من غیر کلفۃ۔ و معلوم أن القائم متی لم یتکلف النظر الیٰ غیر الموضع الذی یقع بصرہ علیہ کان منتھیٰ بصرہ الیٰ موضع سجودہ، و فی رکوعہ یقع بصرہ الیٰ قدیمہ، و فی سجودہ الیٰ انفہ، و فی قعودہ الی حجرہ۔ ہذا اذا خلی نفسہ و سوم طبیعتہ (معناہ: ای خلی نفسہ علی طبیعتہ العادیۃ

---

[1] (درمختار جلد ۱ صفحہ ۷۳)

[2] (ردالمختار مصری)

[3] (حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار جلد ۱ صفحہ ۲۱۴، بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۳۰۴، بدائع الصنائع جلد ۱ صفحہ ۲۱۵)

[4] (احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۲۵۲)

بدون تکلف)و لا یقع بصرہ فی ھذا الأحوال الیٰ غیر ھذہ المواضع الا بالتکلف فلا ینبغی أن یفعل ذلک: لانہ ینافی الخشوع والسکون۔

شرح مختصر الطحاوی میں امام طحاوی نے فرمایا:

نماز کرنے والوں کے لیے اصل یہ ہے کہ قیام کے حالت میں اس کا نظر سجدہ کے جگہ کو ہو اور اس کے رکوع میں میں پاؤں کو اور اس کے سجدہ میں ناک کو اور اس کے بیٹھنے کے وقت گود کو ہو۔ اور ابو جعفر جصاص نے فرمایا: اس کے لیے دلیل اللہ جل جلالہ کا یہ ارشاد ہے (کامیاب) وہ لوگ ہیں جو اپنے نمازوں میں خشوع کرے خشوع کے معنی میں کہا گیا ہے کہ یہ سکون ہے اس پر حضور مقبول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا یہ قول بھی ہے جابر بن سمرۃؓ کے حدیث میں نماز میں سکون کرو آیا ہے۔

ظاہر آیت اور حدیث اس پر دلیل ہے کہ جس جگہ بغیر تکلف کرنے اس کا نظر نماز میں پڑھتا ہے تکلف سے اور جگہ کو دیکھنا منع ہے۔ اس حالت میں اور کھڑا شخص جب تکلف نہیں کرتا تو یہ معلوم بات ہے کہ جس جگہ پر تکلف نہ کرتے نظر پڑھتا ہے تو اس کے نظر کا انتہا سجدہ کرنے کا جگہ ہے اور اس کے رکوع میں اس کا نظر قدموں پر پڑھتا ہے اور اس کے سجدہ میں ناک پر اور اس کے قعدہ کے حال میں اس کے گود کو ہوتا ہے۔ یہ جب ہے کہ اس کا نفس طبیعت کے مطابق تکلف ہو۔ اور اس حالت میں اس کا نظر اسی جگہوں کے علاوہ بغیر تکلف دوسرے جگہ پر واقع نہیں ہوتا۔ مگر تکلف سے دوسرے جگہ پر واقع ہوتا ہے۔ تو اس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے اس لیے کہ یہ خشوع اور سکون کے منافی ہے۔ جس جگہ ہاتھ یا انگلی ہاتھ کے جگہ نماز میں آیا ہے تو وہ وسیلہ ضرورت کے وجہ سے ہے جیسا کہ گزرا ہے اور کتاب ظاہر روایت زیادۃ الزیادات میں امام محمدؒ نے ذکر کی ہے: (**الثابت بالضرورت یقدر بقدرہ**) یعنی جو ضرورت کے وجہ سے ثابت اور جائز ہو جائے وہ ضرورت کے مقدار پر ہوتا ہے اس سے زائد نہیں ہوتا۔ اور قعدہ میں یہ عمل نہ مقاصد صلاۃ سے ہے اور نہ از قبیلہ وسائل ہے لہٰذا اس کو ان وسائل پر قیاس نہیں کیا جاتا۔[1]

اور تبیین الحقائق میں ہے:

ان المقصود الخشوع و ترک التکلف فاذا ترکہ وقع نظرہ فی ھذہ المواضع قصد أو لم یقصد۔

یعنی امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ نے شرح کنز تبیین میں ذکر کیا کہ مذکورہ بالا مواضع کو نماز میں دیکھنا اس لیے مطلوب ہے کہ مقصد خشوع اور ترک تکلف ہے تو اگر اہل نماز اس کو چھوڑ بھی دیں پھر بھی اگر وہ ارادہ کرے یا نہ کرے مگر اس کی نظر ان جگہوں پر پڑتی ہے۔[2]

---

[1] (شرح مختصر الطحاوی جلد نمبر ا صفحہ ۲۴۸ و ۲۴۹)

[2] (تبیین الحقائق، جلد ا صفحہ ۲۸۳)

اور تبیین کے حاشیہ میں شیخ شلبی نے بھی فرمایا کہ اپنے قعدہ میں اپنے گود کو نظر کرے اور شیخ عبد الحق نے لمعات التنقیع جلد ۳ صفحہ ۱۳۰ میں اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا حدیث انس کے وجہ عمل شافعیہ یہ ہے کہ تمام نماز میں سجدہ کے جگہ کو دیکھیں اس لیے بیضاوی کا کلام اپنی تفسیر هم فی صلاتهم خاشعون۔ اس پر دلیل ہے۔ لیکن طیبی شافعی مذہب والے نے فرمایا ہے کہ قیام میں جائے سجدہ کو اور رکوع میں پشت پاؤں کو اور سجدہ میں ناک کو اور تشہد میں گود کو یہ اس کے موافق ہے جیسے علماء احناف نے فرمایا ہے جلد ا صفحہ ۴۶۶ اور مستخلص شرح کنز نے جلد ا صفحہ ۱۸۶ پر ذکر کیا اور فرمایا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں خشوع کرنے والوں کی مدح فرمائی۔ اپنے اس ارشاد سے (قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون) کہ یقیناً وہ مؤمنین کامیاب ہوئے جو اپنے نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

اور تاتار خانیہ نے جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ مذکورہ جگہوں کو دیکھنا بیان کی ہے اور آگے جاکر ۱۸۷ پر تحریر فرماہے:

(ینبغی أن یکون فی الصلوٰة حاضر القلب خاشعا بنفسه و قلبه فیکون منتهی بصره فی القیام الیٰ موضع سجوده و فی الرکوع الی قدمیه) الی آخر مامر۔

یہ مستحب ہے کہ نماز میں اس کا دل حاضر ہو نفس اور دل دونوں پر خشوع کرنے والا ہو تو حالت قیام میں اس کی نظر کی انتہا سجدہ کے جگہ تک ہو اور رکوع میں پاؤں کو گزرے ہوئے بیان کردہ کے آخر تک اور مجمع الانهر جلد ا صفحہ ۱۳۶ اور در المنتقی فی شرح الملتقی جلد ا صفحہ ۱۳۶ نور الایضاح صفحہ ۷۲ اور مراقی الفلاح شرح نور الایضاح تحریر کرتا ہے:

(و) منها (نظر المصلی) سواء کان رجلا او امرأة (الی موضع سجوده قائما) حفظا له عن النظر الی ما یشغله عن الخشوع (و) منها نظره (الی ظاهر القدم راکعا و الی أرنبة أنفه ساجداً و الی حجره جالسا) ملاحظا قوله ﷺ اعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک فلا یشتغل بسواه الخ۔

ترجمہ: اور اس میں سے نماز کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت ہو قیام کے حالت سجدہ کے جگہ کو نظر کرنا مستحب ہے کہ حفاظت کرنے والا ہو اس چیز سے کہ آپ کو خشوع میں مشغول کرتا ہے اور اس میں سے اس کا نظر کرنا ہے پاؤں کے پشت کو رکوع کے حالت میں اور سجدہ کے حالت ناک نظر کرنے والا اور جلسو کے حالت میں اپنی گود کو نظر کرے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا ملاحظہ کرتے ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ایسی عبادت کرو گویا تم اللہ پاک کو دیکھتے ہو اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتے ہو تو وہ تمہیں کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو۔

اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

بنابر اصل مذہب اگر آپ کعبہ شریفہ کا مشاہدہ کرتے ہو تو بھی ایسا کرو اور آخر میں فرمایا کہ اس کو شرح اربعین میں سعد نے ذکر کیا ہے۔[1]

و عن أنس، ان النبی ﷺ قال یا انس! اجعل بصرک حیث تسجد، رواہ (البیهقی (فی سننه فی الکبریٰ من طریق الحسن عن أنس یرفعه) قوله: اجعل بصرک حیث تسجد (رمظ) یستحب للمصلی أن ینطر فی القیام الی موضع سجوده، وفی الرکوع الی ظهر قدمیه وفی السجود الی انفه وفی التشهد الی حجره۔

ترجمہ: اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں تم اپنی نگاہ وہاں رکھو جہاں سجدہ کرتے ہو اس روایت کو بیہقی نے سنن کبریٰ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہ طریق حسن نقل کیا ہے۔ جس کو جزری نے مرفوع کہا ہے۔[2]

تشریح: اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری نماز میں نظر سجدہ کی جگہ رکھنی چاہئے چنانچہ شوافع کا عمل اسی پر ہے مگر علامہ طیبی نے فرمایا (جیسا کہ گزرا) کہ مستحب یہ ہے کہ حالت قیام میں نظر سجدہ کی جگہ، رکوع میں پشت قدم پر سجدہ میں ناک کی طرف اور بیٹھنے کی حالت میں گود پر رکھنا مستحب ہے۔ یہی مسلک حنفیہ کا بھی اتنے اضافہ کے ساتھ ہے کہ سلام کے وقت نظر کاندھوں پر رکھنی چاہیے۔[3]

(وینبغی للمصلی أن یخشع فی صلاته) لقوله تعالیٰ: قد أفلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ اپنے نماز میں خشوع کرنے والے یقیناً کامیاب ہے نمازی کے لیے اپنے نماز میں خشوع اختیار کرنا چاہئے۔[4]

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس الکاندھلوی تحریر فرماہیں: **اشتراط الخشوع فی الصلاة:** عنوان قائم کرکے تفصیل سے بات کی اور اس میں ہے:

عن سفیان الثوری انه قال من لم یخشع فسدت صلاته وروی عن الحسن انه قال (کل صلاة لا یحضر فیها القلب فهی الی العقوبة أسرع: سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس نے خشوع نہیں کی اس کا نماز فاسد ہوا۔ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: **کل صلاة:** اس میں اضافت ہے کل کا

---

[1] (طحطاوی صفحہ ۲۲۴ مصری۔ اور النهر الفائق لابن نجیم الحنفی جلد ۱ صفحہ ۲۰۲ و ۲۰۳ اور فتاوی برهنه جلد ۱ صفحہ ۲۳۵)

[2] (طیبی شرح مشکوٰۃ باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاۃ و ما یباح منه: الفصل الثانی رقم حدیث ۹۹۶ جلد ۲ صفحہ ۴۰۴)

[3] (مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ و جدید صفحہ ۲۴۲)

[4] (کتاب الاختیار لتعلیل المختار جلد ۱ صفحہ ۶۵، ۶۶)

صلاۃ نکرہ کو اس لیے کہ یہ احاطہ افراد لازم کرتا ہے۔ نماز میں اگر ہر فرد کہ جس میں دل کا حضور نہ ہو (دل میں خشوع نہ ہو) تو اس سے بہت جلد عذاب واقع ہوتا ہے۔[1]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

مفتی صاحب تحریر فرماہیں کہ روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی نگاہ سجدہ کے جگہ پر رکھو۔[2]

تشریح امام طیبی فرماتے ہیں مستحب یہ ہے کہ قیام میں نظر سجدہ گاہ پر ہو، رکوع میں پاؤں کی پشت پر، سجدہ میں ناک کے بانسے پر، التحیات میں گود پر، ہر نماز کا یہی حکم ہے۔ ہاں حرم شریف میں نمازی قیام میں کعبۃ اللہ کو دیکھے الخ مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲ صفحہ ۱۱۴۔

حضرت ڈاکٹر مولا بخش سکندری صاحب کو سیدھا راہ دکھانے کے لیے یہ مختصر سا بیان لکھ دیا اگر اللہ پاک نے توفیق دی تو ان شاء اللہ تفصیل کے لیے مفصل تحریر عمل میں لایا جائے گا۔ (یہ ہے مشت نمونہ ٔخروار)۔

محترم ڈاکٹر مولا بخش صاحب اب دل کے کانوں سے سن لیں کہ جب علماء محدثین اور فقہاء کرام سب کے سب یہ بیان کرتے ہیں کہ التحیات میں گود پر نظر رکھیں اور مثبتین اشارہ جس حدیث کو پیش کرتے ہیں حدیث عبد اللہ بن الزبیر عن ابیہ میں ہے: لایجاوز بصرہ اشارتہ۔[3] وغیرہ یہ نماز میں منسوخ ہے جیسا کہ مراقی الفلاح اور فتح القدیر صفحہ ۸۷ و۳۵۷ جیسا کہ اس کی تفصیل گزری ہے کہ یہ اجماع کی وجہ سے خاص اس دعا کے ساتھ ہے جو خارج از نماز ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب وغیرہ مثبتین مقلدین شمش الائمۃ حلوانی نور اللہ مرقدہ کے ہاں ائمہ مجتہدین اربعہ کو ان کے نزدیک یہ حدیث معلوم نہ تھی۔ یہ ان ائمہ مجتہدین اربعہ کی توہین محض ہے اس لیے کہ انہوں نے ان احادیث میں سے کسی حدیث پر استدلال نہیں کیا ہے۔ ومن ادعا فعلیہ البیان۔ بلکہ مذکورہ تحقیق یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ مذہب حنفی کے ائمہ ثلاثہ کے ہاں کسی قسم کا اشارہ نماز میں نہیں ہے۔ مذکورہ کتابوں میں کوئی استثنا ہے ہی نہیں اس طرح متون اور شرح مختصر الطحاوی اور شرح معانی الآثار اور کتاب الآثار لمحمد رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ سب دلیل ہے کہ اصل مذہب حنفی میں نہ اشارہ رد سلام

---

[1] (التعلیق الصبیح علی مشکاۃ جلد ۱ صفحہ ۳۷۳)

[2] (تخریج السنن الکبری ۲/۲۸۴)

[3] (ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۲)

کیلئے ہے اور نہ اشارہ برائے دعا۔ اور اشارہ برائے نفی اثبات کا کوئی سوال ہے ہی نہیں۔ اس لیے گود پر نظر کرنے کے قائل ہیں۔

(۲) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الاصل میں تحریر فرماہیں:

قلت و فی کم مواطن ترفع الأیدی قال فی سبع مواطن، فی افتتاح الصلاۃ و فی القنوت فی الوتر و فی العیدین و عند استلام الحجر و علی الصفا و المروۃ و بعرفات و بجمع، و عند المقام و عند الجمرتین۔

میں نے کہا کہ کتنے مواضع میں ہاتھ اٹھانا ہے؟ فرمایا: سات جگہوں میں اور مذکورہ مقامات ذکر کی کتاب الاصل ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی جلد ۱ صفحہ ۱۶۴۔ مذکورہ عبارت پر بار بار نظر ڈالئے تشہد اور قعدہ کا ذکر آپ اس میں نہیں پائیں گے۔

کتاب الآثار کے بعد کتاب الاصل مبسوط سے بھی ثابت ہے کہ تشہد سے نہ نفی اور اثبات کے لیے اور نہ رد سلام کے لیے اور نہ دعا کے لیے انگلی اٹھانا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الحجۃ ذکر کی ہے:

و قال محمد بن الحسن ما احب لہ ان یزید فی صلاتہ شیئا لیس منھا من اشارۃ و لا غیرھا و لکن اذا قضی صلاتہ فلیرد علیہ السلام فان من الخشوع فی الصلوٰۃ ترک الاشارۃ۔

امام محمد بن حسن نے فرمایا کہ میں نماز میں کوئی چیز جو نماز میں سے نہ ہو زیادتی پسند نہیں کرتا خواہ وہ اشارہ ہو یا اور کوئی چیز مگر جب اپنا نماز ختم کرے تو اس کو جواب سلام دے اس لیے کہ نماز میں خشوع میں سے اشارہ نہ کرنا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اشارہ کی نسبت امام محمد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کو سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

و حدیث سبع مواطن اخرجہ صاحب الھدایۃ و فتح القدیر و عنایہ: فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۲۶۹ و ۳۷۵ بقولہ علیہ الصلاۃ و السلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن تکبیر الافتتاح، و تکبیرۃ القنوت و تکبیرات العیدین و ذکر الاربع فی الحج، و الذی یروی (ای الشافعیۃ) من الرفع محمول علی الابتداء (ثم نسخ) و قال فی نصب الرایۃ۔ بحوالہ معجم الطبرانی عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لا ترفع الأیدی الا فی سبعۃ مواضع الخ (مجمع الزوائد ج ۲ صفحہ ۱۰۲) ایضاً عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما (۲) و ذکر البخاری الاول معلقاً فی کتابہ، المفرد فی رفع الیدین الخ صفحہ ۴۶۰ و قال البزار فی مسندہ عن بن عمر عن النبی ﷺ قال: ترفع الایدی فی سبع مواطن الخ۔ و رواہ موقوفاً ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ الخ۔ رواہ الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۳۲۷ ثم بیھقی و نصب الرایۃ جلد ۱ صفحہ ۴۶۹ و ۴۷۰ و التفصیل فیہ۔

اور علامہ ابن ہمام نے اعتراضات واردہ کا دندان شکن جوابات اپنے تصنیف فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۲۶۹ و ۲۷۰ میں دیا۔

یہاں تک کہ فرمایا:

قد علم بانه كانت اقوال مباحة فی الصلاة و أفعال من جنس هذا الرفع و قد علم نسخها فلا يبعد أن يكون هو ايضاً مشمولا بالنسخ خصوصاً و قد ثبت ما يعارضه ثبوتاً لا مرد له بخلاف عدمه فانه لا يترك اليه احتمال عدم الشرعيه لانه ليس من جنس ما عهد فيه ذلک بل جنس السكون الذى هو طريق ما أجمع على طلبه فى الصلاة أعنى الخشوع و كذا بافضلية الرواة عن رسول الله ﷺ كما قاله ابو حنيفة للاوزاعى الخ صفحه ۲۷۰ اور تبيين و حاشية الامام الشيخ شبلى جلد ۱ صفحه ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ اور شامى جلد ۱ صفحه ۳۹۲ مصرى۔ لا يسن رفع اليدين الا فى سبع مواضع، اه ايضاً ردالمحتار مع درمختار جلد ۱ صفحه ۳۷۴ مصرى۔

اور البناية فى شرح الهداية جلد ۲ ص ۲۸۹ - ۳۰۲ اور بذل المجهود جلد ۲ ص ۱۰۱ - ۱۰۱ ماترله الا نسخا و هذا هو الموافق للاصل فان الاصل فى الصلاة السكون لقوله عليه السلام اسكنوا فى الصلاة اه صفحه ۱۰ اور عمدہ القاری میں تفصیلاً بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

و عند ابى حنيفة و اصحابه لا يرفع يديه الا فى التكبيرة الاولى جلد ۵ صفحه ۳۹۸ اور فتح الملهم جلد ۲ صفحه ۱۱ میں ہے:

قال ابو حنيفة و اصحابه و جماعة من اهل الكوفة لا يستحب فى غير تكبيرة الاحرام و هو اشهر الروايات عن مالک اه اور نيل الفرقدين لمحمد انور شاه صاحب الكشميرى صفحه ۱۱۸ سے تا آخر بحث۔

خلاصۂ تحقیق: اس تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ ظاہر روایات اور غیر ظاہر روایات میں مذہب حنفی امام ابو حنیفۃ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں سات مذکورہ مقامات سے اور کوئی جگہ نماز میں ہاتھ اٹھانا نہیں ہے اور حالت تشہد ان سات مقامات میں سے نہیں لہٰذا اس میں ہاتھ اٹھانا یا قائم مقام انگلی اٹھانا نہیں کہ یہ اصل نماز جو خشوع اور سکون کے خلاف ہے۔ اور روایت شاذ امام محمد سے یا امام ابو یوسف رحمہا اللہ تعالیٰ کو نقل کرتے ہیں ان کے لیے کوئی اعتبار نہیں۔ جیسا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے نماز میں سجدہ کے حالت میں گھٹنے زمین پر نہ رکھے تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے لیے یہ جائز ہے فقیہ ابی اللیث ثمر قندی نے الفتاوی میں ذکر کیا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے ہم اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ یہ جائز نہیں کہ ہم اس پر عمل کرتے ہیں ملاحظہ ہو الفتاوى جلد ۱ صفحه ۹۸ دار الكتب العلمية بيروت۔ اصل مذہب حنفی میں تینوں اماموں کے ہاں اشارہ نہیں۔ فافهم و لا تكن من المتعصبين۔

امام شمس الدین السرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

ولنا أن الآثار لما اختلف فی فعل رسول اللہ ﷺ یتحاکم الی قولہ وھو الحدیث المشھور ان النبی ﷺ قال لا ترفع الأیدی الا فی سبع مواطن عند افتتاح الصلاۃ وفی العیدین والقنوت فی الوتر وذکر أربعۃ فی کتاب المناسک۔

(جیسا کہ صاحب ہدایہ نے بھی ایسا لکھا ہے اور ابن الھمام بھی نے اس کی توثیق کی جس کا بیان گزرا ہے۔)

و حین رأی بعض الصحابۃ رضوان اللہ علیھم یرفعون أیدیھم فی بعض أحوال الصلاۃ کرہ ذلک فقال مالی أراکم رافعی ایدیکم کانھا أذناب خیل شمس اسکنوا وفی روایۃ قاروا فی الصلاۃ۔[1]

ترجمہ: ہمارے احناف کی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے فعل کے بارے میں آثار مختلف ہو جائیں تو فیصلہ آپ کے قول پر کیا جائے۔(یہ نہیں کہ کبھی ایک پر عمل اور کبھی دوسری پر یہ مذہب باطلہ ہے)

اور مشہور حدیث ہے کہ سات جگہوں کے علاوہ ہاتھوں کو مت اٹھانا تکبیر تحریمہ کے حالت میں (یہ نماز سے خارج عمل ہے) اور دونوں عید میں اور وتر کے دعا قنوت میں اور جگہوں کو حج کے احکام میں ذکر کیا۔ اور جب رسول مقبول ﷺ نے بعض اصحاب کو نماز میں بعض احوال میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ان کے اس فعل کو مکروہ جانا کیوں میں تمھیں سرکش گھوڑوں کی دم اٹھاتے ہلاتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز میں سکون کرو اور دوسرے روایت میں آیا ہے کہ سکون سے نماز ادا کرو۔

جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کا تفصیل گزری ہے۔

ثابت ہوا کہ اصل مذہب میں حالت تشہد میں اللہ تعالیٰ کے وحدانیت کی شہادت کے ساتھ ساتھ یا اس کی جگہ اشارہ کرنا نہ ہمیں اسکا ثبوت قرآن میں ملتا ہے اور نہ احادیث اور نہ اجماع امت سے۔

اور علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ **نیل الفرقدین مع حاشیۃ بسط الیدین فی مسئلۃ رفع الیدین** میں تحریر فرما ہیں:

عن احمد والذی یقع أن الرفع اشارۃ للاقبال علی اللہ والتوجہ لحضرتہ والاشارۃ الی مکانتہ لانہ مقدس عن الجھۃ والمکان وعلیہ وصل التوجیہ بالاستفتاح الخ۔

والمطلوب اذا کان غائبا لم یشر الیہ فی الشاھد أصلا کان عبادۃ عقلیۃ محضۃ ولیس من سنن الانبیاء ولا شاھد علیھا فی الشاھد الخ۔ صفحہ ۹۸ مجموعۃ الرسائل الکشمیری جلد ۱ کراچی علوم اسلامیہ نیل الفرقدین۔

یعنی احمد بن حنبل سے روایت ہے اور جو یہ واقع ہوتا ہے کہ رفع میں اللہ تعالیٰ کے لیے متوجہ ہونا اور آپ کے حضور کو منہ کرنا اور آپ کے مرتبہ کو اشارہ کرنا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جھت اور مکان سے پاک ہے اور استفتاح سے توجہ حاصل ہوئی

[1] (مبسوط جلد ۱ صفحہ ۱۴)

ہے۔ اور مطلوب جب غائب ہو تو حاضر میں اس کے طرف اشارہ نہ کیا بالکل یہ عبادت عقلی خالص ہے اور اشارہ سنن انبیاء علیہم السلام سے نہیں اور نہ اس پر حاضر میں گواہی کی ہے۔

اور فیض الباری کے مصنف محمد انور شاہ الکشمیری ثم الدیوبندی المتوفی ۱۳۸۲ھ نے فیض الباری کی توثیق علامہ شبیر احمد العثمانی ۲۸ جمادی الاولیٰ سنتہ ۱۳۵۷ھ کا بیان جلد دوم اور چہارم پہلے صفحات میں گزرا ہے وہ نیل الفرقدین ۱۳۵۰ھ مطبع حید ربرقی پریس دھلی اس سے قبل معلوم ہوتا ہے مجموعۃ رسائل الکشمیری جلد ا رسالہ کشف الستر صفحہ ۱۳۹ وص ۳۔۷۴ فصل فی رفع الیدین فی الدعاء میں رقم طراز ہیں:

المسئلة أن ترفع یدیک حذو منکبیک و الاستغفار أن تشیر باصبع واحدة و الابتهال أن تمد یدیک جمیعاً (د) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما ص ٦٨ و هو فی ص ٢: ٧٢ هکذا عن عکرمة قال: قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما (وقد رفعه أیضاً) الابتهال هکذا و بسط یدیه و ظهورهما الی وجهه و الدعاء هکذا و وضع یدیه تحت لحییه و الاخلاص هکذا یشیر بأصبعه (عب) صفحه ١٣٩ / ٣ / ٧٤ و صفحه ١٤٠ / ٤ / ٧٤ و عند الطحاوی عن وائل بن حجر قال صلیت خلف رسول اللہ ﷺ ۔۔۔ و جعل حلقة بالابهام و الوسطی، ثم جعل یدعو بالأخری و نحوه عند الترمذی عن ابن عمر قال: و رفع اصبعه التی تلی الابهام یدعو بها۔ و عند أبی دأود من حدیث عبداللہ بن الزبیر أن النبی ﷺ کان یشیر باصبعه اذا دعا و لایحرکها و عن عامر عن أبیه أنه رأی النبی ﷺ یدعو کذلک۔ و عند النسائی من حدیث وائل: و نصب اصبعه للدعاء، و فی لفظ: و أشار بالسبابة یدعو بها، و فی لفظ کلفظ أبی دأود و فی لفظ فرأیته یحرکها یدعو بها و عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر کان یشیر باصبعه اذا دعا و لا یحرکها و عن أبیه أنه رأ النبی ﷺ یدعو کذلک و نمیر الخزاعی أنه رأی رسول اللہ ﷺ رافعا اصبعه السبابة قد أحناها شیئا و هو یدعو۔ و عند مسلم عن ابن عمر: رفع اصبعه التی تلی الابهام فدعا بها۔ و عند ابن ماجة من حدیث وائل: یدعو بها فی التشهد و غیره و غیره صفحه ١٤٢ لهذا قال فی فیض الباری و الصواب عندی انه کان للدعاء کما بوب به الترمذی (ج ا ص ٦٨) و کذلک عند البیهقی: کیف و فی الحدیث تصریح بان الرفع کان للدعاء اه جلد ٤ صفحه ١٤٣ کما مر مفصلاً۔

یعنی سوال کرنا یہ ہے کہ آپ کندھوں کی طرف دونوں ہاتھ اٹھائیں اور استغفار یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرے اور ابتھال یہ ہے کہ آپ دونوں ہاتھوں کو اکٹھے اٹھائیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے اور اس طرح عکرمہ سے روایت ہے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے (اس طرح اس کو مرفوع کیا ہے) ابتھال یہ ہے کہ ہاتھوں کو اس طرح اٹھائیں کہ ہاتھوں کی الٹی طرف منہ کی طرف ہو۔ اور دعا اس طرح ہے کہ دونوں ہاتھوں کو جبڑوں کے نیچے کر دیا اور ایک انگلی سے اشارہ کیا فرمایا کہ یہ اخلاص ہے۔ اور طحاوی کے ذکر کردہ حدیث میں وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنایا پھر دوسری انگلی سے دعا کی اس جیسے کہ ترمذی نے عبد اللہ بن

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے اس میں ہے کہ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو اٹھایا اس سے دعا کرتا تھا۔ اور ابوداؤد کے ہاں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ جب دعا کرتے تھے تو انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ اس کو حرکت نہ دیتے تھے۔ اور عامر نے اپنے باپ سے روایت ہے کہ اس نے رسول مقبول ﷺ کو دیکھا کہ اس طرح دعا کرتے تھے۔ انگوٹھے کو حرکت نہ دیتے تھے۔ اور عامر اپنے باپ سے راوی ہیں کہ اس نے رسول مقبول ﷺ کو دیکھا کہ اس طرح دعا کرتے تھے اور انگلی کو نہیں ہلاتے تھے اور نسائی کے ہاں حدیث وائل میں ہے کہ دعا ہی کے لیے انگلی اٹھائی اور ایک لفظ یہ ہے کہ مسبحہ سے اشارہ کیا اس پر دعا کرتے تھے۔ اور ایک لفظ ابوداؤد کے لفظ کی طرح پر ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ انگلی ہلاتے ہوئے اس پر دعا کرتے تھے اور عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب دعا کرتے تھے تو انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اس کو ہلاتے نہ تھے اور اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ اس طور پر دعا کرتے تھے۔ اور نمیر خزاعی نے رسول اللہ ﷺ کو اس طور پر دیکھا کہ اپنے مسبحہ کو اٹھایا ہوا کچھ تھوڑا سا ٹیڑھا کر دیا تھا اور آپ ﷺ اس پر دعا کرتے تھے۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مسلم نے روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو اٹھا کر اس پر دعا کی اور حدیث وائل کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ اس پر تشہد میں دعا کرتے تھے اس لیے شاہ صاحب نے فیض الباری میں فرمایا کہ میرے نزدیک حق اور صحیح یہ ہے کہ انگلی اٹھانا دعا ہی کے لیے تھا جیسا کہ ترمذی نے اس پر باب منعقد کی ہے اور اس طرح بیہقی کے ہاں بھی ہے۔ کیوں ایسا نہ ہو کیونکہ حدیث شریف میں تصریح ہے انگلی اٹھانا دعا ہی کے لیے تھا (جس کی تفصیل گزری ہے) اور یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ نفی اثبات کیلئے تھا۔

اس کی صحت پر دلیل وہ حدیث ہے کہ جس کو ہم نے ابوداؤد الطیاسی سے نقل کیا ہے جس میں ہے:

وجعل یدعو ھکذا یعنی بالسبابة یشیر بھا صفحہ ۱۲۶ مترجم اردو۔

اور پھر اس طرح دعائیں کرنے لگے یعنی شہادت انگلی سے اشارہ کیا صفحہ ۱۳۷ متوفی ۲۰۴ھ واللہ اعلم۔

مولانا محمد عبدالحلیم چشتی فاضل دیوبند (پی ایچ ڈی) نے مقدمہ میں لکھا ہے:

۱۵۷ھ میں حدیثیں لکھنا۔ اس سن میں محدث وفقیہ عبدالرحمن کوفی المتوفی ۱۶۰ھ سے حدیثیں لکھتے تھے۔ صفحہ ۳۹ میں اس دور کے آئمہ فن و نامور حفاظ حدیث نے ابوداؤد طیالسی کو نہایت شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کی الخ ۵۷ جن آئمہ فن نے موصوف کی مرویات سے اعتناء کیا اور اپنی کتابوں کو ان سے زینت بخشی ان میں ارباب صحاح میں سے امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کا نام سرفہرست ہے الخ صفحہ ۸۹۔

کاتب الحروف خادم العلماء و الاولیاء مولانا محمد روشن فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے حدیث نقل کی یعنی صحاح ستہ سب نے طیالسی سے حدیث نقل کی۔

ملاحظہ ہو: صحیح البخاری جلد ۱ صفحہ ۱ ۹ باب حد المریض ان یشھد الجماعة حدثنا عمر بن حفص بن غیاث آخر میں تحریر فرماہے: رواہ ابو داؤد عن شعبة عن الاعمش بعضه الخ۔

سوال: دعا میں ہاتھوں یا انگلی کو کیوں آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔

جواب: اس لیے کہ آسمان دعا کے لیے قبلہ ہے۔ ان السماء قبلة الدعاء فتح الملھم جلد ۳ صفحہ ۳۷۷ و جلد ۶ صفحہ ۶۷ روح البیان اور تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۱۵ فضائل السماء طبع مصر نووی جلد ۱ صفحہ ۱۸۱، لان السماء قبلة الدعاء کما ان الکعبة قبله الصلوٰة۔ اور در مختار علی الشامی صفحہ ۳۷۵ قوله لا نها قبلة الدعاء ای کا لقبلة للصلاة فلا تیوھم أن مدعو جل و علا فی جهة العلو۔

اور اس طرح طحاوی حاشیہ در مختار میں بھی ہے:

(قوله لا نها قبلة الدعاء) کالقبلة للصلاة فلا یتوھم أن مدعو جل و علا فی جهة العلو، اھ۔

یعنی اسمان دعا کے لیے ایسا قبلہ ہے جیسا کہ نماز کے لیے کعبہ ہے اور یہ وہم نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ جل وعلا اوپر کی طرف ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں گزرے ہوئے صفحات۔

اب ہم مثبتین اشارہ سے جو فریق کہتے ہیں کہ: یرفع المسبحة عند قوله: لا اله، ویضعها عند قوله الا الله لمناسبة الرفع للنفی و الوضع للاثبات اور جو کہتے ہیں کہ موضع الاشارة قول الا الله ہے اس وجہ سے کہ غرض اشارہ سے توحید ہے تاکہ قول اور فعل بیک وقت مشابہ واقع ہو جائے اور جو کہتے ہیں کہ قعدہ میں بیٹھنے پر اٹھایا رکھیں بلب ادب بصد احترام پوچھتے ہیں کہ آپ کے ہاں نفی اور اثبات کے لیے قبلہ کونسا ہے اور کس کتاب میں مجتہدین سے منقول ہے۔

تمہید ابی شکور السالمی اینیۂ پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

جھمیہ کی ایک قسم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں موجود ہے اور یہ کفر ہے اور جھمیہ کا ایک فریقہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے اور آپ اور عرش کے درمیان ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسد ہے اور جسد کا معنی بیان نہیں کرتے یہ کفر ہے۔ اور کرامیہ میں سے متقشفۂ کہتے ہیں کہ اللہ استقر علی العرش یہ ہے فرقہ باطلہ کے عقائد ملاحظہ ہو تمہید صفحہ ۳۸: اور حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے سوال ہوا کہ عرش کے پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا تو حضرت علی

کرم اللہ وجہہ نے جواباً کہا کہ اللہ تعالیٰ موجود تھا اور مکان نہیں تھا وہ اب ایسا ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ تو کیا تینوں فریق مجسمہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ یا کیا کہتے ہیں۔

اصول الشرع:

حسامی میں ہے کہ شرع کے تین اصول ہیں:

الکتاب والسنۃ واجماع الامۃ اور چہارم اصل: القیاس المستنبط من ھذا الاصول حسامی مع نامی صفحہ ۴

اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد ۱ صفحہ ۷ قبیل کتاب الطھارت: اور یہ بھی فقہ اور اصول فقہ کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ قیاس مظہر ہے مگر مثبت نہیں اور قیاس غیر مستنبط اس اصول سے قیاس شرعی نہیں ہے۔ اس سے مسئلہ شرعی ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔

شان نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم:

(۱) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (۳) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى (النجم ۴)

ترجمہ: اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ ہوی مختلف صیغہا سے کل: ۳۷ جگہ ہے۔

حق کسی کی نفسانی خواہشات کے تابع نہیں: ارشاد ربانی ہے:

(۲) وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ (المؤمنون ۷۱)

ترجمہ: اور اگر (دین) حق کہیں ان لوگوں کی خواہشوں کا تابع ہو جاتا تو آسمان و زمین اور جو ان میں (آباد) ہیں (سب) تباہ ہو جاتے بلکہ ہم نے تو ان کی نصیحت ہی کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں۔

(۳) خواہشات کے تابع والوں کے لیے مثال:

قرآن مجید میں ہے:

أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (الاعراف ۱۷۶)

ترجمہ: وہ زمین کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کرنے لگا تو اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے (جب بھی) ہانپے اُسے چھوڑے (جب بھی) ہانپے یہ مثال ہے ان (سب) لوگوں کی جنھوں نے جھٹلایا ہماری

نشانیوں کو سو آپ بیان کیجئے (یہ حالات) شائد کہ لوگ سوچیں۔ یہاں یہ صاف کر دیا کہ مقصود کسی فرد متعین کی تاریخ یا سیرت سنانا نہیں بلکہ کل مفکرین مکذبین مرتدین کی حالت پر آگاہ کرنا اور اس سے عبرت دلانا ہے۔ اے ہو مثل جمع الکفار (قرطبی) یعنی یہ مثال سب کفار کا ہے تفسیر۔

اہل ہوىٰ سب سے زیادہ گمراہ ہیں:

اگرچہ لفظ ھوا کا مادہ کل ۳۷ بار قرآن کریم میں ۳۶ سورتوں میں آیا ہے بارہ صیغہ ولفظ کے ساتھ مگر باقی پہلے گزر چکی ہیں۔

ایک ضروری وضاحت: تحفۃ نصائح ص ۸۵ حاشیہ پر ہے ان الساکت عن الحق شیطان اخرس حق بیان کرنے سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔ مکتبہ قادریہ لاہور: اس لیے وضاحت کرنے سے لابدی (کوئی چارہ نہیں) ہے۔

و الامر عند اللہ سبحانہ: اور اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ان اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ اللہ بعلمہ۔

تحقیق لوگوں میں سے زیادہ عذاب کا مستحق قیامت کے دن وہ عالم ہے جس کو اپنے علم سے کچھ نفع حاصل نہ ہوا۔[1]

اس وجہ سے مولوی محمد روشن تحریر کرتا ہے کہ ایک فریق کہتا ہے کہ حالت تشہد میں **اشھد ان لا الہ** پر مسبحہ اٹھایا جائے اور **الا اللہ** پر رکھ دیا جائے تا کہ نفی اثبات پر دلیل ہو جائے دوسرا فریق کہتا ہے کہ **الا اللہ** پر مسبحہ اٹھایا جائے اور تیسرا فریق کہتا ہے کہ قعدہ کے لیے بیٹھتے ہی سے مسبحہ تا آخر اٹھائے رکھیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں اقوال قابل عمل اور حجت نہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ اس کا حکم قرآن کریم اور حدیث قولی و فعلی اور تقریری میں موجود نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس بارے میں ائمہ اربعہ میں سے کوئی تصریح نہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ائمہ احناف ثلاثہ میں سے کسی نے یہ تصریح نہیں کی۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور دعویٰ بلا دلیل مقبول نہیں ہوتا۔ **ھاتو برھانکم ان کنتم صدقین۔** اپنا دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو پانچویں وجہ یہ ہے کہ یہ دعاوی خلاف دلیل ہے۔ جو قرآنی آیات اور کچھ احادیث بیان ہوئی ہیں باقی تفصیلات دوسرے رسالہ میں آئیں گی۔ **ان شاء اللہ تعالیٰ** (مثبتین انتظار کریں قول اور فعل میں تضاد)۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ نمازی کے قول کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے۔ نماز کی نیت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے اپنا منہ قبلہ کی طرف کیا پھر نماز ہی میں وعدہ خلافی کرتے ہوئے دائیں ہاتھ کے انگلیوں کو قبلہ سے پھیر دیتے ہیں تو اس آیت کے مصداق بن جاتے ہیں:

یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (۲) كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف ۳)

---

[1] (مکتوبات جلد ۱ صفحہ ۸۵ مترجم)

اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

فلیو جه من اعضائه القبلة ما استطا ع۔

جہاں تک ہو سکے اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے۔

(روی عن النبی ﷺ أنه قال اذا سجد المؤمن سجد کل عضو منه فلیو جه من اعضائه القبلة ما استطا ع۔ نصب الرایه مکتبه حقانیه پشاور جلد ۱ صفحه ۱۲۶ اور نسخہ دیگر شاملہ والا جلد ۱ صفحه ۳۸۷ اور هدایة جلد ۱ صفحه ۱۱۰ کلام کمپنی کراچی۔ مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۷۲۰ ومبسوط ج ۱ ص ۲۳ والدرایة علی الهدایة ص ۱۱۰ ج۔

المحفوظ ذلک من فعل النبی ﷺ اور الدرایة فی تخریخ احادیث الهدایة علی الهدایة که صفحه ۱۱۲ مطبع کلام کمپنی کراچی۔ ونسخہ دیگر صفحه ۱۷۴ دار المعرفة بیروت وطحطاوی حاشیه مراقی ص ۱۹۴ میر کتب خانه کراچی اور بنایة فی شرح الهدایة۔ مؤلفه علامه العینی جلد ۲ صفحه ۲۸۶ مکتبة التجاریة مکه المکرمة۔

و فی التجنیس ویکره أن یمیل اصابع یدیه ورجلیه عن القبلة لا نه مامور بتوجهما قال علیه السلام فیلو جه من اعضائه الی القبلة ما استطا ع۔ اه بحر الرائق جلد ۲ صفحه ۲۲ ما یکره فی الصلاة ایچ ایم سعید کراچی۔ لقوله علیه الصلاة والسلام: فلیو جه من اعضائه القبلة ما استطا ع۔ مجمع الانهر جلد ۲ صفحه ۹۶ دار الاشاعت کوئٹه وروی عن النبی ﷺ أنه قال اذا سجد العبد سجد کل عضو منه فلیو جه من اعضائه الی القبلة ما استطا ع۔[1]

فقد قال علیه الصلاة والسلام اذا سجد أحد کم فلیو جه من اعضائه الی القبلة ما استطا ع اه۔[2]

مکتوباب امام ربانی اردو جلد ۱ صفحہ ۷۲۰ :

ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب آیت مبارکہ اور حدیث نبوی خبر واحد میں ظاہراً تعارض آجائے تو عمل آیت پر ہوتا ہے نہ کہ حدیث مبارکہ پر اور جب حدیث قولی اور فعلی میں تعارض ہو تو عمل حدیث قولی پر ہوتا ہے گزشتہ اوراق میں یہ وضاحت گزرا ہے کہ ابتدا میں نماز میں ضرورت کے مطابق باتیں ہوتی تھیں سلام کا جواب دیا جاتا نماز کے آخر میں دعا کے وقت مسبحہ کو اٹھایا جاتا تھا مگر یہ سب افعال نماز سے بالآخر ختم کیے گئے تو وہ کونسی آیت ہے کہ سابقہ آیات کو اور سورہ یونس کی آیت ۱۰۵ اس سے منسوخ ہوئی ہیں اور وہ کونسی حدیث ہے جس نے مذکورہ احادیث سکون پر دال کو منسوخ کیا ہے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ

---

[1] (الموسوعة الفقهیه تالیف هیئة کبار علماء الاسلام مکتبه علوم اسلامیه تاج میر خال روڈ چمن بلوچستان جلد ۲۴ صفحه ۲۰۳)

[2] (حاشیة تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق لعلامة شیخ الشبلی علی هذا الشرح الجلیل جلد ۱ صفحه ۱۱۴)

خٹک نوشہرہ کرسی پر نماز کے فتویٰ میں لکھتے ہیں نماز کی ادائیگی میں خشوع و خضوع وہ بنیادی صفات ہیں جن سے نماز کی اصل روح قائم ہو کر اللہ کے دربار میں اعلیٰ شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔

ظفر احمد عثمانی التھانوی تحریر فرماہیں اس حدیث شریف کی تشریح میں:

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاة۔ فانه یدل علی وجوب السکون۔ و أن الرفع الأیدی فی الصلاة ینافیه جلد ۲ صفحه ۸۲۳ ان رفع الید عند السلام لا یقال لفاعله اسکن فی الصلاة فانه بهذا الصنع (سلام پھیرنا) یخرج عن الصلاة۔ فافهم صفحه ۸۲۴ اعلاء السنن جلد ۲ السکون الذی هو طریق ما اجمع علی طلبه فی الصلاة اعنی الخشوع۔

آگے لکھتا ہے:

ان المطلوب من الشرع عدم الحرکة فی الصلاة و مبناها السکون و الخشوع۔ (۸۵۰ اعلاء السنن جلد ۲) و اعلم أن الحنیفة احتجوا لترک الرفع عند الرکوع و الرفع منه ایضاً بحدیث ابن عباس رضی الله عنه لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن الحدیث ۸۵۱ اعلاء السنن جلد ۲۔ أن احادیث الرفع منسوخة بحدیثین رواه أحدهما عن ابن عباس رضی الله عنه و الثانی رواه عن ابن الزبیر ۸۵۵ اعلاء السنن (و التفصیل فیه) اعلاء السنن جلد ۲ کوئٹة۔

موسوعة فتح الملهم میں ہے:

السکون الذی هو طریق ما اجمع علی طلبه فی الصلاة أعنی الخشوع اه۔ کما فی القرآن قد أفلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون سورة المؤمنون آیة نمبر ۱ و ۲ و الخشوع المطلوب فی الصلاة هو السکون الذی أمر به النبی صلی الله علیه وآله وسلم بقوله "اسکنوا فی الصلاة" جلد ۳ فتح الملهم صفحه ۲۳۷ و قدمر أن الخشوع هو المطلوب الاصلی فی جمع أجزاء الصلاة جلد ۳ صفحه ۳۴۱، المراد الخشوع فی جمع أرکان الصلاة صفحه ۳۷۲، انه علیه السلام کان یشیر لرد السلام ثم صار منسوخاً مشمولاً بنسخ الکلام فتح الملهم جلد ۳ صفحه ۳۷۰ أمر به رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم من تسکین الأطراف فی الصلاة: فتح الملهم جلد ۳ صفحه ۳۷۱

و وجه عموم دلیل الرفع للدعاء و یجاب بانه مخصوص بما لیس فی الصلاة للاجماع علی ان لا رفع فی دعاء التشهد اه۔ فتح القدیر جلد ۱ صفحه ۳۷۵ لا یرفع الایدی الا فی سبع مواطن جلد ۱ صفحه ۳۷۸ و غیره و غیره۔

ترجمہ: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو بد خو گھوڑوں کی دم کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون سے ادا کرو یہ نماز میں سکون کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے اور نماز میں ہاتھ اٹھانا اس کے منافی ہے۔ اور سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے والے کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز میں سکون کرو۔ کیوں کہ اس فعل سے (نمازی) نماز سے خارج ہو جاتا ہے اس کو سیکھ لو۔ وہ سکون جس کے نماز میں مطالبہ پر اجماع ہے وہ خشوع ہے۔ شرع کو مطلوب نماز میں عدم حرکت کرنا ہے اور اس کا دار و مدار سکون اور خشوع پر ہی ہے۔

جان لو کہ احناف نے رکوع کو جانے اور اس سے اٹھنے کے وقت ہاتھ نہ اٹھانے کے لیے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث پر کہ سات مواضع کے علاوہ ہاتھ نہ اٹھانے پر دلیل کو پکڑا ہے۔(حالت تشہد ان سات مواضع سے نہیں لہٰذا اس میں رفع انگلی کہ دونوں ہاتھوں کے اٹھانے کے لیے کیا جاتا ہے جیسا کہ گزرا ہے اس حالت میں سے نہیں ہے) بے شک رفع کی احادیث دو حدیثوں پر منسوخ ہوئی ہے ایک ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور دوسری ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ وہ سکون جس کا نماز میں مطلوب اجماعی ہے خشوع ہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ یقیناًوہ مؤمنین کامیاب ہوئے جو کہ نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ سورۃ مؤمنون آیت نمبر ا و ۲ نماز میں مطلوب خشوع وہ سکون ہے جس کا حکم نبی کریم ﷺ نے اپنے اس حکم سے کیا ہے کہ اسکنوا فی الصلاۃ۔ نماز میں ساکن رہو اور یہ گزرا ہے کہ مطلوب اصلی خشوع نماز کے سارے اجزاء میں ہے۔ نماز کے کل ارکان میں خشوع مراد ہے۔ نبی کریم ﷺ جواب سلام کے لیے اشارہ کرتے تھے پھر وہ منسوخ ہوا کلام کے نسخ سے یکجا منسوخ ہوا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے نماز میں اطراف کے سکون کا حکم دیا ہے۔

ابن ہمام صاحب ہاتھ اٹھانے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا میں ہاتھوں کے اٹھانے کا عموم ہے مگر جواب یہ ہے کہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا اس دعا کے ساتھ خاص ہے جو کہ نماز میں نہ ہو اس لیے کہ اس پر اجماع ہے کہ حالت تشہد میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا نہیں ہے۔ اور سات مواضع کے علاوہ اور جگہ ہاتھ اٹھانا نماز میں نہیں ہے۔

نماز میں آٹھویں وجہ: آٹھویں وجہ یہ ہے کہ خارج از نماز ہاتھ اٹھانا یا اس کے جگہ ایک انگلی اٹھانا اس لیے ہے کہ جیسا نماز کے لیے کعبہ شریفہ قبلہ ہے اس طرح دعا کے لیے آسمان قبلہ ہے۔ ان السماء قبلة الدعاء كما أن الكعبة قبلة الصلاة: یعنی جیسا کہ کعبہ شریف نماز کے لیے قبلہ ہے اس طرح آسمان دعا کے لیے قبلہ ہے۔ موسوعۃ فتح الملھم جلد ۳ صفحہ ۳۷۷ اور روح البیان جلد ۶ صفحہ ۲۷ دار الاحیاء بیروت اور مرقات جلد ۵ صفحہ ۴۳ مکتبہ امدادیہ ملتان تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں اس رسالہ کے گذشتہ صفحات۔

مدعیان اشارہ برائے نفی واثبات بتائے کہ نفی اور اثبات کے لیے قبلہ کس کتاب میں ہے کہ کونسا ہے؟ اس لیے کہ مدعی پر بیان لازم ہوتا ہے۔

نوویں وجہ: وجہ نہم یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کتاب الاصل اور کتاب الآثار لمحمد اور کتاب الحجۃ میں ثابت ہوا ہے کہ نماز میں سکون ہے اشارہ کرنا نہیں موطا میں حدیث نقل کرنا صرف اس لیے ہے کہ نماز میں کنکری الٹ کرنا ایک بار کے علاوہ جائز نہیں اس پر دلیل اس کا ترجمۃ الباب ہی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب من کبر فی

نواحی الکعبة میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ شریف کو داخل ہوئے تو نواحی بیت اللہ میں تکبیر کہی اور نماز نہیں پڑھی۔ جلد ۱ صفحہ ۲۱۸ صحیح بخاری۔

اگر چہ اس حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیت اللہ شریف میں نماز نہیں کی مگر امام بخاری کا اس حدیث سے صرف بیت اللہ کے نواحی میں تکبیر ثابت کرنا مراد ہے جیسا کہ ترجمۃ الباب میں ہے من کبر فی نواحی الکعبة اور اس بات سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ساقط ہے کیوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب العشر میں حدیث نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول ﷺ نے بیت اللہ میں نماز ادا نہیں کی اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یقینا نماز ادا کی تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو سب نے قبول کیا اور اس پر عمل کیا اور فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو چھوڑ دیا گیا بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ شہادت دینے والے قول پر عمل ہو گا۔ حمیدی نے فرمایا یہ ایسا ہے جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ بے شک نبی ﷺ نے کعبہ میں نماز ادا کی اور فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نماز ادا نہیں کی تو لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہادۃ پر عمل کیا نہ کہ فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر۔ اس طرح بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۶۰ پر بھی فرمایا کہ لوگوں نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول لیا نہ کہ فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

دسویں وجہ: دسویں وجہ یہ ہے کہ اس پر اگر کسی نے بھی عمل کر لیا (اشارہ کیا) تو نماز کو لوٹانا پڑے گا۔ کیوں کہ حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ جس نے اپنی نماز میں اشارہ کیا اور اس سے فہم کیا گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی نماز کو دوبارہ ادا کرے۔ ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۳۶ اور ابو داؤد کی یہ بات کہ یہ حدیث وھم ہے مگر وھم کی کوئی وجہ بیان نہیں کی لہٰذا حدیث مجروح نہیں دوسری بات یہ ہے کہ اس کی توثیق بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اسطرح اس کو ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث جید کہا ہے ج ۱ ص ۳۵۸۔

جیسا کہ گزرا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کو شرح سنن دارمی نے جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ التعلیق المغنی نے نقل کیا ہے اور اس میں ابو غطفان کی توثیق بھی گزرے صفحات میں بیان ہوئی ہے۔ ضروری چھوٹی بات یہ ہے کہ جرح مبھم مقبول نہیں جیسا کہ کتب اصول فقہ میں ہے اور موسوعۃ فتح الملھم جلد ۳ صفحہ ۶۶۵ اور مسند بزار جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۱۱۶ حدیث نمبر ۸۴۱۶ جس میں فلیعد صلواتہ او قد فسدت ہے مطبوعہ دار الکتب بیروت کے صفحہ ۶۵ پر مذکور ہے جس کا منع آیات مذکورہ میں ہے ورنہ مذکورہ آیات قرآنی اور الٰہی احکامات کے خلاف ورزی کے زمرے میں پھنس جائے گا۔

ایک شبہ کا ازالہ: بعض متاخرین علماء کا یہ قول اگر چہ کتب ظاہر الروایات میں اشارہ کا ثبوت نہیں مگر نوادرات میں ہے۔

علامہ عبدالحی صاحب نے علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص ۱۱ میں نقل کیا جیسا کہ گزرا ہے وہ یہ کہ احادیث نبوی اور مسائل فقہیہ کی نقل بغیر کتب متداولہ سے جائز نہیں۔ کیوں کہ غیر متداولہ پر اعتماد نہیں۔ اس میں زنادقہ اور ملاحدہ نے الحاق کی ہے آگے لکھتا ہے بحر جلد ۶ صفحہ ۲۶۵ پر بھی ہے کہ اگر ہمارے زمانہ میں نوادر کی بعض کتب موجود ہو جائیں ان کے مسائل کی نسبت نہ امام محمد اور نہ امام ابی یوسف کو روا ہے الخ جیسا کہ اس کی تفصیل گزری ہے تو پھر اس کو مذہب بنانا کس طرح جائز ہو گا بلکہ کتاب الاصل سے اور شرح معانی الآثار سے اور کتاب الآثار لامام محمد اور کتاب الحجۃ سے تشہد میں عدم اشارہ مذکور ہے امام طحاوی تفصیل کے بعد تحریر فرماہیں کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اعضائِ بدن کی تسکین کا حکم دیا اور یہ قول کہ ہم نے بیان کیا اس باب میں یہ امام ابو حنیفۃ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اور کتاب الآثار کہ امہات الکتب میں سے اس میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ فرمایا نماز کی تعظیم کرو یعنی سکون سے ادا کرو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی قول ہے۔ وقار کا معنی سکون ہے۔ **مجمع بحار الانوار جلد ۵ صفحہ ۱۰۱ وصفحہ ۱۰۲** پر مذکور ہے۔ اور **کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ جلد ۱ صفحہ ۱۴۶ قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ**، امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ ہاتھ سے اشارہ کرے اس لیے کہ نماز میں شغل ہے اور صفحہ ۱۴۷ پر لکھتا ہے کہ محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اپنے نماز میں نمازی کے لیے اچھا نہیں کہ نماز میں کسی چیز کا اضافہ کرے جو نماز سے نہیں وہ اشارہ وغیرہ ہے۔ اس لیے کہ خشوع نماز میں سے ترک اشارہ ہے یعنی اشارہ نہ کرنا ہے۔

صفحہ ۱۴۷ صاحب بحر الرائق تحریر فرماہیں:

ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ لما قررہ الاصول من عدم امکان صدور قولین مختلفین متساویین من مجتھد والمرجوع عنہ لم یبق قولہ کما ذکرہ جلد ۶ صفحہ ۲۷۰۔

ترجمہ: جو ظاہر روایت سے خارج ہو تو اس سے رجوع کیا گیا ہے اس وجہ سے کہ علماء نے اصول میں ثابت کیا ہے کہ مجتہد سے دو قول مختلف مساوی ایک جیسے ممکن نہیں اور جس قول سے رجوع ہوا ہو وہ اس مجتہد کا قول نہیں رہا جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے۔

علامہ امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تضرع کی دعا میں چھوٹی انگلی اور ساتھ والی انگلی کو بند کرے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنائے اور مسبحہ سے اشارہ کرکے اور دعا کرے پھر دعا خفیہ کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اس وجہ سے املاء میں امام ابو یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نماز کے شروع کے وقت اور حجر اسود کے استلام کے وقت اور وتر میں قنوت کے

وقت اور عیدین کے تکبیرات کے وقت ہتھیلی انگلیوں سمیت قبلہ کی طرف ہو اور صفا و مروہ اور عرفات اور مزدلفہ اور جمرتین کے ہاں ہتھیلی انگلیوں سمیت ہاتھ اٹھانے کے وقت آسمان کی طرف ہو۔ اس لیے اس مقامات میں دعاء رغبت کرتے ہیں۔ **اھ مبسوط لسرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ جلد ۱ صفحہ ۱۶۶** تو بعد میں بعض نے غلطی سے اس سے تعبیر مروجہ اشارہ سے کیا جو کہ سراسر غلط اور قرآن و سنت اور مذہب حنفی کے خلاف ہے۔

ڈاکٹر مولا بخش سکندری کے مفروضے کا ابطال:

یہ مسکین علم مولانا سکندری تحریر کرتا ہے کہ عام متأخرین نے اشارہ سبابہ کے سنت ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ یہ دعویٰ بے دلیل ہے جو کہ کسی وجہ سے مقبول نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مذکورہ آیات قرآنی اور احادیث قولی کا مخالف ہے جس کو کوئی موحد مسلمان قبول نہیں کرے گا۔

آیئے تفسیر مظہری کا مطالعہ کریں:

مسئلہ: اذا افتی المجتهد و ظهر ان فتویٰ مخالف للکتاب او السنة وجب علینا اتباع الکتاب و السنة روی البیهقی فی المدخل باسناد صحیح الی عبدالله بن المبارک قال سمعت ابا حنیفة یقول اذا جاء عن النبی ﷺ فعلی الرأس و العین و ذکر عن الروضة العلماء عن ابی حنیفة قال اترکوا قولی بخبر الرسول ﷺ و قول الصحابة رضی الله عنهم و نقل عنه انه قال اذا صحیح الحدیث فهو مذهبی اه۔[1]

ترجمہ: جب ایک مجتہد فتویٰ دے اور ظاہر ہو جائے کہ اس کا فتویٰ قرآن یا سنت کے خلاف ہے ہم پر واجب ہے کہ ہم قرآن و سنت کی اتباع کریں مدخل میں صحیح سند کے ساتھ بیہقی میں ہے کہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے جب حضور علیہ السلام کا قول آئے ہمیں سر و چشم سے قبول ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روضۃ العلماء میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خبر کی وجہ سے میرا قول چھوڑ دو اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول کی وجہ سے بھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ہو جائے تو وہ میرا مذہب ہی ہے اور مدخل الکبیر اردو میں ہے۔ ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے سنا جب تم میری کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کوئی بات پاؤ تو سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق عمل کرو اور جو کچھ میں نے کہا ہے اسے چھوڑ دو۔ خطیب نے **والمتفقه (۱/۱۵۹) ابو نعیم فی الحلیه (۹/۱۰۷)** اور بیہقی کے مناقب (۱/۲۷۔۴۵۳) میں اس کی تخریج کی صفحہ ۱۸۴ پر معارف اسلامیہ منصورہ۔

---

[1] (مظہری جلد ۲ پارہ ۵ صفحہ ۱۵۵ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کسی کے لیے ہمارے قول پر عمل کرنا جائز نہیں جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ ہم نے یہ بات کہاں سے کی ہے۔ قاضی ابویوسف صاحب وامام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مدخل ۱۸۸ص حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے کہا اے عبد اللہ! اس آیت کے بارے میں کچھ بتائے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ الایۃ التوبۃ ۳۱۔ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ ان کی عرفی عبادت نہیں کرتے تھے، لیکن جب وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال قرار دیتے تو یہ اسے حلال سمجھتے تھے لیکن جب اللہ کی حلال کی ہوئی شے ان کی طرف سے حرام گردانی جاتی تو یہ بھی اسے حرام جانتے تھے۔ پس وہ اس طرح ان کے ارباب ہوگئے۔

ایک اور طریق سے یہ روایت یوں آئی ہے۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (اتخذوا الایۃ کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے ہاں جب وہ کوئی شے حلال کردیتے تو اسے استعمال کرتے اور جب حرام کردیتے تو اسے حرام سمجھ لیتے (بیہقی نے سنن (۱۰/۱۱۶) ابن جریر نے (۱۰/۸۱) ابن عبد البر نے (۲/۱۰۹) میں اس کی تحریر کی ہے۔

اور یہی روایت عدی بن حاتم نے رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ عدی ابن حاتم کہتے ہیں۔ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میری گردن میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے کہا یا عدی! یہ بت اپنی گردن سے نکال دو۔ عدی کہتے ہیں میں نے اسے نکال دیا اور آپ ﷺ کے قریب آیا تو آپ ﷺ سورۃ توبہ کی تلاوت کر رہے تھے چنانچہ یہ آیت پڑھی: اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: الیس یحرمون ما احل اللہ فیحرمونہ ویحلون ما حرم اللہ فیستعملونہ۔ میں نے کہا ہاں یارسول اللہ! ﷺ یہ تو ہے! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: پس یہی ان کی عبادت ہے اس کی تخریج بیہقی نے السنن میں، ترمذی نے باب التفسیر میں اور طبرانی نے الکبیر میں اپنے اپنے طریق پر اس کی تخریج کی ہے۔[1]

تیسری وجہ: علامہ سکندری صاحب کہتا ہے: روایات عدم اشارہ روایات اصول اور نوادر سے نہیں بلکہ واقعات اور فتاویٰ اور نوازل سے ہے جسے کا مرتبہ نوادر سے کم ہے ناظرین سے التماس ہے کہ یہ بھی دعویٰ بلادلیل ہے اور مردود ہے۔

خلاصۃ الفتاویٰ کا مصنف طاہر بن أحمد مسائل میں أعلام المجتہدین میں سے ہیں اس نے اسے واقعات اور خزانہ سے مختصر کی ہے یہ علماء کے ہاں معتبر کتاب اور فقہاء کے ہاں معتمد ہے۔[2]

---

[1] (مدخل کبیر اردو صفحہ ۱۸۷ و ۱۸۸ اور تفسیر مظہری عربی بلوچستان بک ڈپو جلد ۴ پارہ ۱۰ صفحہ ۱۹۴)

[2] (فوائد البہیہ صفحہ ۸۴ نور محمد کراچی)

احمد بن محمد الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: جلیل القدر امام ہیں مختصر الطحاوی اس کے مجتہد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ عالم بجميع المذاهب العلماء یعنی علماء کے سارے مذاہب پر عالم تھے۔ فوائد بهيئه جلد ۱ صفحه ۳۳ و ۳۴ و حالات مصنفین درس نظامی ۱۲۹-۱۳۷ تک ملاحظہ ہو۔

ابو بکر الراضی الجصاص مفسر مجتہد کا حال ملاحظہ کر چکے ہیں۔ یہ ہے سکندری کی ایمانداری تفصیل ان شاءاللہ دوسری رسالہ میں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی قلمبند کر دی جائے گی یہ بھی تعجب کی بات ہے اشارہ برائے رد سلام اور اشارہ برائے دعا کی احادیث منسوخہ کو نماز میں اشارہ مروجہ پر حمل کر کے اہل حق کی تردید کی۔

ایک اہم تحقیق:

ان كان المفتي غير مجتهد: اگر مفتی مجتہد نہ تھا تو اٹکل سے جواب نہ دے گا تاکہ اللہ تعالیٰ پر افتراء واقع نہ ہو جائے۔[1]

أما غير المجتهد ممن يحفظ اقوال المجتهد فليس بمفت و الواجب عليه اذا سئل ان يذكر قول المجتهد كابى حنيفة على جهة الحكاية۔اھ۔[2]

وہ مفتی جس نے صرف مجتہد کے اقوال یاد کیے ہوں اور مجتہد نہیں ہو تو اس پر واجب ہے کہ جب اس سے سوال کیا جائے کہ مجتہد کے قول بیان کریں جیسے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطور حکایت اس لیے کہ یہ شرعاً مفتی نہیں مگر سکندری صاحب نے اس کے سنت ہونے کے لیے کسی مجتہد کا نام نہیں لیا لہٰذا یہ سعی لاحاصل ہے اور مذہب کے خلاف مقبول نہیں۔

چوتھی وجہ: مسائل شرعیہ کے ثبوت کے لیے دلائل شرعیہ قرآن اور سنت اور اجماع ہے اور وہ قیاس مجتہد جو ان تین دلائل سے مستنبط ہو نہ کہ خواہشات مفتیان ہوں ان کا یہ منصب نہیں۔ فرض فرض ہے واجب واجب ہے سنت سنت ہے مستحب مستحب ہے یہ کسی مفتی کے فتویٰ کی وجہ سے تبدیل نہیں ہو سکتا نہ فرض کسی فتویٰ سے واجب یا سنت یا مستحب بن سکتا ہے اور نہ مستحب سنت یا واجب یا فرض کسی کے فتویٰ سے بنتا ہے وغیرہ وغیرہ تو یہ سکندری صاحب کی واضح جہالت ہے کہ بعض متأخرین مفتیوں کے فتویٰ سے اشارہ سنت ثابت کرتا ہے۔

اس لئے کہ یہ قول مشرکین سے مشابہت رکھتا ہے جس کا بیان سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۶ و ۳۷ میں ہے۔

اشرف علی تھانوی بیان قرآن میں تحریر کرتا ہے:

عود بذكر بعض جهالات كفريه مشركين۔

[1] (قاضی خان صفحہ ۳)

[2] (عمدۃ الرعایہ مقدمہ صفحہ ۱۱)

اس جہالت کا حاصل تبدیل احکام متعلقہ زمان تھا۔اھ۔

تعریف سنت: ان السنۃ ما واظب علیہ النبی ﷺ۔ یعنی سنت وہ ہے جس پر نبی ﷺ نے ہمیش گیری کی ہو۔[1]

اعلم ان المشروعات اربعۃ أقسام فرض و واجب و سنۃ و نفل فما کان فعلہ اولی من ترکہ مع منع الترک ان ثبت بدلیل قطعی ففرض أو ظنی فواجب و بلا منع الترک ان کان مما واظب علیہ الرسول اللہ ﷺ او الخلفاء الراشدون من بعدہ فسنۃ و الا فمندوب و نفل الخ۔

یعنی چار قسم مشروعات ہیں فرض اور واجب اور سنت اور نفل۔تو جس کا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہو اور نہ کرنے سے منع آیا ہو اگر دلیل قطعی سے ثابت ہو تو یہ فرض ہے۔اور اگر دلیل ظنی پر ثابت ہو تو یہ واجب ہے۔اور ترک کرنے سے منع نہ ہو اگر اس پر نبی کریم ﷺ نے ہمیش گیری کی ہو یعنی ہمیشہ کیا ہو یا آپ ﷺ کے بعد خلفاء الراشدین نے اس پر مواظبت کی ہو تو یہ سنت ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مندوب اور نفل ہے۔[2]

ان التفاوت فی الاحکام انما یکون بتفاوۃ الخطاب دون العقل تمہید ابی شکور سالمی ص ۱۱۔

یعنی احکام میں تفاوت عقل سے نہیں بلکہ خطاب کے تفاوت کی وجہ سے ہے۔

وجہ پنجم: سکندری صاحب کا اقرار کہ عام متأخرین نے اشارہ بالسبابہ کے سنت ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔جواباً عرض ہے کہ سکندری صاحب نے بالواسطہ طور پر شاہ صاحب کی تصدیق کی ہے کہ اصل مذہب اور متقدمین کے ہاں یہ اشارہ نہیں ہے پھر ان کا ان متأخرین کی اتباع نصوص قرآن کی صریح خلاف ورزی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

(۱) اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (۵) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحۃ ۶)

یعنی ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔

تفسیر: صراطِ مستقیم سے مراد اسلام یا قرآن یا خُلقِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضور کے آل و اصحاب ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صراطِ مستقیم طریقِ اہلِ سنت ہے جو اہلِ بیت و اصحاب اور سنّت و قرآن و سوادِ اعظم سب کو مانتے ہیں۔

"صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" جملہ اُولیٰ کی تفسیر ہے کہ صراطِ مستقیم سے طریقِ مسلمین مراد ہے،اس سے بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں کہ جن امور پر بزرگانِ دین کا عمل رہا ہو وہ صراطِ مستقیم میں داخل ہے۔

(۲) يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (النساء ۲۶)

---

[1] (شامی جلد ۱ صفحہ ۴۹۰ مصری)

[2] (شامی جلد ۱ صفحہ ۷۶ مصری)

اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے صاف بیان کر دے اور تمہیں اگلوں کی روشیں بتادے (انبیاء و صالحین کی) اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ: أي مناهج من تقدمكم من الانبياء و الصالحين لتفتقوا أثرهم و تتبعوا سيرهم۔[1]

یعنی آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام اور نیک بندوں رحمہم اللہ تعالیٰ کے راستے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتائے تاکہ آپ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کے سیرتوں کا اتباع کریں (نہ کہ ان کے خلاف فتویٰ جاری کریں)۔

مجلہ میں ہے:

الاصل بقاء ما كان على ما كان صفحه ٨٧، ٢٧٤ ماده و صفحه ٥ ملاحظه هو۔ شرح مجله سليم رستم باز صفحه ٢٠ وغيره اور شرح مجله محمد خالد الاتاسی جلد ١ صفحه ٢٠ اور درر الحكام شرح مجله تاليف على حيدر جلد ١ صفحه ٢٣۔

ماده: القديم يترك على قدمه: مجله صفحه ٨٧ ماده نمبر ٦ اور شرح مجله رستم باز صفحه ١٢١ اور الاتاسی جلد ١ صفحه ٢٣ اور درر الحكام جلد ١ صفحه ٢٤ یعنی پرانا اپنے حال پر چھوڑا جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے: حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ انہیں نماز کے درمیان وضو ٹوٹنے کا شک لاحق ہوتا رہتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک نماز نہ توڑو جب تک کہ تمہیں بدبو محسوس نہ ہو جائے یا تم (ریح کی) آواز نہ سن لو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: اس حدیث میں اسلام کے اصول اور قواعد میں سے ایک عظیم اصل اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اشیاء کو ان کی اصل پر باقی رکھنے کا حکم کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے خلاف یقین دہانی ہو جائے الخ۔[2]

لا مساغ للاجتهاد فی مورد النص ماده نمبر ١٤ صفحه ٨٨ وغيره۔

الاجتهاد لا ينقض بمثله ماده نمبر ١٦ صفحه ٨٨ مجله نمبر ٨٨ اور شرح مجله رستم باز صفحه ٢٥، ٢٦ اور شرح اتاسی جلد ١ صفحه ٤٠ و صفحه ٤٥ اور درر الحكام جلد ١ صفحه ٣٢ و ٣٤ نص کے باوجود اجتہاد کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور ایک اجتہاد اپنے جیسے اجتہاد سے ٹوٹ نہیں جاتا۔ اس وجہ سکندری صاحب کا نقل کردہ اور بیان کردہ فتویٰ سے کوئی کام نہیں بن سکتا ہے۔ باقی رہا سکندری کا یہ حکم کہ عدم اشارہ روایات اصول میں سے نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے

---

[1] (روح المعانی جلد ٥ صفحه ١٣ امدادیه ملتان)

[2] (مسلم جلد ١ صفحه ١٥٨ حدیث نمبر ٧٠٨ و ٧٠٩)

کہ ان کے ہاں قرآن و سنت اصول میں سے نہیں جو کہ ہم نے مختصراً بیان کیا۔ اس لیے ان کو اپنا حکم خود سوچنا چاہئے۔ اور تفسیر مظہری میں ہے پیچھے خلاف پہلے اجماع کو ختم نہیں کرتا مظہر جلد ۳ صفحہ ۳۴۳ پارہ ۸۔

اور علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر کرتے ہیں:

لا یجوز تقلید من لا سلف له۔[1]

اصل عبارت اس طرح ہے:

لا یجوز لنا تقلید البزازیه و من تبعه فی ذلک حیث لم نر لهم سلفا و مستنداً بل راینا صریح النقول فی المذهب و غیره مخالفة لکلامهم۔

یعنی ہمیں بزازی اور اس کے متعین کا تقلید کرنا جائز نہیں ہے اس بارے میں پہلے مذکور ہے۔ اس وجہ سے کہ ہم ان کے لیے سلف اور مستند نہیں دیکھے ہیں بلکہ ہم مذہب میں صریح نقول ان کے کلام کے مخالف دیکھتے ہیں۔

قابل غور بات: مندرجہ بالا وجوہات اور گزشتہ آیات قرآن بابت خواہشات ایک مبین دلیل ہے کہ سکندری صاحب کا منقولہ فتویٰ ایک موحد مسلمان کے لیے کبھی بھی قابل تسلیم اور قابل عمل نہیں دعا ہے کہ اللہ جل مجدہ سکندری صاحب کی تقلید سے سارے مسلمانوں کو محفوظ اور مامون رکھے۔ محترم سکندری صاحب کی ایک اور بات ملاحظہ ہو۔

وہ یہ کہ لکھتا ہے کہ عدم روایات اصول اور نوادر سے نہیں بلکہ واقعات کی روایات سے ہے: جواباً عرض ہے کہ مقولہ ہے۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات۔ کیا ہدایہ واقعات سے ہے؟ جس کا مرتبہ بیان ہوا ہے گزشتہ اوراق میں کیا کتاب الاصل واقعات میں سے ہے؟ جس کا حوالہ گزرا ہے۔ کیا کتاب الآثار واقعات سے؟ جس کا مقام بیان ہوا ہے۔

کیا رقایۃ الروایات واقعات میں سے؟ جس کا مقام **مقدمہ عمدۃ الرعایہ صفحہ ۱۰** پر ملاحظہ ہو کیا متون میں سے متن لابی جعفر الطحاوی واقعات میں سے ہے؟

علامہ عبدالحی لکھنوی مقدمہ عمدۃ الرعایہ صفحہ ۱۰ پر لکھتا ہے:

المراد بالمتون فی قولهم ما فی المتون مقدم۔۔۔ التی الفها حذاق الائمة و کبار الفقهاء المعروفین بالعلم و الزهد و الفقه و الثقة کابی جعفر الطحاوی اه۔

یعنی مراد متون میں سے وہ متون ہے جن کی تالیف عقل مند، ہوشیار ماہرین ائمہ اور بڑے فقہاء کا جو کہ علم اور پاکیزگی اور فقہ میں ثقہ ہونے میں مشہور ہے جیسے **امام ابو جعفر طحاوی، اھ۔**[2]

---

[1] (رسائل ابن عابدین جلد ۱ صفحہ ۳۳۵)

[2] (مقدمہ نمبر ۱۰)

ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انگلیوں کو بکھرے ہوئے کرے: ولایشیر شئ منھا اور ان میں سے کسی پر اشارہ نہ کرے اور دلیل میں ہدایۃ کی طرح وائل بن حجر کی منقول حدیث بیان کی اور شارح علامہ جصاص نے بھی شرح مختصر الطحاوی میں اس کی تاکید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اپنی انگلیوں کو بکھرے ہوئے کرے اور ان میں سے کسی پر اشارہ نہ کرے کیوں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو بند رکھ دو اور نماز میں سکون کرو۔[1]

یعنی عدم اشارہ نماز میں روایتاً ثابت ہے۔ اسی طرح قرآن میں بھی ہے جیسا کہ گزرا ہے کہ **کفوا ایدیکم الخ۔**

اس سے ناظرین علامہ سکندری صاحب کی ایمانداری دیانتداری، سچائی و دھوکہ دہی معلوم کریں کہ وہ کتنا دشمن حق ہو کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ اس جیسے اشخاص نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو غلط نسبت کی ہے کہ انہوں نے نوادر اور املا میں یہ کہا ہے اور یہ کہا ہے تاکہ مذہب حنفی کی جڑ کمزور کر کے لوگوں کے ذہن میں یہ راسخ کرے کہ ائمہ احناف اتنے بے علم ہیں کہ ان کی بات ایک نہیں ایک جگہ ایسا لکھا ہے اور دوسرے جگہ میں یوں لکھا لہٰذا مذہب حنفی با اعتماد مذہب نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ حنفی کتابوں کو بھی حتی المقدور رد وبدل کرتے رہتے ہیں اس لیے ان کو یعنی احناف کو ان لوگوں کی باتوں سے ہوشیار رہنا ضروری ہے تاکہ لا مذہب نہ ہو جائیں۔ یہ بات ذہن نشین کریں۔

نچوڑ

یہاں تک کہ بطریق اختصار جو بیان ہوا یہ بطریق حوالہ جات ہے نہ کہ اپنی خواہشات سے اور ناقل پر تصحیح نقل ہوتی ہے نہ کہ اس سے بڑھ کر جواب دہی سابقہ اوراق میں ذکر ہوئی کہ احادیث فعلی مثبتین اشارہ برائے نفی واثبات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ احادیث قولی پر دارومدار شریعت کا ہے اس لیے قولی حدیث پر عمل ہوتا ہے نہ کہ فعلی پر۔

۲۔ ان کی پیش کردہ احادیث میں اضطراب ہے اس لیے اس پر دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

۳۔ اس سے نسخ آیات قرآنی لازم آتا ہے اور احادیث اُحاد پر نسخ آیاتِ قرآنی شیوہ ملحدین ہے۔

۴۔ ان احادیث اشارہ برائے دعا اور رد سلام کے لیے ہے نہ کہ اثبات توحید کے لیے۔

۵۔ توحید کے لیے اقرار لسانی اور تصدیق قلبی کافی ہے۔

[1] (شرح مختصر الطحاوی جلد ۱ صفحہ ۶۲۸ و ۶۲۹ کریمیہ کوئٹہ)

۶۔ اقرار لسانی اور تصدیق قلبی کے ساتھ اشارہ بالجوارح کا ثبوت نہ قرآن کریم میں ہے نہ احادیث رسول مقبول ﷺ کے ارشادات میں اور نہ صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین سے منقول ہے۔

۷۔ یہ بھی گزرا یہ احادیث فعلی ارشاد رسول مقبول ﷺ کہ اسکنوا فی الصلوٰۃ اور نماز میں شغل ہے وغیرہ مذکور شدہ۔

۸۔ حق کسی کی خواہشات کے تابع نہیں۔

۹۔ خواہشات تابعداری موجب ضلالت ہے۔

۱۰۔ کسی کی خواہش کی تابعداری آیات قرآنی مذکورہ سے ممنوع اور موجب ضلالت ہے۔

۱۱۔ نماز میں اشارہ کرنے والے کو حضور علیہ السلام نے حکم اعادہ نماز کا کیا ہے۔

۱۲۔ اس میں رسول مقبول ﷺ کے اس قول کی صریح خلاف ورزی ہے جس کو ابوالوفاء افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار کی تشریح میں ذکر کیا ہے۔ وہ یہ: کفوا ایدیکم فی الصلاۃ۔ نماز میں اپنے ہاتھوں کو بند رکھو۔

۱۳۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کے اس حکم، امر کا توڑ ہے۔ جس کو امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ مکتوبات مترجم اردو جلد ا صفحہ ۲۰۷ اور مبسوط السرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جلد ا صفحہ ۲۳ میں ذکر کیا وہ یہ کہ فرمایا اور حکم کیا:

فلیوجه من اعضائه القبلة ما استطاع۔

جہاں تک ہو سکے اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے۔

۱۴۔ اس میں ارشاد نبوی ﷺ کی بھی کھلی مخالفت کرنا ہے کہ فرمایا:

الحدیث المشهور: ان النبی ﷺ قال لا ترفع الایدی الرفع فی سبع مواطن الخ مبسوط جلد ۱ صفحہ ۱۴ وغیرہ جو گزرے ہیں اور فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۲۶۹ و صفحہ ۲۷۱ کے ساتھ کفایۃ یعنی یہ مشہور حدیث شریف ہے کہ سات مواضع کے علاوہ اور جگہ نماز میں ہاتھ مت اٹھاؤ۔

۱۵۔ ان میں سند کے اضطراب کے علاوہ لفظی اضطراب بھی ہے۔

۱۶۔ اور یہ قاعدہ ہے: اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔[1]

۱۷۔ الرفع للدعاء مخصوص بما لیس فی الصلاۃ للاجماع علی انه لا رفع فی دعاء التشهد۔[2]

یعنی اس پر اجماع ہے کہ تشہد میں دعا کے وقت رفع ایدی نہیں یہ اس دعاء کے ساتھ خاص ہے جو نماز سے خارج ہو۔

---

[1] (اعلاء السنن جلد ۲ صفحہ ۵۷۵، ۶۱۰، ۶۴۹ مکتبہ امدادیہ کوئٹہ)

[2] (مراقی الفلاح، میر محمد کتب خانہ کراچی صفحہ ۷۸ اور فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۵)

۱۸۔ والصواب عندی انه کان للدعاء۔۔ و فی الحدیث تصریح بان الرفع کان للدعاء فیض الباری شرح صحیح البخاری لمولانا محمد انور شاہ الکشمیری الدیوبندی جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ اور تحریرات حدیث علی أصول التحقیق۔ مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ ۱۴۷ اور تعلیق ابو الوفاء الافغانی کتاب الآثار لامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ ۵۸۳ وغیرہ اور الجوهر النقی ذیل السنن الکبریٰ بیهقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۹ اشرفیہ ملتان للعلامہ علاء الدین ابن لترکمانی۔ وغیرہ یعنی رفع مسبحہ برائے دعاء اخر نماز میں تھا اب نماز میں اس کا رفع منسوخ ہے اور خارج از نماز باقی ہے اپنے حال پر۔

۱۹۔ یہ اس آیت قرآنی کا خلاف کرنا ہے: هم فی صلٰتهم خشعون۔ تفصیل گزری ہے۔

۲۰۔ یہ آیت الٰہی: قوموا للہ قانتین کے خلاف ہے۔ تفصیل گزری ہے۔

۲۱۔ اس طرح فول وجهک اور فولو وجوهکم چار دفعہ تفصیل گزری ہے ملاحظہ ہو۔ اس میں ذکر ہے جزء کا اور اس سے مراد کل بدن ہے جس کی تفسیر منیر سے تفصیل گزری ہے۔ اس پر دلیل حدیث مرویہ امام بخاری کی ہے وغیرہ اور تفسیر کبیر سے تفصیل گزری ہے اور تفسیر خازن بھی کا عبارت بھی اس صفحہ پر ہے اور تفسیر بحر المحیط کی عبارت تفصیل گزری ہے۔

۲۲۔ اس طرح کفوا ایدیکم۔ سورۃ النساء تفصیل گزری ہے۔

یعنی حکم خداوندی اور فرمان رسول اللہ ﷺ سے نماز میں خشوع اور سکون اور انگلی یا ہاتھ نہ اٹھانا نماز میں مامور بہ ہے تو کس طرح یہ جائز ہو سکتا ہے کہ ہم نماز میں اشارہ کریں۔

ان کی اطاعت سبب رحمت الٰہی:

۱۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ آل عمران آیت نمبر ۱۳۲

ترجمہ: اور خوشی سے کہنا مانو اللہ تعالیٰ اور رسول کا امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے۔

۲۔ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (النساء ۱۳)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو ایسی بہشتوں میں داخل کر دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

۳۔ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (الاحزاب ۷۱)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

۴۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (المجادلة ۱۳)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

۵۔ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ (آل عمران ۱۷۲)

ترجمہ: وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ اُنہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نکوکاروں اور پرہیز گاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔

(۲۳) مذکورہ پانچ بار حکم الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کا خلاف ورزی اور ان آیات میں بیان شدہ اجر سے اشارہ کرنے سے محروم ہونا ہے۔

یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے سبقت ممنوع ہے۔

۶۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ الحجرات نمبر ۱

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو (یعنی تمہیں لازم ہے کہ اصلاً تم سے تقدیم واقع نہ ہو، نہ قول میں، نہ فعل میں کہ تقدیم کرنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب و احترام کے خلاف ہے بارگاہِ رسالت میں نیاز مندی و آداب لازم ہیں۔

شانِ نزول: چند شخصوں نے عیدِ اضحیٰ کے دن سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے قربانی کرلی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ بعضے لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کردیتے تھے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی سے تقدم نہ کرو۔ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)) اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔

مخالفت کرنے والوں کا ثمرہ:

۷۔ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ۔ المجادلة نمبر ۵

ترجمہ: بیشک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کئے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلّت دی گئی (رسولوں کی مخالفت کرنے کے سبب) اور بیشک ہم نے روشن آیتیں اتاریں (رسولوں کے صدق پر دلالت کرنے والی) اور کافروں کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

۸۔ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ۔ المجادلة ۵۔

ترجمہ: بیشک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

خدا اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم سے پہلو تہی کرنا:

۹۔ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ مُعْرِضُونَ۔ النور نمبر ۴۸

ترجمہ: اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے درمیان میں فیصلہ کردیں تو ان میں سے ایک گروہ پہلو تہی کرتا ہے۔

اور حکم الٰہی ہے:

۱۰۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ ہم نے اس فیصلے کو حکم ربی سے لے لیا ہے اور فیصلہ اس میں ہماری طرف پر کیا گیا ہے وہ یہ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الاحزاب ۲۱)

جواب: عرض یہ ہے کہ مذکورہ آیت مثبتین کے لیے کسی طرح بھی دلیل نہیں پہلے ترجمہ آیت کا: بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ اول یہ کچھ تفصیل سے ذکر کیا گیا کہ مذکورہ احادیث فعلیہ برائے اشارہ نفی واثبات کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد دعا ہے۔

اور اس طرح پیر طریقت رہبر شریعت غوث الزمان شیخ القرآن و شیخ الحدیث اور شیخ الشیوخ حضرت علامہ عبدالہادی صاحب شاہ منصوری قدس اللہ سرہ تسھیل الترمذی میں رقم طراز ہے:

ذکر امام الربانی منعھا و اجاب عن الاحادیث الواردة بثبوتھا جواباً شافیا فی کتاب المسمی بالمکتوبات فعند اصحاب المتون والشراح کلھم ممنوعة ای الاشارة المصطلحه برفع السبابة فی النفی والوضع فی الاثبات لانھم یقولون ماوجدفیھا حدیث صحیح کماھو مفصل فی المکتوبات نعم منعھا ثابت بحدیث النسائی فی صفحه ۱۷۶۔ اسکنوا فی الصلوة انتھی و فی الحاشیة (کان ھذا من علل ترک الاشارة الی التوحید فی التشھد انتھی تسھیل صفحه ۵۸۔ بانھا تنافی السکون اخذ ذلک من ھذه الروایة) اعنی لفظ اسکنوا فی الصلوٰة اھ سندھی علی النسائی صفحه ۱۷۶ ایضاً: قال طحاوی صفحه ۱۵۳ فی حدیث عیسیٰ یشیر فی الدعاء باصبع واحد۔ انتھی و فی جوھرة النقی فی الرد علی البیھقی فی حدیث وائل مرفوعاً اشار بالسبابة یدعوا دلیل علیٰ ان ذلک کان فی اخر الصلوة انتھی۔ فثبت

بما ذکرہ رفع السبابۃ للدعاء فی آخر الصلوۃ لا فی القعدۃ الاولیٰ اذ لا دعاء فیھا (فالصلوۃ بدون الاشارۃ مامور بہ و فی الاشارۃ ترک مامور بہ، اھ۔[1]

یعنی: امام ربانی نے اشارہ کا منع اپنے کتاب مکتوبات میں ذکر کیا ہے اور اس کے ثبوت احادیث واردہ کا جوابات دیا ہے تو اشارہ مصطلحہ مسبحہ اٹھانے سے نفی پر اور رکھنے سے اثبات پر سب اہل متون اور شروح کے ہاں ممنوع ہے اس لیے کہ کہتے ہیں کہ اس بارے کوئی حدیث صحیح نہیں پائی گئی۔ جیسا کہ مکتوبات میں تفصیل سے ذکر ہے۔ اس سے منع نسائی شریف کے حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں سکون کرو اور نسائی کے حاشیہ پر علامہ سندھی نے ذکر کیا ہے کہ تشہد میں اشارہ نہ کرنے کا یہ اس کے علتوں میں سے ہے اس لیے کہ یہ سکون سے مخالف ہے یہ اس روایت سے لیا گیا ہے میرا مطلب لفظ اسکنو فی الصلوٰۃ کہ نماز میں سکون کرو۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ دعا میں ایک انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ اور جوھرۃ النقی میں امام بیہقی پر رد کرنے میں مرفوع حدیث وائل میں ہے کہ مسبحہ پر اشارہ سے دعا کرتے تھے اس پر دلیل ہے کہ یہ نماز کے آخر میں تھی تو اس کے بیان کردہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ مسبحہ اٹھانا دعاء کے لیے تھا نماز کے آخر میں نہ پہلے قعدہ میں اس لیے کہ اس میں دعا کرنا نہیں ہے تو بغیر اشارہ کے مامور بہ ہے یعنی نماز کا امر بغیر اشارہ کے ہے اور اشارہ کرنے میں جس کا امر ہوا ہے وہ چھوڑ دینا ہے۔ انتھی۔

جواب آخر: امام حجۃ الاسلام علامہ الرازی الجصاص الحنفی المجتہد المفسر نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں ذکر کیا ہے:

یقتضی ظاھرہ الندب دون الاجاب لقولہ تعالیٰ (لکم) مثل قول القائل لک ان تصلی و لک ان تصدق لا دلالۃ فیہ علی الوجوب بل یدل ظاھرہ علی ان لہ فعلہ و ترکہ الخ۔

ترجمہ: اس آیت کا ظاہر دلیل ندب ہے واجب کرنے کا نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے لکم فرمایا جیسا کہ کوئی کہے آپ کے لیے نماز کرنا ہے اور آپ کے لیے تصدق کرنا ہے تو اس میں واجب ہونے کے لیے کوئی دلیل نہیں بلکہ ظاہر طور پر اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے لیے اس کا کرنا اور نہ کرنے کا اختیار ہے۔

خدا اور رسول کے حکم میں مؤمن اور مؤمنہ کے لیے اختیار نہیں

١١۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (الاحزاب ٣٦)

ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا۔

---

[1] (تسھیل الترمذی صفحہ ٥٩)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی عدم اطاعت سے اعمال برباد ہوتے ہیں:

١٢۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد ٣٣)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

ماننے والا جنتی ہے اور نہ ماننے والا دوزخی ہے:

١٣۔ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا (الفتح ١٧)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔

مخالفت کرنے والوں کا انجام:

١٤۔ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَالَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا (الاحزاب ٦٦)

ترجمہ: جس دن ان کے منھ اُلٹ اُلٹ کر آگ میں تلے جائیں کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

آگے آیت نمبر ٦٧ کا ترجمہ بھی سن لیجئے: اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا۔

مخالفت اللہ و رسول کا انجام:

١٥۔ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا (الجن ٢٣)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لئے جہنّم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

١٦۔ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ (التوبة ٦٣)

ترجمہ: کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔

١٧۔ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ (النور ٤٧)

ترجمہ: اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور حکم مانا پھر کچھ ان میں کے اس کے بعد پھر جاتے ہیں اور وہ مسلمان نہیں۔

مخالفت رسول اللہ ﷺ ممنوع ہے:

۱۸۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

۱۹۔ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ (النساء ۱۴)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اسکی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

حضور علیہ السلام کے فیصلہ سے پہلو تہی کرنا مضر ہے اور کام منافق ہے۔

۲۰۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا۔ النسآء نمبر ۶۱

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

وعید پہلو تہی پر:

۲۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران ۳۲)

ترجمہ: تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔

۲۲۔ فرمان الٰہی ہے:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (المائدہ ۹۲)

ترجمہ: اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمّہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔

۲۳۔ حکم ربی ہے:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ (الانفال ۱)

ترجمہ: اور اللہ و رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔

۲۴۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ (الانفال ۲۰)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اسے نہ پھرو۔

۲۵۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (الانفال ۴۶)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی اور صبر کرو بیشک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

۲۶۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (التغابن ۱۲)

ترجمہ: اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منھ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے۔

۲۷۔ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (النور ۵۶)

ترجمہ: اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔

۲۸۔ قرآنی حکم ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (النساء ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے۔

اطاعت رسول اطاعت خداوندی ہی ہے:

۲۹۔ فرمان خداوندی ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا (النساء ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منھ پھیرا تو ہم نے تمھیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

۳۰۔ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (النور ۵۴)

ترجمہ: تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمّہ وہی ہے جس اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمّہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

اطاعت رسول ﷺ کا ثمرہ:

۳۱۔ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الحجرات ۱۴)

ترجمہ: اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کروگے تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مخالفت کا نتیجہ:

۳۲۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الانفال ۱۳)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اسکے رسول سے مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اطاعت کا ثمرہ:

۳۳۔ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (النساء ۶۹)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

قابل توجہ نکتہ:

اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اطاعت کرنے والوں کے لیے وعد اور ثواب عظیم اور پہلو تہی کرنے والوں کے لیے وعید شدید مذکورہ کو مد نظر رکھ کر علماء ربانین نے ایک مسلمہ قاعدہ مقرر کیا کہ جب حدیث قولی اور فعلی کا تعارض بہ ظاہر واقع ہو جائے تو عمل حدیث قولی پر ہوگا نہ کہ فعلی پر۔ اور حدیث فعلی حسب موقع منسوخ یا یہ کہ یہ عمل خاص ہے رسول اللہ ﷺ کیلئے یا برائے بیان جواز ہے یا ایک ضرورت کے وجہ سے ہوا ہے مگر عام شریعت قولی کی طرح نہیں۔ اور اگر فعل رسول مقبول ﷺ بغیر تعارض ہو تو وہ ہماری نسبت کے اعتبار سے چار قسم ہیں۔ مباح، مستحب، واجب اور فرض ہے۔ کذا فی کتب الاصول الفقہ۔ اور مستحب سے مراد یہ ہے کہ جانب کرنا راجح ہو اور ترک پر عقاب نہ ہو یعنی مستحب نفل اور سنت دونوں کو شامل ہے۔

مطلب: یہ کہ اگر بالفرض کوئی حدیث فعلی ثابت بھی ہو جائے تو اس کا حکم یہ ہے جو کہ بیان ہوا یعنی اس سے کوئی نص قرآنی اور قول رسول ﷺ دونوں ساقط نہیں ہو سکتے۔

آمدم بر سر مقصد:

۳۴۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ (المجادلة ۲۲)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کُنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

مقصد: یہ کہ منسوخ شدہ اور خلاف مذہب پھر بھی وہ رد سلام کے لیے یا نماز کے آخر میں دعاء کے لیے احادیث غیر مراد منہ ہم معمول نہ بنائیں۔ اللہ ہمیں قرآن اور سنت پر صحیح طور پر عامل بنادے۔

تسہیل ترمذی سے گزرا ہے کہ اشارہ اصاحب متون اور شراح سب کے ہاں ممنوع ہے تسہیل صفحہ ۵۸ اس طرح ۵۹ پر رقم طراز ہے کہ ظاہر روایات کے علماء اور اصحاب متون اور شروح فقہاء کے ہاں اشارہ نہیں آپ جیسے مفتی اعظم خیبر پختونخوا شیخ الشیوخ مولانا الحاج شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ الاجوبۃ المنیفۃ نے تحریر کیا ہے کہ متون معتبرہ نے اشارہ کو ممنوع قرار دیا صراحۃً جیسے خلاصہ کیدانی اور تنویر وغیرہ بعض نے اشارہ کو دلالۃً جو کہ اقویٰ ہے ممنوع قرار دیا ہے جیسے صاحب کنز کے قول اور ہدایہ اور قدوری اور وقایۃ الروایات اور مختصر الوقایۃ اور ملتقے وغیرہ صفحہ ۴ منظور عام پریس پشاور اور علامۃ عبدالحی لکھنوی نے مقدمہ عمدۃ الرعایۃ میں متون معتبرہ مقدم میں سے مختصر لابی جعفر الطحاوی کو شمار کیا ہے اور ابی جعفر الطحاوی والکرخی والحاکم الشہید والقدوری کو حذاق الائمۃ وکبار الفقہاء المعرفین بالعلم والزھد والفقہ والثقۃ فی الروایات گردانا ہے اس طرح مختصر الطحاوی کی شرح مصنفہ الجصاص الفقیہ مفسر مجتہد میں واضح الفاظ میں مدلل طور پر اشارہ کا منع ذکر کیا جیسا کہ گزرا ہے۔

مندرجہ بالا مفصل وجوہات مذکورہ کے وجہ سے مندرجہ ذیل کتب میں اشارہ کو حرام قرار دیا ہے۔

ا۔ متن معتبرہ خلاصہ کیدانی اور مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نمبر ۳ خلاصۃ مزیل الشبہات

(۴) احل المشکلات

(۵) احل المشکلات بحوالہ قریشیۃ

(۶) شرح قریشیہ

(۷) بحوالہ مجموعہ خانی فی احل المشکلات صفحہ ۴۷ اور

(۸) خلاصہ کیدانی کی توثیق حضرت علامہ میاں ظاہر شاہ حنفی القادری ایم اے اسلامیات قادری نے تشریحات ظاہریہ میں کی ہے اور آپ کے فتویٰ کو درست مانا ہے۔

(۹) میر شرح خلاصہ ۱۰ ص

(۱۰) فتاوی الغرائب

(۱۱) فتح الرحمات فی عدم الاشارۃ علی مذھب استعمال

(۱۲) انوار التحقیق

(۱۳) مولوی عبد الحکیم علی مراح الارواح

(۱۴) و اما عدمو لانا لطف اللہ ابن عبداللہ النفسی الکیدانی وغیرہ کصاحب الغرائب الاشارۃ حرام فمبنی علی انھا منسوخۃ و العمل بالمنسوخ حرام کما فی الاشباہ و النظائر معزیاالی مناقب الکردری مع انھا مفوتۃ للخشوع (خشوع نمازمیں فرض ہےاس طرح غرائب القرآن ج۵ص۱۰۸ادارالکتب بیروت جس نے خشوع نہ کیاتواس کی نمازفاسدہوئی۔) و توجیہ الاصابع الی القبلۃ و النظر الی الحجر التی نطق بھا الکتاب و السنۃ اہ فتح الرحمان صفحہ ۱۹ العالم الکبیر الشیخ محمد فاروق بن عبد الغفور بن عبد العلی مورخہ ۱۲۳۱ھ مولوی عبد الحکیم صاحب نے بھی وجہ نسخ حدیث بیان کی۔

ترجمہ: مولوی محمد فاروق نے فرمایا: مولانا لطف اللہ الکیدانی اور صاحب غرائب نے اشارۃ کرنا نماز میں حرام شمار کیا ہے فرمایا کہ اشارہ حرام ہے تو اس پر بنا ہے کہ حدیث اشارہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے جیسا کہ صاحب اشباہ والنظائر نے علامہ الکردری کو منسوب کر کے بیان کیا۔ اس کے باوجود کہ اس سے خشوع اور قبلہ کی طرف انگلیوں کا کرنا اور اپنے سینہ کو دیکھنا فوت ہو جاتا ہے جس پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ نے گفتگو کی ہے اور بیان کیا ہے صاحب تسھیل الترمذی نے فرمایا اشارہ کرنے سے مذکورہ سنت اعمال فوت ہو جاتے ہیں اور سنت کے خلاف کرنا تو بدعت ہوتا ہے جس سے اشارہ کرنا واضح طور پر حرام ہوتا ہے اور بنا اس بات پر کہ کہا گیا ہے قرآن کی بعض بعض آخر کا تفسیر کرتا ہے اور اس طرح احادیث نبوی ﷺ ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔

اس لیے موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث مذکورہ کی تفسیر یہ حدیث کرتی ہے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب الدعاء اور بعض نسخ میں باب الاشارۃ فی الدعاء میں ذکر کی ہے:

اخبرنا مالک اخبرنی عبداللہ بن دینار و قال رانی ابن عمرو انا ادعو فاشیر باصبعی اصبع من کل ید فنھانی۔

یعنی عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں دو انگلیوں پر دعا کرتا تھا ہر ایک ہاتھ سے ایک انگلی پر تو مجھے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیکھا تو مجھے منع فرمایا۔

قال محمد و بقول ابن عمر نأخذ ینبغی ان یشیر باصبع واحدۃ و ھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

امام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر عمل کرتے ہیں کہ دعا کے لیے ایک انگلی پر اشارہ کرے اور امام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے۔ موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ص۳۸۶ قدیمی کراچی۔

صاحب تسھیل نے ذکر کیا ہے کہ احناف ایک انگلی پر دعا کے حدیث پر (نماز میں) عمل نہیں کرتے بلکہ ایک انگلی پر دعا کو مکروہ کرتے ہیں تو ایک انگلی سے حدیث اشارہ پر کس طرح عمل کریں گے اس کے باوجود کہ اس کی حدیث میں تردد ہے اور جانب الدعاء ترمذی کی حدیث سے ثابت ہے تو جب نماز کے آخر میں دعا کرتے ہوئے انگلی اٹھانا نہیں تو قبل اس سے بدرجہ اولیٰ نہیں اور اشارہ کو برائے نفی اثبات کو کسی نے بھی کسی دلیل سے صراحتاً ذکر نہیں کی اور اشارہ مطلقاً نماز میں حرام کہنے والا کیدانی رحمہ اللہ تعالیٰ نہیں مگر آپ نے دیکھا کہ کئی محققین علماء نے اپنی اپنی تصانیف میں حرام قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے اپنے خواہشات کی تابعداری نہیں کی بلکہ ان کے ہاں دلیل حرمت موجود تھی ہماری کم علمی ان پر اثرانداز نہیں ہوسکتی۔

جیسا کہ علامہ کیدانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ورفع الیدین فی غیر ما شرع فیہ رفع الیدین۔

یعنی مشروع شدہ مواضع کے علاوہ نماز میں رفع یدین حرام ہے۔

اس پر کسی نے جرح نہیں کی اس طرح آپ نے مطلق اشارہ کا ذکر کیا ہے کسی کو یہ حق نہیں کہ اس پر جرح کریں۔

مصنفہ ابن ابی شیبہ میں کئی احادیث سے ثابت ہے کہ یہ اشارہ نماز کے آخر میں دعا کے وقت تھا:

(۱) عن سعید بن عبدالرحمان (۲) سلیمان بن ابی یحییٰ (۳) مجاھد (۴) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا (۵) عن وائل بن حجر، اھ۔

اب اجماعاً یہ متروک ہے جیسا کہ تفصیل گزری ہے۔

اس کے علاوہ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ ایمان کے دو (۲) ارکان ہیں اجماعاً ایک ہے تصدیق قلبی اور دوسرا اقرار ہے زبان سے جیسا کہ ایمان مجمل میں اس الفاظ سے مذکور ہے۔ اقرار باللسانِ و تصدیق بالقلب۔ جس کو صاحب شرح وقایۃ الروایات نے کتاب الزکوٰۃ میں ۲۸۲ مجتبائی دھلی ذکر کیا ہے اور نبراس صفحہ ۳۹۱ و صفحہ ۳۹۳، التصدیق والاقرار رکنان للایمان اور شعب ایمان کو ارکان کہنا یہ ان علماء کی اجتہادی غلطی ہے لہٰذا اس میں ان کی تقلید جائز نہیں صاحب نبراس نے حدیث شریف: الایمان بضع و سبعون شعبۃ تو وہ ارکان نہیں ہے نبراس صفحہ ۴۱۷ تو اشارہ انگلی سے زائد کرنا خلاف اجماع ہے اور خرق اجماع۔ فافھم فقط تمت۔

اظہار حقیقت:

کتاب ہٰذا کی نمایاں خصوصیات:

صوبہ خیبر پختونخواہ اور اس طرح باقی صوبہ ہائے پاکستان میں زمانہ قدیم سے علماء و مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان مسئلہ اشارہ کے سلسلہ میں کافی اختلاف چلا آرہا ہے اور یقیناً یہ آیا ہے کہ **الساکت عن الحق شیطان اخرس۔** کہ حق سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔ طریقہ محمدیہ جلد ۲ صفحہ ۸۶ اور حدیقۃ الندیۃ جلد ۲ صفحہ ۵۵ **(بحث) التاسع و الاربعون المداھنۃ۔**

(۳) بریقۃ المحمدیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد ۴ صفحہ ۶۰ سالدرہ کوئٹہ۔

(۴) نورالانوار بحث اجماع صفحہ ۲۱۹ اور قمر الاقمار بر حاشیہ ۹ کذا اور دہ القاری۔

(۵) الاسرار المستصلی للامام عبداللہ بن احمد نسفی کتاب الصلوٰۃ جلد ا صفحہ ۵۰۸ اور صفحہ ۳۵۷ وغیرہ اس لیے اس وعید سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے یہ مختصر تحریر کی ہے۔ اس لیے کہ اس حوالہ سے اہل اسلام کو ایک ایسی جامع تحریر کی ضرورت تھی جو سب مسلمانوں کے لیے اطمینان کا سامان فراہم کرے۔ قرآن اور سنت کی روشنی کے ساتھ ساتھ مقتضائے عقل بھی ہوگی جسے محسوس کرتے ہوئے دائرہ اسلام کے اندر رہتے ہوئے علماء اور مشائخ کی اس بے چینی کو دور کرنے کے لیے خادم العلماء اور مشائخ وخاکپائے اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی استعداد کے مطابق اس مسئلہ کی تحقیق کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کو اللہ پاک قبول فرما کر نجات دارین کا وسیلہ بنادے۔ آمین۔

برائے تقریظ آخر میں مولانا حسین علی النقشبندی کے تالیف تحریرات حدیث علیٰ اُصول التحقیق سے رسالہ فی رفع السبابہ باترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں کہ موجب سند برائے ہم اور تسلی اور تشفی برائے اہل اسلام اور موحدین اسلام بن جائے۔ **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔** فقط تمت بروز پیر مورخہ ۲۷۔ جنوری ۲۰۲۰ء۔

مولانا حسین علی صاحب تحریرات حدیث علیٰ اصول تحقیق میں اشارہ کی تحقیق میں رقم کی ہوئی بیان ناظرین کو پیش کرتے ہیں۔ درج ذیل ملاحظہ ہو:

باب جواب السلام بالاشارۃ فی الصلاۃ: فی المسانید ابو حنیفۃ عن حمادٍ عن ابی وائلٍ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أنہ لما قدم من ارض الحبشۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو یصلی فلم یرد علیہ فلما انصرف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ابن مسعودٍ اعوذ باللہ من سخطہ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما ذلک؟

قال سلمت علیک و لم ترد علی سلام قال ان فی الصلاۃ شغلاً من رد سلام فلم یرد منذ انتھی و اما ماجاء من الاشارۃ لاقال الطحاوی فھو اشارۃ نھی لا رد سلام فقط تحریرات حدیث صفحہ ۱۳۲ - ۱۳۳

نماز میں اشارہ سے رد سلام

مسانید میں آیا ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ابی وائیل سے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ حبشہ سے واپس مدینہ منورہ آئے رسول مقبول ﷺ نماز پڑھ رہے تھے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ پر سلام عرض کیا تو حضور ﷺ نے سلام کا رد نہیں کیا۔ جب رسول مقبول ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں پناہ مانگتا ہوں حضور ﷺ کے غصہ سے: حضور ﷺ نے فرمایا یہ کس لیے؟

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے آپ پر سلام کیا تو آپ نے رد سلام نہیں فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رد سلام سے نماز میں مشغول ہونا ہے اس وقت سے نماز میں نمازی رد سلام نہیں کرتے اور جو اشارہ کے بارے میں آیا ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ یہ منع اشارہ کا ہے نہ کہ رد سلام کا:

تبصرہ:

یعنی ابتداء میں نماز ہی میں رد سلام اشارہ سے کیا جاتا تھا جیسے دعاء کے لیے اشارہ ہوتا تھا یہ سب قسم اشارے نماز میں منسوخ ہو کر مذہب احناف میں ممنوع ہوئے: جیسا کہ علماء دین ماہرین پر مخفی نہیں۔

اب ہم اس شیخ المشائخ کا رسالہ (الرسالۃ فی رفع السبابۃ) کو قارئین کے خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

حمد صلوۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

باب الاشارۃ بالسبابۃ عند الدعاء فی الصلاۃ او فی غیرھا: ص ۱۳۵

روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ و مسلم فی صحیحہ عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ قال کان رسول ﷺ اذا قعد یدعو وضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی ویدہ الیسری علی فخذہ الیسری و اشار باصبعہ السبابۃ وضع ابھامہ علی اصبعہ وسطی ویلقم کفہ الیسری رکبتہ وروی ابن ابی شبیۃ فی مصنفہ: عن وائل بن حجر قال رأیت رسول اللہ ﷺ و اضعا احدیٰ مرفقہ الایمن علی فخذہ الیمنی و حلق بالابھام و الوسطی و رفع التی تلی الابھام یدعو بھا و روی ھو عن ھشام بن عروہ ان اباہ کان یشیر باصبعہ فی الدعاء و لا یحرکھا و روی عن قیس بن سعد قال کان لا یزاد عن ھکذا و اشار باصبعہ و روی ھو عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت ان اللہ یحب ان یدعی ھکذا و اشارت باصبع واحدۃ و روی ھو عن مجاھد انہ قال: الدعاء ھکذا و اشار باصبع واحدۃ مقمحۃ الشیطان۔

وروی هو عن ابن سیرین قال کانو اذا راوا انسانا یدعو باصبعیه باصبع من کل یدضربو ا احدهما و قالوا انما هوا له واحد۔

وروی هو عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: هو الاخلاص یعنی الدعاء بالاصبع اقول قد جاءت روایات فی رفع الاصبع للدعاء وعند السفر حین الدعاء باللهم انت الصاحب فی السفر وانت الخلیفة فی الاهل و المال:

ورواه الترمذی و النسائی و جاء رفع الاصبع للدعاء خارج الصلاة من غیر سفر ای فی الخطبة و غیر ها و ذکر فی بعض روایات حدیث وائل انه علیه الصلاة و السلام رفع اصبعه للدعاء فی آخر الصلاة حین قال یا مقلب القلوب:

رواه الترمذی فی الادعیة و قال الطحاوی فی قول وائل: ثم جعل یدعو بالاخری دلیل علی انه کان فی آخر الصلاة و قال الطحاوی فی حدیث ابی حمید ثم یشیر فی الدعاء باصبع واحد و روی ابن ابی شیبة فی مصنفه۔

عن سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزی قال: کان ﷺ اذا جلس فی الصلاة و وضع یده علی فخذه یشیر با صبعه فی الدعاء تحریرات حدیث صفحه ۱۳۵ و ۱۳۶ رسالة اشارة السبابة فی الصلوة۔

فی مجمع الزوائد عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ: فان رسول ﷺ اذا جلس فی آخر صلاته یشیر باصبعه اذا دعا فی مجمع الزوائد عن صفاف بن ایمان عن رخصة الغفاری کان رسول ﷺ اذا جلس فی آخر صلاته یشیر باصبعه رواه الطبرانی فی الکبیر و رجاله ثقات انتهی عبارة المجمع۔

و فی مجمع الزوائد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ اذا کان احدکم فی المسجد فلا یسمع احد صوته ویشیر با صبعه الی ربه تبارک و تعالیٰ رواه الطبرانی فی الاوسط فیه عمر ضعیف و قالوا ان رفع السبابة للدعاء خارج الصلاة مجمع علیه۔روی الترمذی و ابو داو د و النسائی و بین الفاظهم فرق یسیر رأی عمارة بن رویبة۔

بشر بن مروان و هو یدعوا فی یوم جمعة و یرفع یدیه فقال عمارة: قبح اللہ هاتین الیدین لقد رأیت رسول اللہ ﷺ و هو علی المنبر لا یزید علٰی هذه یعنی السبابة التی تلی الابهام و روی ابو دأو د فی باب الجمعة عن سهل بن سعد مارأیت رسول اللہ ﷺ مشاهرا یدیه قط یدعوا علی المنبر و لا غیره و لکن رایته یقول هکذا و اشار بالسبابة و عقد الوسطی بالابهام و روی الحاکم فی ص ۵۳۷۔

کان ای رسول اللہ ﷺ یجعل اصبعیه بحذاء منکبیه و یدعوا هذا صحیح الاسناد و لم یخرجاه قال محمد فی المؤطا (ص ۱۷۷) باب الاشارة فی الدعاء اخبر نا مالک اخبرنا عبداللہ بن دینار رأنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما و انا ادعوا باصبعی اصبع من کل یدفنهانی، قال محمد و بقول ابن عمر ناخذ ینبعی ان یشیر باصبع واحدة: اخبرنا مالک اخبرنا یحیی بن سعید انه سمع سعید بن المسیب یقول الرجل لیرفع بدعاء ولده من بعده و قال بیده فرفعها الی السماء انتهی عبارة الموطا۔

روی الترمذی فی الدعوات و النسائی فی آخر الجلد الثانی: کان رسول اللہ ﷺ اذا سافر رکب راحلته قال باصبعه و مدشعبة باصبعه قال: اللهم انت الصاحب فی السفر و الخلیفة فی الاهل و المال: اللهم انی اعوذ بک من

عثاء السفر و کابة المنقلب: فرفع السبابة الی السماء للدعاء ای للتوحید ای انی ادعو ذلک الواحد ثابت خارج الصلاۃ کمافی شروع السفر و خطبة الجمعة وغیرهما فمن فعل فقد احسن و من لا فلا حرج فکذلک فی آخر الصلاۃ عندهؤ لاء العلماء فی وقت الدعاء بعد التشهد و الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

روی ابن ابی شیبة عن جریر عن ابراهیم: اذا اشار الرجل باصبعه فهو حسن و هو التوحید لکن لا یشیر باصبعیه انه یکره عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت ان اللہ یحب ان یدعی هکذا و اشارت باصبع واحدة و روی هو عن مجاهد انه قال: الدعاء هکذا و اشار باصبع واحدة مقمحة الشیطان۔

روی ابن ابی شیبة و روی عن ابن سیرین قال کانوا اذا راو انسانا یدعو باصبعیه باصبع من کل ید ضربوا احدهما و قالوا انما هو اله واحد روی ابو داؤد و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما: المسئلة ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوهما و الا استغفار ان تشیر باصبع واحدة و الابتهال ان تمد یدیک جمیعاً و فی روایة اخری رفعه، فقالوا کما ان رفع السبابة للدعاء خارج الصلاۃ مروی و ثابت کذلک رفع السبابة فی الصلاۃ: انما هو للدعا لو ثبت فیفعل فی آخر الصلاۃ عند الدعاء فی العینی للبخاری فی المجلد الثالث ص ۱۷۰۔

قوله: ثم عقد اصابعه و جعل حلقة بالابهام و الوسطی: ثم جعل یدعوا بالاخری وهی القعدة الاخری الصلاۃ انتهی کلام العینی۔

وفی الطحاوی: وفی قول وائل یدعوا دلیل علی انه کان فی آخر الصلاۃ: و قال الطحاوی (ص ۱۵۳) فی حدیث عیسیٰ ثم یشیر فی الدعاء با صبع واحدة و فی الجوهر النقی فی الرد علی البیهقی فی حدیث وائل مرفوعا: اشار بالسبابة یدعوا فذکر الدعاء دلیل علی ان ذلک کان فی آخر الصلاۃ فرد تاویله بانه وارد فی التشهد الاول، و البیهقی ایضاً ذکر الدعاء بها فی حدیث وائل فیما بعد فی باب کیفیة الاشارة بالمسبحة و فی الباب الذی بعد فکان فی روایة مایرو تاویله هذا و ذکر الدعاء بها فی حدیث وائل فی کتاب المعرفة و اوله بالاشارة بها عند الشهادة، و هذا تاویل بعید مخالف للحقیقة من غیر ضرورة انتهی عبارة الجوهر النقی فرفع السبابة للدعاء فی آخر الصلاۃ حسن عندهم کمافی وقت الرکوب و خطبة الجمعة و غیرهما و لیس بضروری و قال الزرقانی علی المؤطا ص ۱۹۵۔

فی حدیث مسلم بن ابی مریم قال سفیان بن عینیة هی مذبة الشیطان، لا یسهوا احد کم مادام یشیر باصبعه قال الباجی: فیه ان معنی الاشارة رفع السهو قمع الشیطان الذی یوسوس قال النووی: اما الاشارة بالمسبحة فمستحبة عندنا، قال اصحابنا یشیر عند قوله الا اللہ انتهی فبعض العلماء منع الاشارة فی التشهد روی النسائی (ص ۱۸۶) حدیث اسکنوا فی الصلاۃ و استدل الطحاوی ص ۲۶۵ بهذا الحدیث علی کراهیة السلام بالاشارة الثابت بالاحادیث قال السندی من علل ترک الاشارة فی التشهد بانها تنافی السکون اخذ من هذا الروایة و عن ابن مسعود لیفرش کفیه علی فخذیه نسائی (ص ۱۵۸) قال السندی ای لیضعها علی فخذیه فی التشهد و قال المانعون فی ثبوت الرفع شبهة و قال بعضهم ان یرفع الی السماء فی الدعاء فی آخر الصلاۃ حسن لا نمنعه و عند الشافعیة یستحب عند قوله الا اللہ فهذا لا ندری مأخذه و اما تاویل البیهقی لفظ الدعاء بالتشهد قد رده صاحب الجوهر النقی: و اما الرفع عند

الوضع عند الا اللہ لم نر فی حدیث تابی ھذا اشد اباء و متون الحنفیة تشیر الٰی عدم الاشارة حیث صرحوا السنة وضع الکفین مبسوط و النظر عند القعود الٰی الحجر لا الی السبابة و لم یذکر اھل المتون الناقلة لظاھر الروایات الاشارة من السنن و لا من الادب بل قال فی التنویر و لا یشیر بالسبابة و علیه الفتویٰ قال فی الدر: کما فی الولواجیة و التجنیس و عمدة المفتی و عامة الفتاویٰ انتھی۔

نعم صرح الشراح و المتاخرون ان یشیر و نسبوہ الی الامام و محمد و لم ینقلوا عنھما موضع الرفع و العینی و الطحاوی و العلاء الدین الشھیر بابن الترکمانی صاحب الجوھر اعلم بالمذھب فی البدائع نقل المشائخ المنع۔ و قال نقل محمد فی المسبحة جواز الفعل عن الامام و اما ما فی مؤطا محمد فالموؤلون لما الؤ و او الاشارة فقول محمد و به ناخذ لایدل علی الاشارة المعروفة و لیس تصریحا فی الاشارة معروفة عندھم نعم صرح فی المسبحة فھی روایة عنه و اما ما فی روایة مؤطا اشار باصبعه قالوا معناہ رفع و بسط اصبعه یا خذ الرکبة بالاصبع الاخری روی مسلم ان النبی ﷺ استسقی فاشار بظھر کفیه الی السماء۔

ای رفع و فی ابی داؤد کان ابن الزبیر یشیر ای یرفع الیدین عند التکبیرات فالملخص ان ما یفعله اکثر اھل زماننا من الرفع عند لا و الوضع عند الا اللہ فما لا نفھمه و ما ھو مقتضی الاحادیث عند الطحاوی و صاحب الجوھر و العینی و نسب صاحب البدائع با حادیث الاشارة رفع الیدین عند التکبیرات و ثبت من ھؤلاء الرواة الرفع ای رفع وقت الرکوب و فی وقت الخطبة و رایتھم قد ترکوا العمل فترک ھذا المستحب بشئی لم یشیر الیه حدیث ما فضلا عن التصریح و الی اللہ المشتکی سند حدیث الحاکم فھو فی المستدرک فی ص ۵۳۷ ثنا ابو بکر بن اسحاق الفقیة انبانا ابو المثنیٰ ثنا اسماعیل علیة عن عبدالرحمٰن بن معاویة عن ابن ابی زباب عن سھل بن سعد قال ما رأیت النبی ﷺ شاھرا یدیه یدعوا علی منبرہ و لاغیرہ کان یجعل اصبعه بحذأ منکبه و یدعو ھذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاہ انتھیٰ عبارته حدثنا محمد بن معمر بن ربعی القیسی قال حدثنا ابو ھشام المخزومی عن عبدالواحد و ھو ابن زیاد قال ناعثمان بن حکیم قال حدثنی عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیه قال کان رسول اللہ ﷺ اذا قعد فی الصلاة جعل قدمه الیسریٰ بین فخذہ الیمنی و اشار باصبعه فی النووی ص ۲۱۶ قوله و فرش قدمه الیمنی مشکل لان السنة فی القدم الیمنی ان تکون منصوبة باتفاق العلماء و قد تظاھرت الاحادیث الصحیحة علی ذلک فی البخاری و غیرہ الخ و اما حدیث ابن عمر بروایة عبدالرزاق قال الترمذی غریب لا نعرفه الامن ھذا الوجه اقول ھو المعروف عن ابن عمر مرفوعا اشار لرد السلام انتھی۔ رسالة اشارة السبابة فی الصلاة: سبحانک اللھم و بحمدک اشھد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه و ساداتنا کلھم و معنا اجمعین آمین یا رب العلمین و یرحم اللہ عبدا قال آمین حررت ھذہ الرسالة فی جلسة واحدة بالتعجیل یرم ترون المعصام لطلبه فقط فاما سند حدیث الحاکم فھو ھذا فی المستدرک فی (ص ۵۳۷) حدثنا ابو بکر بن اسحق الفقیه ابنانا ابو المثنی ثنا مسدد ثنا اسماعیل علیه عن عبدالرحمٰن بن الخ۔

باب فی الاشارۃ عند التشهد حدثنا عقبۃ بن مکرم نا سعید بن سفیان الجحدری نا عبداللہ بن معدان قال اخبرنی عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ عن جدہ قال دخلت علی النبی ﷺ و ھو یصلی و قد وضع الیسری علی فخذہ الیسری و وضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنیٰ و قبض اصابعہ و بسط السبابۃ و ھو یقول یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک ھذا حدیث غریب من ھذاالوجہ رواہ الترمذی ص ۱۸۱ ج ۲ فی باب الادعیۃ حدثنا احمد بن عبدۃ الضبی ناحماد بن زید عن عاصم الاحول، عن عبداللہ بن سرجس قال کان النبی ﷺ اذا سافر یقول: اللھم انت الصاحب فی السفر و الخلیفۃ فی الاھل، اللھم اصحبنا فی سفرنا و اخلفنا فی اھلنا اللھم انی اعوذبک من عثاء السفر و کابتہ المنقلب و من الحور بعد الکور ھذا حسن صحیح حدثنا محمد بن عمر بن علی المقدمی: نا ابن ابی عدی عن شعبۃ عن عبداللہ بشر الخثعمی عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا سافر فرکب راحلتہ قال باصبعہ و مد شعبۃ اصبعہ قال اللھم انت الصاحب فی السفر و الخلیفۃ فی الاھل اللھم اصبحنا بنصحک و اقلبنا بذمتہ اللھم ازدلنا الارض و ھون علینا السفر اللھم انی اعوذبک من عثاء السفر و کابۃ المنقلب رواہ الترمذی فرفع السبابۃ للدعاء وارد فی ادعیۃ السفر و ترکہ ایضاً فمن فعل فقد احسن و من لا فقد احسن ایضا، و جاء رفع السبابۃ فی دعاء الصلاۃ کما رأیت فیما سبق و قال الطحاوی فی حدیث وائل مرفوعا: فلما قعد للتشھد وضع کفہ الایمن علی فخذہ الیمنی ثم عقد اصابعہ و جعل حلقۃ بالابھام و الوسطی ثم جعل یدعوا بالاخری۔ و فی روایۃ النسائی: و نصب اصبعہ للدعا قال ابو جعفر الطحاوی و فی قول وائل: یدعوا دلیل علی انہ کان فی آخر الصلاۃ: و قال الطحاوی فی حدیث عیسی عن محمد بن عمرو عن ابن عباس و عن ابی حمید ثم یشیر فی الدعاء باصبع واحدۃ: فیعلم فی ھذہ الاحادیث رفع السبابۃ عند الدعاء و فی آخر القعدۃ بعد قراءۃ التشھد و الصلاۃ علی النبی ﷺ و جاء ترکہ ایضا فی روایۃ ابی داؤد (ص ۱۵۵) امایکفی احدکم او احدھم ان یضع یدہ علی فخذہ ثم یسلم علی اخیہ عن یمینہ و من عن شمالہ و روی الترمذی عن عبدالرزاق عن عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان اذا جلس فی الصلاۃ وضع یدہ الیمنی علی رکبتیہ و رفع اصبعہ التی تلی الابھام یدعوا بھا، قال ابو عیسی غریب لا نعرفہ عن عبداللہ بن عمر الا من ھذا الوجہ، و العمل علیہ عند بعض اھل العلم: اقول: و المعروف عن نافع عن ابن عمر اشارۃ جواب السلام و قد تکلم فی عبدالرزاق فغریب لیس بما یقوم بہ الحجۃ فاما رد السلام بالاشارۃ قال الطحاوی قال علیہ السلام اسکنو فی الصلاۃ فلما امر رسول اللہ ﷺ بالسکون فی الصلاۃ و کان رد السلام بالاشارۃ فیہ خروج من ذلک لان فیہ رفع الیدو تحریک الاصابع ثبت بذلک انہ قد دخل فیما امر بہ رسول اللہ ﷺ من تسکین الاطراف فی الصلاۃ فترک الحنفیۃ رد السلام بالاشارۃ مع ثبوتہ باحادیث و قد ترکوا رفع الید عند الدعاء و قد ثبت فی حدیث امامۃ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قد جاء فی حدیث ابی داؤد (ص ۹۱) فرأی رسول اللہ ﷺ یصلون رافعی ایدیھم الی السماء فقال لینتھین رجال یشغلون ابصارھم الی السماء فی الصلاۃ او لا ترجع الیھم ابصارھم و لم یعتقد و اسنیۃ رفع السبابۃ عندا الدعاء فی السفر فترک رفع السبابۃ لیس باشد من ھذہ الامور و روی النسائی عن مسلم بن ابی مریم عن علی بن

عبدالرحمن عن ابن عمر انه رأى رجل يحرک الحصی قال عبدالله لا تحرک الحصی و انت فی الصلاة ولکن اصنع کما کان یعنی رسول الله ﷺ یصنع قلت و کیف کان یصنع؟ قال فوضع یده الیمنی علی فخذه الیمنی۔

و فی روایة عبدالرزاق علی رکبته و اشار باصبعه۔ و فی بعض الروایات نقلوه الفصل بالقول یحتمل احتمالا ضعیفا ان ابن عمر کان لا یحمله رجلاه کما فی الطحاوی: توضع یده الیمنی علی رکبته الیمنی و تورک و من خوف السقوط یعد المرفق الایمن و یقبض الرکبته یبصر السبابة فظنه الراوی اشارة و الله اعلم بالصواب و قد بین الصحابة الکثیرة التشهد و الادعیة و لم یحکو الا شارة فا قول فی ثبوت الاشارة عند الدعاء فی الصلاة نوع شبهة و وهم و اما الاشارة عند النفی و الوضع عند الاثبات فلا شبهة انه لیس بشئی روی مسلم ان النبی ﷺ استسقی فاشار بظهر کفیه الی السماء فهکذا معنی ماجاء فی اشارة السبابة او المراد الرفع الی السماء۔ تمت بالخیر۔

نماز میں دعاء کے وقت مسبحہ سے اشارہ کرنے کے بیان میں وغیرھا

ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنفہ اور مسلم نے اپنے صحیح میں ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ فرمایا جب رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر دعاء کرتے تھے اپنا دائیں ہاتھ اپنے دائیں ران پر رکھتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اور مسبحہ سے اشارہ کیا اور انگوٹھے کو درمیانی انگلی پر رکھ دیا اور بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھتے تھے: مصنفہ ابن ابی شیبہ میں وائل بن حجر سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا کہ اپنے دائیں کہنی کو اپنی دائیں ران پر رکھتے ہوئے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کو حلقہ کرکے مسبحہ کو اُٹھا کر اس پر دعاء کرتے تھے۔ اور اس نے ہشام بن عروہ سے روایت کی کہ ان کے باپ دعاء میں انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور گھوماتے نہ تھے: یعنی جنبش نہ دیتے تھے۔

قیس بن سعد سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا انگلی پر اشارہ کرتے اور اس سے زیادتی نہیں کرتے تھے اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس پر دعاء کرنا اور ایک انگلی سے اشارہ کیا اور اُس نے مجاہد سے روایت کیا اس نے فرمایا دعاء اس طرح ہے اور ایک انگلی پر اشارہ کرنا شیطان کو ذلیل کرتا ہے اور اُس نے ابن سیرین سے روایت کی فرمایا جب وہ کوئی آدمی دیکھتے کہ دو انگلی پر دعاء کرتا تو ان سے اعراض کرتے اور انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو ایک ہے اور اس نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی فرمایا کہ یہ اخلاص ہے یعنی ایک انگلی پر دعا کرنا۔

(اس پر مفصل تفصیل گزری تحقیق میں ملاحظہ فرمائیں)

مصنف نے فرمایا کہ دعاء کے لیے انگلی اُٹھانے کی روایات بے شک آئی ہیں اور سفر میں دعاء کے وقت یہ دعاء کرتے کہ حالت سفر میں آپ ہمارے ساتھی اور اہل اور مال میں آپ خلیفہ ہیں۔ اور اس کو ترمذی و نسائی نے روایت کیا سفر کی علاوہ خارج نماز دعاء کے لیے انگلی اُٹھانا آیا ہے یعنی خطبہ وغیرہ میں اور بعض روایات میں ذکر ہے حدیث وائیل میں ہے کہ رسول مقبول

ﷺ نے نماز کے آخر میں دعاء کے لیے انگلی اُٹھائی جب کہا یا مقلب القلوب الخ اس کو ترمذی نے باب الادعیۃ میں روایت کیا: امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وائیل کے قول کے بارے میں فرمایا کہ پھر دوسرے پر دعاء کیا۔ یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ رفع نماز کے آخر کی دعاء میں تھا اور امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث ابی حمید کے بارے میں فرمایا کہ پھر دعاء میں ایک انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنفہ میں سعید بن عبد الرحمان بن ابزی سے روایت کی فرمایا کہ جب رسول مقبول ﷺ نماز میں قعدہ کرتے تو اپنے ہاتھ کو اپنی ران پر رکھتے اور اپنی انگلی سے دعاء میں اشارہ کرتے (مصنف نے آگے جاکر اس عنوان سے رسالہ لکھا ہے) نماز میں مسبحہ سے اشارہ کا رسالہ۔

معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مجمع الزوائد میں نقول ہے جب رسول اللہ ﷺ نماز کے آخر میں بیٹھتے تھے تو جب دعاء کرتے تھے تو اپنے انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ مجمع الزوائد میں حفاف بن یمان سے رفعہ بن غفاری سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے آخر میں بیٹھتے تھے تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ اس کو طبرانی کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند الرجال ثقات ہیں انتھی۔

مجمع کے عبارت

اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مجمع الزوائد میں روایت ہے کہ فرمایا جب آپ میں سے کوئی مسجد میں ہو تو کوئی اس کی آواز نہیں سنتا اور اپنے رب جل جلالہ کو اشارہ کرتے اور اس کی سند میں عمر ضعیف ہے اور اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ اور علماء نے فرمایا کہ نماز سے خارج مسبحہ دعا کے لیے اُٹھانا اتفاقی ہے۔

روایت کی ہے ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی نے اور ان کے الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہے۔

عمارہ بن رویبہ نے بشر بن مروان کو دیکھا اور وہ جمعہ کے دن (منبر پر) ہاتھ اُٹھاتے ہوئے دعاء کرتے تھے تو عمارہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو برباد کرے یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا اور وہ منبر پر تھے اس سے زیادتی نہ کرتے کہ مسبحہ جو انگوٹھے کے ساتھ ہے اس کو اُٹھاتے۔

ابو داؤد نے سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باب الجمعہ میں روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہاتھوں کو کھینچتے ہوئے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ منبر وغیرہ پر دعاء کرتے لیکن میں نے اس طرح اشارہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور مسبحہ سے اشارہ کیا اور درمیانی اُنگلی اور انگوٹھے کو ملایا۔

اور ص ۷۴۳ پر حاکم نے اس طرح روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ طریقہ تھا اپنی اُنگلیوں کو کندھے کے برابر کرتے ہوئے دعاء فرماتے تھے۔ یہ صحیح الاسناد حدیث ہے بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی:۔ امام محمد نے موطا باب الاشارہ

فی الدعاء ص ۱۷۷ میں ذکر کیا ہے۔ عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں دو انگلیوں پر ہر ایک ہاتھ سے ایک اُنگلی پر دعا کرتا تھا تو مجھے منع کیا محمد نے فرمایا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر ہم عمل کرتے ہیں چاہیئے کہ (دعاء) کے لیے ایک اُنگلی پر اشارہ کریں۔ سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ آدمی کے اس کے بعد اس کے بیٹے کی دعاء پر درجے بلند کیے جاتے ہیں اور آسمان کی طرف اُٹھا کر ہاتھ سے اشارہ کیا موطا کی عبارت ختم ہوئی۔ ترمذی نے دعوات میں اور نسائی نے جلد ثانی کے آخر میں روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر فرماتے تھے تو اپنے اُونٹ پر سوار ہو کر اپنی اُنگلی سے اشارہ فرماتے تھے۔ شعبہ نے اپنے انگلی کو کھینچا فرمایا یا اللہ آپ سفر میں ساتھی ہو اور اہل ومال میں خلیفہ ہو اے اللہ میں سفر کی سختی سے پناہ مانگتا ہوں اور واپسی کے رنج و غم سے۔ تو مسبحہ کو دعاء کے لیے آسمان کی طرف اُٹھایا (اور لفظ توحید اندراج ہے) اور جیسے سفر کے شروع میں اور خطبہ جمعہ میں وغیرھما:

جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں اس طرح ان علماء کے ہاں نماز کے آخر میں دعاء کے وقت تشہد اور نبی کریم ﷺ پر درود کے بعد۔

ابن ابی شیبہ نے جریر سے اس نے ابراھیم سے روایت کی ہے کہ فرمایا جب آدمی ایک انگلی سے اشارہ کرے تو یہ اچھا ہے اور یہ توحید ہے مگر دو انگلیوں سے اشارہ نہ کرے یہ مکروہ ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے فرماتی ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ دعاء کو پسند کرتا ہے اور ایک اُنگلی سے اشارہ کیا۔ اور ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کی آپ نے فرمایا دعاء اس طرح ہے اور ایک اُنگلی سے اشارہ کیا یہ شیطان کو ذلیل کرنا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ابن سیرین سے روایت کی فرمایا جب کوئی انسان دیکھتا کہ دو انگلیوں سے دعا جب کوئی انسان دیکھتا دو اُنگلیوں سے دعاء کرنے والا ہر ایک ہاتھ سے ایک اُنگلی پر ان میں سے ایک سے اعراض کرتے اور فرماتے کہ بے شک وہ اللہ ایک ہے ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ سوال اس طرح ہے کندھوں تک ہاتھ اُٹھائے یا اس کے قریب اور ایک اُنگلی سے اشارہ کرنا یہ استغفار ہے اور دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا ابتھال ہے اور دوسری روایت میں ہے اور اس سے بلند کرتے تو اُنہوں نے فرمایا جسے دعاء کے لیے خارج از نماز مسبحہ اُٹھانا مروی ہے اور اس طرح نماز میں سبابہ اُٹھانا ہے یہ صرف دعاء کے لیے نماز کے آخر میں ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الدعاء طبرانی ص ۲۲۳ وغیرہ)

اگر ثابت ہو جائے تو یہ نماز کے آخر میں دعاء کے لیے کرے اور عینی للبخاری جلد ۳ ص ۱۷۰ پر ہے کہ اس کا یہ قول کہ پھر اُنگلیوں کو بند کریں اور انگوٹھا اور درمیانی اُنگلی حلقہ کریں پھر دوسری انگلی سے دعاء کریں یہ آخری قعدہ میں ہے اگر آپ کہیں

کہ یہ کس سے معلوم ہوا کہ مراد آخری قعدہ ہے؟ میں جواباً کہتا ہوں کہ اس کے اس قول سے کہ یدعو ہے دعاء نہیں ہوتی مگر نماز کے آخر میں۔ عینی کا کلام ختم ہوا۔

طحاوی میں وائیل کے قول میں ہے یدعو یہ دلیل ہے کہ نماز کے آخر میں تھی اور طحاوی ص ۱۵۳ میں ہے کہ عیسیٰ کی حدیث میں ہے کہ دعاء میں ایک اُنگلی سے پھر اشارہ کریں۔ جوہر النقی میں امام بیھقی نے وائیل کی حدیث مرفوعہ کے رد میں فرمایا یہ کہ اشارہ بالسبابۃ کیا یدعو تو دعاء کا ذکر کرنا یہ دلیل ہے۔ کہ یہ نماز کی آخر میں تھی تو امام بیھقی کی یہ تاویل رد کی کہ یہ پہلے تشہد میں وارد ہے اور بیھقی نے بھی یہ ذکر کیا وائیل کی حدیث میں یہ بیان کیا کہ مراد اس پر دعاء ہے مسبحہ پر طریقہ اشارہ کے باب کے بعد ذکر کیا۔ اس کے بعد والے باب میں ہے تو اس کی روایت کردہ روایت میں یہ اس کی تاویل ہے اور اس پر دعاء کا ذکر کیا کتاب المعرفۃ کی حدیث میں اور شہادت کے وقت اس پر اشارہ سے تاویل کی یہ دور کی تاویل ہے اور حقیقت سے مخالف ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں جوہر نقی کی عبارت ختم ہوئی۔ تو نماز کے آخر میں مسبحہ اُٹھانا ان کے ہاں بہتر ہے جیسے کہ سوار ہونے کے وقت اور جمعہ کے خطبہ کے وقت اور ان دونوں کے علاوہ اور جگہ ضروری نہیں۔

زرقانی نے شرح موطا میں سفیان بن عیینہ کی حدیث میں فرمایا یہ شیطان کو ذلیل کرنا ہے جب تک آپ میں سے کوئی اُنگلی سے اشارہ کرتا ہے تو سہو نہیں ہوتا۔ باجی نے فرمایا اس میں یہ ہے کہ اشارہ سے مقصد سہو کا رفع کرنا اور شیطان کو ذلیل کرنا ہے جو وسوسے کرتا ہے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسبحہ سے اشارہ کرنا ہمارے ہاں مستحب ہے۔ ہمارے علماء نے فرمایا کہ الا اللہ کے وقت اشارہ کریں انتہی بعض علماء نے تشہد میں اشارہ کرنے سے منع فرمایا۔ نسائی نے ص ۱۸۶ پر حدیث نماز میں سکون کرو۔ کی تخریج کی ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر دلیل پکڑی کہ اشارہ سے سلام کرنا جو حدیث سے ثابت ہے یہ مکروہ ہے امام سندی نے فرمایا جس نے تشہد میں اشارہ نہ کرنے کی علت یہ بتائی ہے کہ یہ سکون کے منافی ہے یہ اس روایت سے ماخوذ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہاتھوں کو رانوں پر پھیلائے رکھیں (نسائی ص ۱۵۸) سندی نے لکھا یعنی تشہد میں اس کو رانوں پر رکھ دیں منع کرنے والوں نے فرمایا کہ اُٹھانے کے ثبوت میں شبہ ہے اور ان میں سے بعض نے فرمایا کہ نماز کے آخر میں آسمان کی طرف دعاء میں ہاتھ اُٹھانا بہتر ہے ہم اس کو منع نہیں کرتے۔

شوافع کے ہاں ہے کہ الا اللہ پڑھنے کے وقت مستحب ہے اس کا ماخذ ہمیں معلوم نہیں اور بیھقی کی تاویل لفظ دعاء کا تشہد سے صاحب جوہر نقی نے یقیناً رد کیا۔

الا اللہ کے پڑھنے کے وقت اُنگلی اُٹھانا کسی حدیث میں ہم نے نہیں دیکھا یہ سخت ترین انکار ہے اور احناف کی کتب متون عدم اشارہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ کھلی ہتھیلی رکھنا سنت ہے۔ اور قعدہ کی حالت میں

چھاتی کو دیکھنا سنت ہے نہ کہ مسبحہ کو اہل متون نے جو ظاہر الروایات کے ناقل ہیں اشارہ کو نہ سنن میں ذکر کیا اور نہ آداب میں بلکہ تنویر میں فرمایا کہ مسبحہ سے اشارہ نہ کریں اس پر فتویٰ ہے جیسے کہ در میں ہے۔ اور جسے ولولواجیہ اور تجنیس اور عمدۃ المفتی اور عام فتاویٰ میں ہے انتھی۔

جی ہاں اشارہ کرنے پر شارحین اور متاخرین علماء نے تصریح کی ہے کہ اس کی نسبت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو کی ہے اور اُٹھانے کی جگہ نقل نہیں کی اور عینی اور طحاوی اور علاء الدین الشہیر بابن الترکمانی رحمھم اللہ تعالیٰ صاحب الجوہر مذہب کا سب سے زیادہ 'عالم' ہے بدائع میں مشائخ نے منع نقل کی ہے اور فرمایا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسبحہ میں فعل کا جواز امام سے نقل کیا ہے۔ اور جو مؤطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے جب تاویل کرنے والوں نے اشارہ کی تاویل کی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ اس پر ہم عمل کرتے ہیں اشارہ معروفہ معلومہ پر دلالت نہیں کرتا اور یہ اشارہ معروفہ میں ان کے ہاں تصریح نہیں ہاں مسبحہ میں تصریح کی ایک روایت ہے۔ (یعنی مذہب نہیں) اور مؤطا میں یہ روایت کہ اپنے انگلی پر اشارہ کیا اس کا معنی یہ ہے کہ اٹھایا اور اپنی انگلی کو پھیلایا یا دوسری انگلی کے ساتھ گھٹنے پکڑنے کیلئے مسلم نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے استسقٰی میں ہتھیلیوں کی پیٹھ کو آسمان کی طرف اُٹھایا اور ابوداوٗد میں ہے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اشارہ کرتے تھے یعنی تکبیروں کے وقت ہاتھوں کو اُٹھاتے تھے تو خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے اکثر لوگ اُنگلی لا کے ساتھ اُٹھاتے ہیں اور الا اللہ کے وقت رکھتے ہیں۔ تو ہم اس کو نہیں جانتے اور جو حدیث کا تقاضا ہے امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحب جوہر رحمہ اللہ تعالیٰ اور عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اور صاحب بدائع رحمہ اللہ تعالیٰ نے احادیث اشارہ کے ساتھ نسبت کی ہے ہاتھ اُٹھانے کو تکبیروں کے وقت اور ان راویوں سے اُٹھانا ثابت ہے۔ یعنی سوار ہونے کے وقت خطبہ کے وقت میں اور تم ان کو دیکھتے ہو یقیناً انہوں نے یہ عمل چھوڑ دیا ہے تو یہ مستحب عمل چھوڑ کر کسی چیز پر اس کی طرف اشارہ کیا کہ حدیث میں نہیں تصریح تو ہے نہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے اور شکایت کرنا ہے اور جو حاکم کے حدیث کا سند ہے تو وہ مستدرک میں یہ ہے (ص ۴۳۷)

ثنا ابو بکر بن اسحاق الفقیه انبانا ابو المثنی ثنا اسماعیل علیة عن عبدالرحمن بن اسحاق عن عبدالرحمن بن معاویة عن ابن ابی زباب عن سهل بن سعد رحمهم الله تعالیٰ قال ما رأیت النبی ﷺ الخ۔

فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر اور نہ دوسری جگہ دعاء کرتے ہوئے ہاتھوں کو اُٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا وہ کندھے کے برابر اُنگلی اُٹھا کر دعاء کرتے تھے اس حدیث کا سند صحیح ہے بخاری و مسلم نے اس کی عبارت کی تخریج نہیں کی: انتھیٰ اس کی عبارت۔

حدثنامحمدبن معمر بن ربعی القیسی قال ثناابو ھشام المخزومی عن عبدالواحدوھو ابن زیادقال ناعثمان بن حکیم قال حدثنی عامر بن عبداللہ بن زبیر عن ابیہ۔

فرمایاجب رسول اللہ ﷺ نماز میں بیٹھتے تھے توبائیں پاؤں کو دائیں ران کے درمیان کرتے اور اشارہ اُنگلی سے کرتے تھے نووی(ص٢١٦) پر اس کا یہ قول کہ دائیں کو پھیلانامشکل ہے اس لیے دائیں پاؤں میں سنت یہ ہے کہ علماء کے اتفاق کے ساتھ یہ کھڑاہوناہے اور احادیث صحیحہ نے اس پر ایک دوسرے کی تائید کی ہے بخاری وغیرہ میں الخ۔

اور جو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے عبدالرزاق کی روایت پر امام ترمذی نے فرمایا یہ غریب ہے ہم اس کو بغیر اس وجہ سے نہیں پہچانتے میں کہتاہوں کہ وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوع معروف ہے سلام کے ردکیلئے اشارہ۔انتہیٰ۔

نماز میں مسبحہ سے اشارے کارسالہ۔ اے اللہ! آپ کیلئے پاکی اور حمد ہے اور میں گواہی دیتاہوں کہ تیرے سواکوئی معبود نہیں آپ سے مغفرت چاہتاہوں آپ کی طرف توبہ کرتاہوں اوراللہ تعالیٰ کادرود ہواس کی بہترین مخلوق پر محمد ﷺ اورآپ ﷺ کی آل واصحاب پر اور ہمارے سب سادات پر اور ہمارے ساتھ سب کے سب پر۔اے اللہ! ہماری یہ دعاء قبول فرما۔اے مخلوقات کے رب رحم کرے اپنے بندوں پر۔ آمین۔ میں نے اس رسالہ کو تلوار کی طرح یعنی جلدی سے ایک مجلس میں لکھا۔ حاکم کی سند کی جو حدیث ہے وہ مستدرک (ص٤٣٧) پر یہ ہے۔ (حدیث اور ترجمہ گزرچکاہے۔ملاحظہ فرمائیں۔)

تشہد میں اشارہ

عاصم بن کلیب نے اپنے داداسے مجھے خبر دی فرمایاکہ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس اس حالت میں آیاکہ وہ نماز پڑھتے تھے توبائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھاتھااور آپ نے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھاتھااور اپنی اُنگلیوں کو بند کیاہواتھااور مسبحہ کو پھیلایاہواتھااور وہ پڑھتے تھے۔اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ یہ اس وجہ سے غریب حدیث ہے ترمذی نے باب الاضحیہ میں لائی ہے عبداللہ بن سرجیس نے فرمایا کہ رسول مقبول ﷺ جب سفر کرتے تو آپ ﷺ کی یہ عبادت مستمرہ تھی کہ یہ دعافرماتے اے اللہ!توسفر میں ساتھی اور اہل میں خلیفہ ہو اے اللہ!ہمیں اپنے سفر میں تندرست رکھ اور ہمارے اہل میں خلیفہ ہو اے اللہ!میں تیری پناہ مانگتاہوں سفر کی شدت اور مشقت سے۔واپسی کی حالت میں غم اور حزن سے اور زیادتی کے بعد نقصان سے اور اصلاح کے بعد فساد سے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(صاحب تحفہ الاحوذی نے لکھاہے کہ اس حدیث کی ابوداؤداور نسائی اور حاکم نے اپنی مستدرک میں تخریج کی ہے)۔[1]

[1] (تحفۃ الاحوذی ج ۹ ص ۲۸۱ نسخہ دیگر ص ۳۰۷ رقم ۳۴۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول مقبول ﷺ کی سفر کرتے وقت یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب اپنی سواری پر سوار ہوتے تو اپنے اُنگلی سے اشارہ کرتے۔ شعبہ نے اپنے اُنگلی کو کھینچا آپ ﷺ نے فرمایا آپ سفر میں ساتھی ہو یعنی سفر میں ہماری حفاظت فرما اور اہل میں خلیفہ ہو یعنی میرے غائب ہونے کے وقت میری اہل کی حفاظت فرما اور اپنی حفاظت سے سفر میں میری حفاظت فرما اور ہمیں پنی امان کے ساتھ واپس فرما، اے اللہ تعالیٰ! ہمارے لئے زمین کے سفر کو ہم پر آسان فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے سفر کی شدت و مشقت سے پناہ مانگتا ہوں اور واپسی میں ہم و حزن کی شدت سے: روایت کیا اس کو ترمذی نے سفر کے دعاؤں میں دعاء کے لیے سبابہ اُٹھانا بھی اور اس کو نہ اُٹھانا بھی جس نے کیا تو اچھا کیا اور جس نے نہ کیا تو یقیناً اچھا کیا بھی اس طرح۔ اور نماز میں دعاء کے لیے مسبحہ اُٹھانا آیا ہے جیسا کہ آپ نے گزشتہ بیان میں دیکھا امام طحاوی نے وائل کے حدیث مرفوعہ میں فرمایا کہ جب وہ تشہد میں بیٹھے تو اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ران پر رکھا اور پھر اپنی اُنگلیوں کو بند کر دیا اور انگوٹھے اور درمیانی اُنگلی سے حلقہ بنایا پھر دوسری اُنگلی پر دعاء شروع کی اور نسائی کی روایت میں ہے کہ دعاء کے لیے اپنی اُنگلی کو بلند کیا۔ ابو جعفر طحاوی نے وائل کے قول کے بارے میں فرمایا لفظ یدعو دلیل ہے اس پر کہ یہ نماز کے آخر میں ہوتا تھا۔ امام طحاوی نے حدیث عیسی محمد بن عمر سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابی حمید سے فرمایا پھر ایک اُنگلی سے دعاء میں اشارہ کرتا تھا ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسبحہ اٹھانا دعا کے وقت تھا (نہ کہ نفی اثبات کیلئے ائمہ مجتہدین اربعہ میں سے کوئی اس کا قائل نہیں)

اور یہ قعدہ کے آخر میں اور تشہد پڑھنے اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کے بعد تھا اس کو ترک کرنا بھی آیا ہے روایت کی ابوداود نے ص ۱۵۵ پر آیا تم میں سے ایک کے لیے کافی نہیں ہوتا یا ان میں سے ایک کے لیے اپنی ران پر اپنے ہاتھ کو رکھے پھر اپنے بائیں پر سلام پھیر دیں جو اس کے دائیں جانب ہو اور جو اس کے بائیں جانب ہو۔ امام ترمذی نے اپنی سند سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے جب رسول مقبول ﷺ نماز میں قعدہ کرتے تو آپ ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ اپنا دائیں ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھتے اور انگوٹھے کے ساتھ والی اُنگلی کو اُٹھاتے اور اس پر دعاء کرتے تھے۔ ابو عیسیٰ نے فرمایا کہ ہم اس کو عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صرف اس وجہ سے پہچانتے ہیں اور بعض اہل علم کے ہاں اس پر عمل ہے۔

میں کہتا ہوں نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اشارہ جواب سلام کے لیے معروف ہے اور یقینا عبد الرزاق کے بارے میں بات کی ہے تو غریب ہے اس مرتبہ میں نہیں جس سے دلیل قائم ہوتی ہے اور اشارہ سے رد سلام کی بابت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں سکون کرو۔

توجب رسول مقبول ﷺ نے نماز میں سکون کا حکم دیا اور سلام کے لئے اشارہ کرنے سے نکلنا اس لیے کیوں کہ اس میں انگلیوں کو حرکت دینا اور ہاتھ اُٹھانا ہے تو اس وجہ سے ثابت ہوا کہ یہ اس میں داخل ہوا جس کا حکم رسول مقبول ﷺ نے دیا ہے وہ نماز میں اطراف اساکن کرنا ہے تو احناف نے رد سلام اشارہ سے چھوڑ دیا اس کے باوجود کہ احادیث سے ثابت ہے اور یقینا انہوں نے دعاء کے وقت ہاتھ اُٹھانا چھوڑ دیا اور یقینا امامہ و ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ثابت ہے ابو داؤد کی حدیث میں حقیقتاً آیا ہے ص ۹۱۔

رسول پاک ﷺ نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے تو آپ ﷺ فرمایا کہ نماز میں آسمان کی طرف دیکھنے سے لوگ منع ہو جائیں اور یا ان کی آنکھیں ان کی طرف واپس نہ ہوں اور حالت سفر میں دعاء کے وقت مسبحہ اُٹھانے کی سنت ہونے کا اعتقاد نہیں کیا۔ تو مسبحہ نہ اُٹھانا ان کاموں سے زیادہ سخت نہیں۔ نسائی نے اپنی سند سے روایت کیا آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ سنگریزوں کو حرکت دیتے تھے تو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز کے حالت میں سنگریزوں کو ہلانا نہیں بلکہ جس طرح رسول مقبول ﷺ کرتے تھے اس طرح کرو تو میں نے کہا کہ وہ کس طرح کرتے تھے فرمایا تو اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھ دیا اور اور عبد الرزاق کی روایت میں ہے کہ آپ نے گھٹنے پر رکھ دیا اور اپنی اُنگلی سے اشارہ کیا اور بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے فعل کو قول سے نقل کیا ہے۔ ضعیف احتمال رکھتا ہے۔ کیوں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کے پاؤں برداشت نہیں کرتے تھے جیسے کہ طحاوی میں آیا ہے تو اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے دائیں گھٹنے پر رکھ کر تورک کیا اور گرنے کے ڈر سے اپنے دائیں بازو کو پھیلایا (یعنی کھینچا تھا) اور اپنے گھٹنے کو پکڑتے تھے اور مسبحہ کو دور کرتے تو راوی نے اس پر اشارہ کا گمان کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یقیناً تشہد اور ادعیہ کو بیان کیا ہے اور اشارہ کا بیان نہیں کیا تو اس لیے میں کہتا ہوں کہ نماز میں دعا کے وقت اشارہ کرنے میں شبہ اور وہم ہے اور جو اشارہ نفی کے وقت ہے اور اُنگلی رکھنے کے اثبات کے وقت ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں لیکن یہ کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ امام مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے استسقیٰ کیا اور اپنے ہتھیلوں کے پشت پر اشارہ کیا (یعنی ہاتھوں کو اُلٹا اُٹھایا)

توجو احادیث مسبحہ پر اشارہ کرنے کی بابت آئے ہیں تو اس کا معنٰی بھی اس طرح ہے۔ اور یا مراد آسمان کی طرف اُٹھانا ہے۔

اشارے کے بارے میں صاحب کتاب شیخ التفسیر علامہ حسین علی صاحب کا بیان یہاں ختم ہو گیا۔ **تمت بالخیر۔**

ان شاء اللہ مصباح التحقیق پر الف سے یاء تک تبصرہ قلمبند کیا جائے گا۔ **وما توفیقی الا باللہ۔**